UNIVERSAL
LIBRARY
OU_226126
UNIVERSAL
LIBRARY

ان اصحاب هذه الصور يعذبون يوم القيامة (رواه البخاري ومسلم)

الحمد للہ والمنۃ کہ بغرض تبلیغ حدیث بالا رسالہ

التصویر
لاحکام
التصویر

جس میں

صاویر بنانے، فوٹو لینے اور اس کے گھر میں رکھنے اور استعمال کرنے اور خرید و فروخت کے مفصل حکام حدیث و فقہ کی مستند کتابوں سے تحقیق کے ساتھ لکھے گئے ہیں اور ابتلاء عام پر نظر کرکے سقدر شرعی سہولتیں تصویر کے متعلق ممکن تھیں اُن کو جمع کردیا گیا ہے اور چار مستقل رسالے اسمیں درج ہیں

اسلام میں تنگی نہیں	تشبہ بالکفار	فوٹو گرافی	سینما کی تصاویر کے احکام

اور حصہ دوم میں مسئلہ تصویر پر شبہات اور اُن کے جوابات مفصل مذکور ہیں

مصنفہ

حضرت مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دار العلوم دیوبند زاد فیضہ

پہلی مرتبہ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ میں

دار الاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور سے شائع ہوا

مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دار العلوم دیوبند مؤلف رسالہ ہذا کی دوسری تالیفات

سیرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر مگر نہایت جامع اور مستند سوانحعمری نہایت سلیس عام فہم اردو میں لکھی ہے خصوصیت سے ایسے واقعات کا انتخاب کیا گیا ہے جو بجائے خود حقانیت اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل ہیں نیز تعداد ازدواج ومسئلہ جہاد وغیرہ پر جو مخالفین کے اوہام ہیں انکی بھی قلعی کھول دی گئی ہے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب دامت برکاتہم نے اسکو تعلیم کیلئے پسند فرما کر اپنے مدارس اسلامیہ کے ابتدائی نصاب میں داخل فرما لیا ہے اور نیز ایک طویل مضمون کے ذیل میں تحریر فرمادیا ہے کہ

بہرحال رسالہ ہر پہلو سے محبوب دلکش ہے اور اپنے
مؤلف کے کمالات کا آئینہ ہے اسکو ختم کر کے جازم
رائے دیتا ہوں کہ اسکے درس سے کسی کو خالی نہ چھوڑا
جائے اور میرے مشورہ سے جو اس رائے کو قبول کرینگے
ان سب سے پہلے میں مؤلف سلمہ سے درخواست کرتا ہوں
کہ اسکی دس جلد ونکا ویلو میرے نام کردیں تاکہ
میں اپنے خاندان کے بچوں اور عورتوں کو پڑھنے
کے لئے دوں۔

دو تین سال کے قلیل عرصہ میں پنجاب وبنگال اور ہندوستان کے اکثر مدارس کے ابتدائی نصاب میں اور عورتوں کی تعلیم میں مقبول ہو چکا ہے کتابت وطباعت بہت عمدہ اور ٹائیٹل رنگین دیدہ زیب قیمت ۱۰؍

آداب المساجد مسجد کے فضائل۔ آداب احکام اور ان کاموں کی مفصل کیفیت جو مسجد میں ناجائز یا مکروہ ہیں مع ضمیمہ حیاء المساجد فی آداب المساجد از حضرت مجدد الملۃ حکیم الامۃ مولانا تھانوی دامت برکاتہم۔ قیمت صرف ۳؍

الاجر الجزل فی الغزل یعنی چرخہ کاتنے کی فضیلت احادیث اور عمل سلف سے یہ رسالہ دراصل شیخ جلال الدین سیوطیؒ کے ایک رسالہ کی اردو شرح ہے۔ قیمت صرف ۱؍

السعیدین الشہیدین حضرت سعید ابن مسیبؒ اور سعید بن جبیر رح کے نہایت دلچسپ حالات زندگی اللہ کے راستہ میں جانبازی اور حق کیلئے ہر قسم کی قربانی حجاج ظالم کیساتھ مکالمہ اور پھر عجیب طرح سے شہادت۔ دل نہ لگے تو قیمت واپس۔ ۳؍

درس عبرت ایک اندلسی عالم کا نہایت عبرت انگیز واقعہ۔ درس تدریس مراقبہ وذکر کے بعد ایک نصرانی لڑکی کے عشق میں نصرانی بنکر خنزیر چرانا اور پھر اسلام کی طرف لوٹنا اور لڑکی کا مسلمان ہو کر انکی خدمت میں آنا نہایت دلچسپ واقعہ ہے جو ناول کے پیرایہ میں ہے۔ قیمت صرف۔ ۱؍

بعض التفصیل لمسئلۃ التفضیل

حضرات صحابہ میں بعض کی بعض پر فضیلت کا معیار صحیح کیا ہے اسکے متعلق عجیب وغریب اصولی تحقیق از حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہ مع ترجمہ از مفتی صاحب دار العلوم دیوبند ۲؍

جوامع الکلم یعنی مختصر چہل حدیث قیمت ۰؍ بغرض ثواب مفت تقسیم کرنے کے لئے چار آنہ کے بیس اور ایک روپیہ کی سو عدد دیجاتی ہیں۔

(بقیہ تصانیف ٹائیٹل کے آخری ورق پر دیکھئے)

تصحیح العلم فی تقبیح الفلم

از افاضات حضرت مجدد الملت حکیم الامۃ فقیہ العصر حضرت مولانا اشرف علی صاحب دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر بائسکوپ کے پردہ پر خلفائے اسلام، شاہان اسلام اور رہنمایان اسلام کی تصویریں متحرک بولتی گاتی اور ناچتی دکھائی جائیں اور خواتین اسلام کو بائسکوپ کے ذریعہ سے پبلک میں بے پردہ پیش کیا جائے تو کیا شریعت اسلامیہ اس فعل کو جائز قرار دیتی ہے یا شریعت اسلامیہ کے نزدیک یہ فعل ناجائز ہے اور کیا حکم دیتی ہے شریعت اسلامیہ ان حضرات کے بارہ میں جو اس فعل کے جواز کی حمایت میں پروپیگنڈا کرتے ہیں اور مسلمانوں کی متحرک تصاویر اور بولتی تصاویر کی طرف رغبت دلاتے ہیں بینوا توجروا۔

الجواب شریعت اسلامیہ میں جاندار کی تصویر بنانا مطلقاً معصیت ہے، خواہ کسی کی تصویر ہو اور خواہ مجسمہ ہو یا غیر مجسمہ ہو فی جمع الفوائد من السنۃ عن عائشۃ رض قدم صلی اللہ علیہ وسلم من سفر وقد سترت بقرام علی سہوۃ لی فیہ تصاویر فنزعہ وقال اشد الناس عذابا یوم القیامۃ الذین یضاھون بخلق اللہ۔ اور کسی مسلمان کی تصویر بنانا اور زیادہ معصیت ہے کہ اس میں ایسے شخص کو آلہ معصیت بنانا ہے جو اسکو اعتقاداً قبیح جانتا ہے اور اسی اصول پر حق تعالیٰ کی قسم معصیت پر کھانے پر خاص تشنیع فرمائی گئی ہے فی تفسیر الجلالین ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم ای نصبا لھا بان تکثروا الحلف بہ ان لا تبروا وتتقوا وتصلحوا بین الناس فی الکمالین نصبا ای علما للایمان فی القاموس

النصب بضمتین کل ما جعل علما ای لا تجعلوا اللہ معرضا لایمانکم ۔ اگرچہ اُس تصویر کی طرف کوئی امر مکروہ بھی منسوب نہ کیا گیا ہو محض تفریح و تلذذ ہی کے لئے ہو کیونکہ محرمات شرعیہ سے تلذذ بالنظر بھی حرام ہے فی الدر المختار کتاب الاشربۃ وحرم الانتفاع بھا (ای بالخمر) ولو لسقی دواب اولطین او نظر للتلھی اور اگر اسکی طرف کسی نقص یا عیب کو بھی منسوب کیا جائے تو اُسمیں ایک دوسری معصیت یعنی غیبت بھی منضم ہوگئی کیونکہ غیبت صرف کلام ہی میں منحصر نہیں نقوش قلم یعنی کتابت سے بھی ہوتی ہے اسی طرح اُس عیب کی ہیئت بنانے سے بھی ہوتی ہے بلکہ یہ سب سے اشد ہے ۔ فی احیاء العلوم بیان ان الغیبۃ لا تقتصر علی اللسان اعلم ان الذکر باللسان انما حرم لان فیہ تفھیم الغیر نقصان اخیک وتعریفہ بما یکرھہ فالتعریض بہ کالتصریح والفعل فیہ کالقول والاشارۃ والایماء والغمز والھمز والکتابۃ والحرکۃ وکل ما یفھم المقصود فھو داخل فی الغیبۃ وھو حرام فمن ذلک قول عائشۃ رض دخلت علینا امرأۃ فلما ولت اومأت بیدی انھا قصیرۃ فقال علیہ السلام اغتبتیھا (ابن ابی الدنیا و ابن مردویہ من روایۃ حسان بن مخارق وحسان وثقہ ابن حبان و باقیھم ثقات کذا فی تخریج العراقی باختلاف یسیر فی بعض الالفاظ) و من ذلک المحاکاۃ کان یمشی متعارجا او کما یمشی فھو غیبۃ بل ھو اشد فی الغیبۃ لانہ اعظم فی التصویر والتفھیم ولما رای صلی اللہ علیہ وسلم عائشۃ حاکت امرأۃ قال ما یسرنی انی حاکیت انسانا ولی کذا وکذا (تقدم فی الآفۃ الحادیۃ عشر عن ابی داؤد والترمذی وصححہ کذا فی تخریج العراقی) وکذلک الغیبۃ بالکتابۃ فان القلم احد اللسانین وذکر المصنف شخصا معینا وتھجین کلامہ فی الکتاب غیبۃ الخ اسی طرح اُس منسوب الیہ کی تصویر کی کوئی خاص ہیئت بنانا بھی ایسا ہی ہے جیسے خود اُس شخص کی طرف اُس وصف کو منسوب کرنا مثلاً مخدرات کی تصاویر کو بے پردہ ظاہر کرانا ۔ فی صحیح البخاری غزوۃ الفتح عن ابن عباس رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما قدم ابی ان یدخل البیت وفیہ الالھۃ فامر بھا فاخرجت فاخرج صورۃ ابراھیم و اسمعیل فی ایدیھما من الازلام فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قاتلھم اللہ لقد علموا ما استقسما بھا قط ثم دخل البیت الحدیث ۔ اگرچہ وہ نقص یا عیب واقع میں بھی اُس میں ہو تب بھی اُسکی غیبت با قسامہا

حرام ہے اور اگر واقع کے خلاف ہو تو غیبت سے بڑھکر وہ بہتان ہے عن ابی ھریرۃ رضہ
قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اتدرون ما الغیبۃ قالوا اللہ و رسولہٗ
اعلم قال ذکرک اخاک بما یکرہ فقال رجل ارایت ان کان فی اخی ما اقول قال
ان کان فیہ ما تقول فقد اغتبتہ و ان لم یکن فیہ ما تقول فقد بھتّہ (جمع الفوائد
عن ابی داؤد و الترمذی) اور جس کیطرف کوئی نقص یا عیب منسوب کیا گیا ہے اگر علاوہ
مسلمان ہونے کے اسمیں اور کوئی وجہ بھی احترام کی ہو جیسے سلاطین اسلام میں اُن کی
اہانت اور زیادہ موجب انتقام خداوندی ہے لحدیث من اھان سلطان اللہ فی الارض
اھان اللہ (ترمذی) اور جسکی تنقیص یا اہانت مذموم ہے اُسکی طرف جو چیزیں خصوصیت کے
ساتھ منسوب ہیں اُن کی اہانت کا بھی وہی حکم ہے جیسے اُن کی بیبیاں وغیرہا چنانچہ کفار عرب
حضرات صحابہؓ کی بیبیوں کے نام اپنے اشعار میں عشق بازی کے عنوان سے ذکر کرتے تھے اللہ تعالیٰ
نے اُسکو ایذاء قبیح میں شمار فرمایا فی الجلالین ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم
الیھود والنصاریٰ ومن الذین اشرکوا من العرب اذی کثیرا من السب والتشبیب
بنسائکم اور زوجیت یا قرابت کی نسبت تو بڑی چیز ہے استعمال کی نسبت بھی حرمت تنقیص
کے لئے کافی ہے جیسے کسی کے استعمالی کپڑے میں عیب نکالنا فی احیاء العلوم بیان
معنی الغیبۃ واما فی ثوبہ فکقولک انہ واسع الکم طویل الذیل وسخ الثیاب
اور اگر وہ تصویر کسی شتہاۃ کی ہو تو نظر بد کی معصیت کا اُس میں اَور اضافہ ہو جاتا ہے اور
تصویر تو صاحب تصویر کی پوری حکایت ہے، اجنبیہ کے تو کپڑے کو بھی بدنفسی سے دیکھنا حرام ہے
فی ردالمحتار باب الحظر والاباحۃ مفادہ ان رویۃ الثوب بحیث یصف حجم العضو
ممنوعۃ ولو کثیفا لا تری البشرۃ منہ و فیہ فی بحث النظر الی الاجنبیۃ من المرأۃ
او الماء بخلاف النظر لانہ انما منع منہ خشیۃ الفتنۃ والشھوۃ و ذلک موجود
ھٰھنا و فیہ فی احکام ستر العورۃ ان النظر الی ملاءۃ الاجنبیۃ بشھوۃ حرام
بالخصوص اگر غیر مسلموں کو خواتین مسلمات کی تصاویر کی طرف بدنفسی کے ساتھ نظر کرنے کا موقع
دیا جائے کیونکہ بدنفسی سے نظر کرنا شریعت میں ایک گونہ بدکاری ہے بنص الحدیث اور ایسی بدکاری
کہ مرد غیر مسلم ہو اور عورت مسلم - بلکہ ایسے موقع پر نکاح بھی اس درجہ امر شدید ہے کہ اس کے
احکام علماء مجتہدین کے لئے محل بحث ہو گئے ہیں اور جسکو مسلمان کے مرتد بنانے کی اور اسلام

اور قرآن میں طعن کرنے کی اور حربیوں سے سازش کرنے کی برابر قرار دیا گیا ہے نمونہ کے طور پر اسکے متعلق ایک روایت نقل کیجاتی ہے۔ فی الدر المختار فصل الجزیۃ قلت ومذہب الشافعیۃ مافی المنہاج وشرحہ لابن حجر ولوزنی بمسلمۃ او اصابھا بنکاح اودل اہل الحرب علی عورۃ المسلمین او فتن مسلماً عن دینہ او طعن فی الاسلام او القرآن الخ اور ان سب سے بڑھکر شناعت میں وہ صورت ہے جسمیں مقتدایان دین کی اہانت ہو کہ درحقیقت وہ اہانت اسلام کی ہے جس کا تحمل کسی طرح طبعاً اور شرعاً ممکن نہیں۔ فی جمع الفوائد عن الکبیر عن ابی امامۃ رفعہ ثلثۃ لایستخف بھم الامنافق ذوالشیبۃ فی الاسلام وذوالعلم وامام مقسط وفیہ عن الترمذی عن عبد اللہ بن مغفل مرفوعاً اللہ اللہ فی اصحابی من اذاھم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ ومن اذی اللہ فیوشک ان یاخذہ اور جب ایسی فلموں کے قبائح معلوم ہوگئے تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ بقدر اپنی قدرت کے گو وہ قدرت حکومت سے استعانت ہی کے طور پر ہو ان کے انسداد میں کوشش کریں اور تماشا دیکھنے والوں کو ان قبائح پر مطلع کر کے شرکت سے روکیں ورنہ اندیشہ ہے کہ سب عقاب خداوندی میں گرفتار ہوں ابوداؤد مرفوعاً من قوم یعمل فیھم بالمعاصی ثم یقدرون علی ان یغیروا ثم لایغیرون الایوشک ان یعمھم بعقاب (مشکوٰۃ) اور جب ساکتین کے لئے یہ وعید ہے تو ترغیب دینے والے کس درجہ کی وعید کے مستحق ہوں گے روی ابوداؤد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا عملت الخطیئۃ فی الارض من شھدھا فکرھھا کان کمن غاب عنھا ومن غاب فرضیھا کان کمن شھدھا (ای باشرھا وشارک اھلھا)۔

اشرف علی

۱۸ شعبان ۱۳۵۰ھ تمت الرسالۃ

یہ کتاب اور ہر قسم کی مذہبی کتابیں بکفایت ملنے کا پتہ

مولوی محمد شفیع دار الاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور

۲۰ ذی قعدہ ۱۳۵۲ ہجری

فہرست مضامین رسالہ التصویر لاحکام التصویر حصہ اول

مضمون	صفحہ
ضرورت تصنیف اور اکابر کے ارشادات	۲
خلاصہ مضامین رسالہ	۶
مقدمہ	
دین اسلام مین کوئی تنگی نہین خلاصہ وعظ نفی الحرج	۷
باب اول	
مسئلہ تصویر پر ایک عقلی بحث	۱۸
رسالہ تنوہ الاخیار عن التشبہ بالکفار	۲۳
قرآن مجید سے تشبہ بالکفار کی ممانعت	۲۵
احادیث نبویہ سے " "	۲۶
آثار سلف اور اقوال علماء "	۲۷
عقلی حکمتین " "	۲۸
مسلمانون کے تنزل پر ایک نظم	۲۹
حرمت تصویر کی عقلی وجوہ	۳۰
مشابہت خلق اللہ پر ایک شبہ اور اسکا ازالہ	۳۱
تصویر مین ذی روح و غیر ذی روح کی عجیب تحقیق	۳۴
استعمال تصویر کا عقلی حکم	۳۹
مسئلہ تصویر پر قرآن و حدیث کے ارشادات	
ممانعت تصویر کی احادیث متواتر مین	"
احادیث حرمت تصاویر	۴۰ تا ۴۴
احادیث رخصت جن سے خاص خاص تصاویر کی اجازت ثابت ہوتی ہے	۴۴
مسئلہ تصویر کے متعلق فقہاء و محدثین کے اقوال	
باب دوم کشف السحابات عن وجہ فوتوغراف	
فوٹو کے شرعی احکام	۴۹
فوٹو کے جائز کہنے والون کی پہلی دلیل اور اسکی تردید	۵۰
دوسری دلیل	۵۱
آئینہ کے عکس اور فوٹو مین فرق	۵۳

مضمون	صفحہ
ابو الکلام صاحب آزاد کا اعلان توبہ	۵۵
صرف چہرہ یا آدھے دھڑ کی تصویر کا حکم	۵۷
باب سوم	
اتمام التقریر فی احکام التصویر	۶۱
تصویر کشی	
تصویر کشی مین ذی روح و غیر ذی روح کی تفصیل	۶۲
بعض ذی روح کی تصویر کا جواز	۶۲
تصویر کشی مین قصداً اور تبعاً کا فرق	۶۴
بچون کے کھلونے اور گڑیان بنانے کا حکم	۶۴
ناقص تصاویر بنانے کا حکم	۶۴
سر کٹی ہوئی تصویر بنانے کا حکم	۶۵
صرف چہرہ کی تصویر بنانا	۶۶
آدھے دھڑ کی تصویر بنانا	۶۷
پاسپورٹ کی ضرورت کیلئے فوٹو کھچوانا	۶۷
بہت چھوٹی تصویرین	۶۸
پامال و ممتہن تصاویر	۶۹
بچون کی گڑیان	۶۹
سر کٹی ہوئی ناقص تصویرین	۷۰
وہ تصویرین جو کسی چیز مین پوشیدہ ہون	۷۰
تصویر سازی اور فوٹو گرافی کی اجرت	۷۱
تصاویر کی تجارت	"
تصاویر دیکھنے کا حکم	۷۲
جس مکان مین تصاویر ہون ان مین داخل ہونا	۷۳
مصور کپڑے یا مکان مین نماز پڑھنا	۷۴
دوسرے شخص کے مکان مین سے تصاویر مٹا دینا	"
خلاصہ احکام تصاویر	۷۵

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذی تنزہ عن الجسم والصورة والمثال وتعالیٰ عن الشبیه والنظیر وکل ما یخطر بالبال والصلوٰۃ والسلام علی افضل خلقہ نبینا محمد وآلہ علی سائر النبیین والملائکۃ المقربین المتنزھین عن الخبائث والرذائل المتحلین باکرم الشمائل والفضائل ۔

کس زبانِ مرانمی فہمد
بعزیزاں چہ التماس کنم

اب کہاں نشو ونما پائے نہالِ معنے کس زمیں پر دلِ پُرجوش کی بدلی برسے

امابعد - یہ ناکارہ خلایق بدنام کنندہ چند نکوناماں محمد شفیع دیوبندی (عفا اللہ عنہ وعافاہ) عرضگذار ہے کہ آجکل دہریت وآزادی کے زمانہ میں کسی گناہ کو گناہ کہنا اور اس کی فقہی تحقیق لوگوں کے سامنے پیش کرنا ابنائے زمانہ کی نظر میں جو حیثیت رکھتا ہے وہ معلوم ہے اور عجب نہیں کہ ہماری ساری داستان سُنکر روشن خیال حضرات یہی کہہ اُٹھیں کہ ؎

ابتک اُسی روش پہ ہو اکبر مست وبے خبر کہدے کوئی عزیز من فصلِ بہار ہو چکی

لیکن جن کی نظروں کے سامنے سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہو کہ اس اُمت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر قایم رہیگی جن کی ساتھ تائید آسمانی ہو گی ایک جہان اُن کی موافقت نکرے تو ان کا کچھ نقصان نہیں ہوگا۔ وہ تو یہی کہینگے کہ ؎

ہنوز آں ابر رحمت درفشان ست خم وخمخانہ بامہر ونشان ست

وہ مذہبی مسائل واحکام جو مزعومہ روشن خیالی کی بدولت مغربی تمدن ومعاشرت کی نذر کردئے گئے ہیں ان میں سے ایک اہم مسئلہ مسئلہ تصویر وفوٹو گرافی بھی ہے کیونکہ اس وقت تصویر معیشت ومعاشرت کا جزو اعظم بن گئی ہے۔ کوئی گھر اور گھر کا کوئی سامان ایسا نہیں جو تصویر سے خالی ہو۔ ٹوپیوں

اور کپڑوں کی زینت سے ہے تو تصویر سے ہے اور مارکہ ڈالا جاتا ہے تو تصویر سے برتن اور استعمال کی دوسری چیزیں بہت سی تو خود بشکل تصویر بنائی جاتی ہیں اور بعض کے اوپر تصویر چھاپی جاتی ہے اخبار و رسائل جو آجکل فقط معاشرت کا جزو نہیں۔ بلکہ مذہبی ضروریات کا مجموعہ سمجھے جاتے ہیں تصاویر سے خالی نہیں۔ وہ کتاب مقبول نہیں جس میں چند تصاویر اور فوٹو موجود نہوں بالخصوص مصنف کی تصویر تو کتاب کا جزو لازم سمجھا جاتا ہے۔

الغرض جس طرف نظر اٹھائیے تصاویر کا ایک عالم نظر آتا ہے جو کوئی خدا کا بندہ اس سے بچنا چاہے تو اس کی زندگی مشکل ہو جاتی ہے۔

اس طوفان بے تمیزی اور ابتلائے عام کو دیکھکر علماء کے ذمہ دو فرض عائد ہو گئے ایک تو یہ لوگوں کو اس کی قباحت اور گناہ بے لذت ہونے پر مطلع کریں اور وہ سخت وعیدیں جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی تصاویر کے بنانے اور استعمال کرنیکے متعلق وارد ہوئی ہیں انکو سنائیں۔

دوسرے یہ کہ ضرورت زمانہ اور عموم بلوی پر نظر کر کے قرآن وحدیث کی روشنی اور فقہی روایات کے دائرہ میں جس قدر گنجائش اباحت وجواز کی نکل سکے فتووں میں اُس کو استعمال کریں۔ اور جس چیز میں ادنی گنجائش بھی نکل سکتی ہو اُس میں لوگوں کو سخت نہ پکڑیں کما ہو داب الفتوی ورسم المفتی اس لئے ہندوستان وبیرون ہند میں دور حاضر کے بہت سے علماء نے اس طرف توجہ فرمائی اور مختصر ومطول مضامین اس بحث میں لکھے گئے۔

لیکن جتنے مضامین اس وقت تک میری نظر سے گذرے ہیں ان سب میں بجائے اس کے کہ مرض کی تشخیص اور دوا کی تجویز کی جاتی اس کی کوشش کی گئی ہے کہ مریض کو یہ یقین دلادیا جائے کہ یہ مرض ہی نہیں جس کے علاج کی طرف کوئی التفات کیا جائے۔ یعنی بجائے اس کے کہ مسلمانوں کو اس مغرب پرستی اور احکام اسلامیہ کی بے حرمتی سے روکا جاتا اور حدود شرعیہ کے دائرہ میں جس قدر گنجائش ہوتی اس کی اجازت دیجاتی تمام علمی زور اس پر خرچ کیا گیا کہ کسی طرح مسئلہ تصویر کی مذہبی قبا کو کھینچ تان کر یوروپین تہذیب کے جسم نازیب پر راست کر دیا جائے۔ مگر اس خط منحنی کا انطباق خط مستقیم پر تو نہ ممکن تھا اور نہ ہو سکا لیکن بہانہ جو طبیعتوں کے لئے ایک دست آویز بن گئی۔ اور پہلے اگر ایک عملی غلطی میں مبتلا تھے تو اب ایک اور اعتقادی اور علمی غلطی کا اس کی ساتھ اضافہ ہو گیا کہ وہ اپنے فعل کو جائز بھی سمجھنے لگے۔ اسی سلسلہ مضامین کی ایک ممتاز کڑی وہ ہے جو ۱۳۴۸ھ میں جب کہ احقر دار العلوم دیوبند میں بطور

معین المدرسین تعلیم کا ابتدائی کام کرتا تھا۔ دار المصنفین اعظم گڈھ کے ماہواری رسالہ معارف میں ایک طویل و مبسوط مضمون کی صورت میں مولانا سید سلیمان صاحب ندوی کے قلم سے شائع ہوا جس میں مولانا موصوف نے اپنی خداداد قابلیت اور وسعت معلومات کے ذریعہ اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش کی تھی۔

یہ مضمون اگرچہ ایسی آزادانہ روش پر نہ تھا جس میں سرے سے مذہب اور مذہبی روایات کو ناقابلِ التفات قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن حاصل مطلب اور خلاصہ اس کا بھی اس سے زائد نہ تھا کیونکہ ان کی تمام تر تحقیق و تدقیق کا خلاصہ یہ تھا کہ مسئلہ تصویر کو ساڑھے تیرہ سو برس سے جو کچھ اُمت مرحومہ نے سمجھا تھا وہ سب غلط تھا صحیح مطلب وہ ہے جو آج بعض روشن خیال علماء پر منکشف ہوا ہے یعنی پرستش و پوجا کے بتوں اور مجسمات کے علاوہ ہر قسم کی تصاویر جائز الاستعمال بلکہ جائز الصنعۃ ہیں جو جمہور صحابہ و تابعین اور تمام ائمہ مجتہدین کے خلاف تھا۔ اور اسی لئے اُس کے ثابت کرنے کے لئے حدیث کی بے شمار نصوص و روایات صریحہ صحیحہ پر محض بلا وجہ عمل جراحی سے کام لیا گیا۔ اور نصوص صریحہ میں ایسی تاویلیں کرنی پڑیں جس کو بلا شبہ نصوص کی تحریف بلکہ انکار کہا جاسکتا ہے۔ اور یہ بات فقط اسی مسئلہ کی ساتھ مخصوص نہیں بلکہ جمہور اُمت اور علماء سلف کی مخالفت کا یہی لازمی نتیجہ ہے کہ قرآن و حدیث کی نصوص صریحہ مقابلہ میں آجاتی ہیں۔

الغرض مولانا موصوف کا مضمون تصویر ملک میں شائع ہوا تو سنت سلف پر چلنے والے طبقہ میں ہلچل ہوئی اور سوالات و استفتاءات کا تانتا بندھ گیا۔ چونکہ اس طبقہ کا مسلمہ مرکز دار العلوم دیوبند ہے اُس کو اس مسئلہ کی طرف بھی مخصوص توجہ مبذول کرنی پڑی یہ احقر ابھی ابھی دار العلوم کے نصاب تعلیم سے فارغ ہو کر تعلیم کے ابتدائی مراحل میں تھا کہ محترم مربی **حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب** رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم و مدیر القاسم و استاذ مشفق و محترم **حضرت مولانا اعزاز علی صاحب** دامت برکاتہم مدرس و معتمد المدیر القاسم دار العلوم دیوبند نے احقر کو اس مضمون پر ایک تحریر لکھنے کا امر فرمایا میں اپنی علمی بے مائگی سے اگرچہ غافل نہ تھا۔ لیکن بزرگوں کے تعمیل ارشاد کو سعادت دارین سمجھکر مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ کے قاعدہ پر عمل کرنے کیلئے آمادہ ہو گیا مشاغل تعلیم کی فترات اور مختلف فرصتوں میں ایک متوسط مضمون تقریباً ایک سو بیس صفحہ کا اس موضوع پر لکھا گیا جس میں مسئلہ تصویر کے ہر پہلو کو پوری طرح روشن کرنے کی ساتھ مولانا سید سلیمان صاحب کے مضمون پر تنقیدی نظر کا ہر جگہ التزام کیا گیا اور

اُن تمام شبہات کا مفصل جواب عرض کر دیا گیا جن کی بنا پر مولانا موصوف ائمہ اربعہ اور جمہور سلف کے خلاف ایک مسلک اختیار فرما رہے تھے۔

یہ مضمون دار العلوم دیوبند کے ماہواری رسالہ القاسم میں جمادی الاولی ۱۳۴۳ھ سے مسلسل ماہ صفر ۱۳۴۹ھ تک چھپکر ختم ہوا۔

دار العلوم کے انتساب اور بزرگوں کی دعا سے حق تعالےٰ نے اس مضمون کو مقبولیت عامہ عطا فرمائی اور مختلف اطراف سے اس کو مستقل کتابی صورت میں شائع کرنے کی فرمائشیں موصول ہوئیں۔ خیال ہوا ابھی کہ موجودہ مضمون کو بعینہٖ شائع کر دیا جائے۔

لیکن ذاتی تجربہ اور بزرگوں کے مقالات کی بنا پر مجھے اب قیل وقال اور اعتراض وجواب کی صورت تحریر وتقریر میں طبعاً ناپسند ہے۔ کیونکہ اس کو کبھی کچھ زیادہ مفید نہیں پایا بلکہ یہ دیکھا کہ یہ طرز بعض اوقات بجائے نفع کے باہمی اختلاف کی خلیج کو وسیع کر کے ایک فتنہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

اسی لئے یہ ارادہ کیا کہ مستقل کتابی صورت میں شائع کرنے کے لئے اس تنقیدانہ روش اور اعتراض وجواب کی صورت کو چھوڑ کر نفس مسائل کو قرآن وحدیث کے دلائل اور فقہی فتاوے کے ماتحت ذکر کر دیا جائے۔ اور جو شبہات خود الفاظ حدیث سے پیدا ہو سکتے ہیں اُن کا شافی اور منصفانہ جواب اس طرح عرض کر دیا جائے کہ اس میں بھی کسی کا نام نہ آئے اور نہ خطاب وجواب کا سلسلہ بندھے۔ اس بنا پر یہ لکھا لکھایا مضمون محتاج ترمیم ونظر ثانی ہو کر انتظار فرصت میں ایک مدت کے لئے معلق ہو گیا۔ اور پھر شواغل وذواہل نے اس انتظار کو اتنا طول دیا کہ بالکل اس سے ذہول ہو گیا خیال اور ارادہ بھی تقریباً منقطع ہو گیا۔

تا آنکہ حال میں بعض اکابر اور بعض احباب کے تقاضا نے پھر اس بھولے ہوئے سبق کو یاد دلایا اور اب پورے بارہ برس کے بعد اس غرض کی تکمیل کے لئے بنام خدا قلم اٹھایا۔ خدا کرے کہ یہ پراگندہ اوراق کوئی مفید صورت اختیار کریں اور مسلمانوں کو اس سے نفع پہونچے تو اس ناکارہ خلایق کے لئے بھی شاید کفارہ ذنوب اور رضائے حق کا سبب بنجائے کہ یہی مقصود المقاصد اور غایۃ الغایات ہے ؎

نہ بحرف ساختہ سرخوشم نہ بنقش بستہ مشوشم ⁖ نفسے بیاد تو می زنم چہ عبارت وچہ معانیم

وبید اللّٰہ الامر من قبل ومن بعد ولہ الحمد الیہ ترجع الامور۔

خلاصہ مضامین رسالہ

یہ رسالہ دو حصوں پر منقسم ہے حصہ اوّل میں ایک مقدمہ اور تین باب ہیں۔ مقدمہ میں مشاہدہ و واقعات کے ذریعہ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ قانون اسلام میں کوئی تنگی نہیں اور تمام مذاہب عالم میں صرف شریعت اسلام ہی ایک ایسا قانون ہے جس نے تمام انسانی ضروریات او فطری جذبات کی پوری رعایت کی ہے بشرطیکہ جذبات واقع میں فطری ہوں شیطانی وساوس نہوں۔

باب اوّل میں چند مباحث ہیں۔

(الف) تصویر کے بنانے اور استعمال کرنے کی خرابیاں عقلی طور پر۔

(ب) اس کے متعلق قرآن و حدیث کی ہدایات. حدیث کی معتبر کتابوں سے۔

(ج) علماء و فقہاء کے ارشادات۔

باب دوم۔ میں دو مضمون ہیں۔ اول یہ کہ فوٹو گرافی تصویر کشی میں داخل ہے یا نہیں۔ دوسرے صرف چہرہ یا نصف دھڑ کی تصویر کے متعلق شرعی تحقیق۔

باب سوم میں بھی دو مضمون ہیں اول اُن تصاویر کا مفصل بیان جن کا استعمال شرعاً جائز ہے۔ دوسرے تصاویر کے شیوع اور ابتلائے عام پر نظر کر کے اس کے وبال عظیم سے بچنے کی صورتیں اور وہ سہولتیں بھی اس میں بیان کی گئی ہیں جو قرآن و حدیث اور احکام فقہیہ کے دائرہ میں مسلمانوں کی دیجا سکتی ہیں۔ جس کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ باوجود ممانعت تصویر کے اور اُس کے اس قدر شیوع کے کوئی ضرورت انسانی جو واقعی ضرورت ہو شریعت کے دائرہ میں رہکر بند نہیں ہوتی۔ ہاں جس کمبخت کو مذہب کی پرواہی نہو۔ یورپ پرستی اور ہوس رانی ہی اُس کا مذہب ہو اُس کو عذاب الٰہی سے کون بچا سکتا ہے۔

حصہ دوم میں اون شبہات کا جواب ہے جو بعض آیات یا روایات حدیث سے ہو سکتے ہیں یا ضرورت زمانہ اور ابتلائے عام کی وجہ سے عقلاً پیدا ہوتے ہیں۔ یہ خلاصہ مضامین رسالہ ہے اس کے بعد اصل مقصد کو متوکلاً علی اللہ شروع کرتا ہوں۔ وھو ولیي فیما اقول وبیدہ ازمۃ الصواب والقبول۔

مقدمہ

دین اسلام میں تنگی نہیں!

هو اجتباکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج

تصویر کے بنانے اور استعمال کرنے کی ممانعت کا اثر چونکہ آجکل کی معاشرت کے اکثر حصہ پر پڑ جاتا ہے اور موجودہ تمدن کی ہزارہا چیزیں اس مسئلہ کی وجہ سے ممنوع الاستعمال ہو جاتی ہیں۔ اس لئے خیال ہوا کہ شاید کسی آزاد منش کو یہ شبہ پیدا ہو جائے کہ دین اسلام اور شریعت غرا کا قانون بہت تنگ ہے اور اس پر عمل کرنا بہت دشوار ہے۔ اور یہ وہ خیال ہے جو مغربی معاشرت اور موجودہ دہریت کے دلدادہ نوجوانوں میں سرعت کے ساتھ پھیلتا جا رہا ہے۔ حالانکہ تھوڑا سا غور کرنے اور تاریخ مذاہب پر ایک نظر ڈالنے سے یہ حقیقت آفتاب کی طرح روشن ہو جاتی ہے کہ اسلامی قانون نہایت سہل اور صاف قانون ہے اس میں تمام انسانی ضروریات اور جذبات کی مکمل رعایت کی گئی ہے۔ اور تمام مذاہب عالم میں یہ امتیاز صرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ کیسا ہی دہریت اور باطل پرستی اور ہوا پرستی کا زمانہ آجائے مسلمان اپنے مذہبی قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے سہولت کے ساتھ زندگی گذار سکتا ہے۔ بخلاف دوسرے مذاہب کے کہ آج سب کو اپنا مذہبی قانون ترمیم طلب نظر آتا ہے اور ہمیشہ اس میں ترمیم کرتے رہتے ہیں اور اس میں شبہ نہیں اگر وہ اپنے مذہب کے پابند رہیں تو اس وقت ان کو دنیا میں زندہ رہنا مشکل ہو جائے اور اس طرف قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ ما جعل علیکم فی الدین من حرج یعنی اللہ تعالےٰ نے قانون اسلامی میں تم پر کوئی تنگی نہیں فرمائی۔

الغرض اس سلسلہ میں ضروری معلوم ہوا کہ اس شبہ کے ازالہ کے لئے اسلام کی وسعت وسہولت کا ایک نمونہ پیش کیا جائے۔ اور چونکہ حضرت قطب الملۃ والدین مجدد الملۃ حکیم الامۃ مرشدی حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم کا ایک وعظ مسمی نفی الحرج اس بیان کے لئے بالکل کافی شافی تھا اس لئے اسی کا خلاصہ نقل کر دینا بہتر معلوم ہوا وہو ہذا۔

خلاصہ[ع۱] نفی الحرج

سب سے پہلی بات تو قابل غور یہ ہے کہ اگر کوئی شخص دین و مذہب کی حقیقت اور اُس کی پابندی کے بیش قیمت نتائج اور ابدی راحت میں غور کرے تو اُس کو مذہب کی کوئی بات بھی سخت معلوم نہوگی اور ہر سخت سے سخت حکم اُس کی نظروں میں آسان ہوجائے گا۔ ہر شخص اپنے روزمرہ کے کاموں میں غور کرے تو اُسے معلوم ہوجائے گا کہ ایک تھوڑی دیر کی راحت فانیہ کے لئے وہ کس قدر تکلیفیں اُٹھاتا اور محنتیں کرتا ہے ملازمت پیشہ اپنی ملازمت میں اور تجارت پیشہ تجارت میں اور زراعت پیشہ زراعت میں جس قدر سختیاں برداشت کرتے ہیں اور کڑی سے کڑی جھیلتے ہیں کسی سے مخفی نہیں مگر مہینہ یا فصل کے ختم پر جو ایک نفع کی توقع بندھی ہوتی ہے وہ ان سب تکالیف شاقہ کو آسان سمجھتا ہے۔ ؎

رنج راحت شد چو مطلب شد بزرگ　　گرد گلہ توتیائے چشم گرگ

ولنعم ماقیل ؎

گر در طلبش مارا رنجے برسد شاید　　چوں عشق حرم باشد سہل ست بیابانہا

دیکھئے اگر کسی مریض کے لئے طبیب نے ایک نسخہ تجویز کیا ہو کہ اُس کے مرض کے لئے وہی مناسب ہو اور مریض یہ کہے کہ حکیم صاحب یہ تو بہت دشوار ہے اور سخت علاج ہے کوئی آسان تدبیر بتلائیے۔ انصاف سے بتلائیے کہ حکیم صاحب اُس کو کیا جواب دینگے۔ ظاہر ہے کہ نسخہ چاک کر کے پھینکدینگے اور کہیں گے معلوم ہوتا ہے کہ تجھکو مریض ہی رہنا پسند ہے جو ذرا سی دشواری سے گھبراتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ دین اور احکام شرعیہ کے بارہ میں تنگی اور دشواری کے شبہ کا ایک جواب تو یہ ہے کہ اگر فی الواقع دشوار اور تنگ بھی ہو جب بھی خواص مطلوبہ ضروریہ کی تحصیل کے لئے اُس کی دشواری کو برداشت کرنا چاہئے۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ

کیونکہ یہ[ع۲] جو کہا جاتا ہے کہ دین میں دشواری ہے اس کے کیا معنی ہیں کیونکہ اس کے دو درجے ہیں ایک تو یہ کہ قانون کی پابندی کرنی پڑتی ہے اور یہ دشوار ہے اور ایک یہ کہ خود

[ع۱] اس خلاصہ میں اکثر عبارت حضرت مظلہم کی بعینہا لی گئی ہیں مذت دراز دیا کے وقت ربط کیلئے اپنی عبارت سے بڑھائی ہے تو حاشیہ میں اُسپر متنبہ کردی ہے ۱۲ منہ

[ع۲] یہاں سے آخر مقدمہ تک حضرت مظلہم کی عبارت بغیر کسی تغیر کے نقل کی گئی ہے ۱۲ منہ

قانون ہی سخت ہے تو اسلام میں کونسی دشواری ہے آیا یہ کہ قانون کی پابندی کرنی پڑتی ہے تو تسلیم ہے کیونکہ اس میں ضرور دشواری ہوتی ہے خواہ کتنا ہی سہل قانون ہو۔ مثلاً جو لوگ کہ عدالت میں نوکر ہیں اور اُن کا وقت دس بجے سے ہے تو کیا کبھی یہ پابندی دشوار نہیں ہوتی ضرور ہوتی ہے اور اس وقت کہتے ہیں کہ نوکری بڑی ذلت کی چیز ہے مگر اتنی ہی بات پر اس کو کبھی چھوڑ نہ دیا۔ تو جب قانون کی پابندی ہوگی اس میں دشواری ضرور ہوگی تو اگر اسلام میں یہ دشواری ہے تو تسلیم ہے بلکہ اس کو تو خود ہی ثابت کرتے ہیں لا تتبعوا الھوی اور اس سے صاف انھا لکبیرۃ الا علی الخاشعین غرض یہ دشواری تو تسلیم ہے مگر اس میں اسلام کی کیا تخصیص ہے یہ تو سبھی کام میں بلکہ کھانے میں بھی ہے کوئی اپاہجوں سے پوچھے خاص کر واجد علی شاہ کے احدیوں سے کہ کھانا کتنا مشکل کام ہے مشہور ہے کہ واجد علی شاہ کے یہاں دو احدی تھے اُن میں باری اس طرح تھی کہ ایک لیٹا ہوا آرام کرے دوسرا بیٹھا ہوا اوس کی حفاظت کرے اسی طرح ایک لیٹا ہوا تھا ایک بیٹھا ہوا۔ ایک سوار ادہر سے گذرا لیٹے ہوئے نے پکارا کہ میاں سوار ذرا یہ بیر جو میرے سینہ پر رکھا ہے میرے مُنہ میں ڈالدو اس کو اس آرام طلبی سے سخت حیرت ہوئی اور اس سے زیادہ یہ حیرت ہوئی کہ اس کا رفیق جو پاس بیٹھا ہے اس سے اتنا کام نہیں ہوتا۔ اسلیئے اس بیٹھے ہوئے سے کہا کہ بھائی تو ہی اس کے مُنہ میں ڈالدے وہ بہت بگڑا اور کہنے لگا کہ جناب میری آپ کی لڑائی ہو جاوے گی آپ کو کیا خبر یہ میری ساتھ کیسا ہے کل میں لیٹا تھا یہ بیٹھا تھا مجھکو جو جمائی آئی اس سے مُنہ کُھل گیا ایک کُتا آکر مُنہ میں موتنے لگا یہ بیٹھا ہوا دیکھتا رہا اور اس سے اتنا نہوا کہ کُتے کو ہٹا دے۔ میں ضرور اس کے مُنہ میں بیر دونگا۔ سوار حیرت میں غرق ہو گیا اور لاحول پڑہتا ہوا چلدیا۔

تو حضرت اگر کوئی احدیوں سے پوچھے تو ان کو تو کھانا بھی مشکل ہے۔ ہمارے ایک عزیز دو بھائی ہیں ایک چھوٹے ایک بڑے بڑے صاحب ہاتھ پاؤں لپیٹ کر بیٹھ جاتے ہیں اور چھوٹے سے کہتے ہیں کہ میرے منہ میں لقمے دیکر مجھکو کھانا کھلا تو ایسی نظیریں بھی موجود ہیں اور رہیں گی تو اس طرح تو کھانے میں بھی دشواری ہے۔ اور اس میں شرعی اور قانونی پابندیاں بھی ہیں۔ مثلاً یہ کہ دوسرے کی چیز نہ کھاؤ اور ڈکیتی نہ ڈالو مگر اس کو کسی نے نہ کہا کہ بڑا سخت قانون ہے وجہ یہ کہ آپ کو ڈکیتی ڈالنا ہی نہیں ہے اس سئے آپ کو اس کی

ممانعت کا قانون سخت معلوم نہیں ہوتا اور رشوت لینا مقصود ہے اس لئے اس کی ممانعت سخت معلوم ہوتی ہے۔ لیکن جو ڈکیتی پیشہ ہیں اُن سے کوئی پوچھے اس ممانعت کے قانون کو کتنا سخت سمجھتے ہیں۔ اسی طرح ایک جماعت بیہودوں کی ایسی بھی ہے کہ اُن کی رائے یہ ہے کہ کوئی سلطنت نہو حالانکہ ضرورت سلطنت کا قانون امر فطری ہے مگر یہ اُن کو گراں ہے تو ایسے لوگ تو انسانیت ہی سے خارج ہیں تو محض پابندی سے تو کوئی بھی نہیں بچ سکتا پھر اسلام ہی پر کون اعتراض ہے۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ پابندی کی ضرورت تو تسلیم اور یہ سختی نہیں مگر خود قانون ہی بڑا سخت ہے تو واقعی یہ دشواری دشواری ہے مگر دین میں ایسی دشواری ہی نہیں کہ قانون سخت ہو اب یہ شبہ ہوگا کہ یہ تو مشاہدہ کے خلاف ہے تو حقیقت میں اس میں تلبیس ہوئی ہے قانون کی سختی تو وہ ہے کہ اگر اس کو سب بھی مان لیں تب بھی دشواری پیش آوے۔ مثلاً یہ قانون ہو جاوے کہ اگر چھٹانک بھر سے زیادہ کوئی کھاوے تو پھانسی ہوگی یہ ایسی سخت بات ہے کہ اگر سب عمل کرنے کا ارادہ کریں تب بھی سب کو تکلیف ہو۔ اور ایک دشواری اس طرح کی ہے کہ قانون تو نرم ہے اور علامت اُس کی یہ ہے کہ اگر سب اُس پر عمل کرنے لگیں تو کسی کو بھی دشواری پیش نہ آوے لیکن اس میں ایک خاص عارض سے سختی پیش آجاوے وہ عارض یہ ہے کہ زیادہ آدمی اُس پر عمل نہیں کرتے پس جب تھوڑے آدمی عمل کریں گے تو ان کو دوسروں کی وجہ سے ضرور تنگی ہوگی کیونکہ تعلق معاملات کا اُن ہی دوسروں سے ہے تو اس کو قانون کی سختی نہ کہیں گے بلکہ اس سختی کا منشا اُن باغیوں کی بغاوت ہے مثلاً کوئی اگر ایسی جگہ پہونچے کہ وہاں کے لوگ باغی ہوں اور یہ شخص وہاں پہونچ کر کوئی چیز خریدے اور دام دیدے پھر اس سے کہا جائے کہ گو قانون سلطنت یہ ہے کہ پورے دام لیکر پوری چیز دو مگر ہم اس قانون کو نہیں مانتے اس لئے تم کو آدھی چیز ملیگی۔

تو ایمان سے کہیئے کہ یہ دشواری قانون کی ہے یا اُن بدمعاشوں کی بدمعاشی۔ قانون کا منشا تو یہ ہے کہ سیر بھر کی سیر بھر دو مگر اُن بدمعاش لوگوں نے بدمعاشی کی اور سیر بھر کی آدھ سیر دی تو اس دشواری سے اگر کوئی گورنمنٹ کو بُرا کہنے لگے تو وہ احمق ہے یا نہیں تو جو دشواری اس وقت پیش آرہی ہے وہ دشواری یہ ہے جس کو اسلام پر تھوپا جاتا ہے کوئی شخص اسلام کا کوئی ایسا قانون بتلائے کہ سب مسلمانوں کے مان لینے اور عمل کرنے کے بعد بھی اس میں

دشواری پیش آوے۔ اگر پچاس قیامتیں بھی آجاویں جب بھی شریعت کا کوئی ایک قانون بھی ایسا نہیں بتلا سکتے۔ صرف موجودہ دشواری کی وجہ یہ ہے کہ نافرمانوں سے سابقہ پڑ رہا ہے۔ مثلاً قرض کی ضرورت ہوئی اب جس کے پاس جاتے ہیں وہ کہتا ہے کہ سود لاؤ تو سود کی حرمت کا الزام شریعت پر دینا اور اپنے کئے کو اسلام پر تھوپنا ایسا ہے کہ ؎

حملہ برخود میکنی اے سادہ مرد ہمچو آں شیرے کہ برخود حملہ کرد

مثنوی میں شیر کی ایک حکایت لمبی چوڑی لکھی ہے کہ ایک شیر کو ایک خرگوش نے دھوکا دیا اور کہا میں تمہارے راتب کے لئے ایک موٹا خرگوش لاتا تھا رستہ میں ایک دوسرا شیر ملا اور مجھ سے چھین لیا شیر کو غصہ آیا کہ بتلاو وہ کہاں ہے اس نے ایک کنویں پر لیجا کر کھڑا کر دیا۔ واقعی اُس میں شیر کا عکس نظر آیا بس شیر اُس کنویں میں جا کود اندر پہونچ کر معلوم ہوا کہ میں نے اپنے ہی اوپر حملہ کیا تھا۔ مولانا اسی کو فرماتے ہیں ؎

حملہ برخود میکنی اے سادہ مرد ہمچو آں شیرے کہ برخود حملہ کرد

اسی طرح ہم کو بھی اپنی دشواری کی صورت شریعت میں نظر آتی ہے۔ مگر حقیقت میں یہ اپنے اوپر اعتراض ہے اس پر ایک حکایت اور یاد آئی کہ ایک حبشی نے ایک آئینہ دیکھا اُس میں اپنی صورت نظر پڑی آئینہ کو بڑے زور سے پتھر پر کھینچ مارا کہ ایسا ہی بدشکل تھا تب تو کوئی تجھکو راستہ میں پھینک گیا ایک اور احمق کی حکایت ہے کہ اُس کا بچہ روٹی کھا رہا تھا لوٹے میں ایک ٹکڑا گر پڑا۔ جھانکنے سے اپنی صورت نظر آئی سمجھا کہ اس میں کوئی بچہ ہے باپ سے کہا ابا اس نے میرا ٹکڑا لے لیا۔ آپ چھیننے اُٹھے جھانک کر دیکھا تو اپنی شکل بولے کہ لعنت خدا کی بڈھا ہو کر بچہ کا ٹکڑا چھین لیا تف ہے تیری اوقات پر سو وہ کس کو تف کہہ رہے تھے اپنے کو۔

اسی طرح ہم لوگوں نے آئینہ شریعت میں اپنی شکل کو دیکھا اور وہ تنگی اپنی صفت تھی اُس کو شریعت کی تنگی سمجھا حضرت یہ ہے حقیقت سختی کی اور میں ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ ایک طبیب علاج کر رہا ہے اور بہت شفیق بھی ہے مگر نہ ایسا آزاد کہ خاک پتھر سب کی اجازت دیدے ظاہر ہے کہ جب غذائیں کہائی جاویں گی تو کسی چیز کی تو ضرور ہی ممانعت ہوگی اتفاق سے ایک دیہاتی پہونچا کہ صاحب کہاؤں کیا جواب دیا کہ بکری کا گوشت پالک۔ وہ بولا یہ تو ملتا نہیں کہا مونگ کی دال کہا یہ بھی نہیں ملتی کہا فیرنی کہنے لگا

لگا یہ بھی نہیں ہے پھر خود پوچھا بیگن کھالوں کہا ہر گز نہ کھانا کریلہ کو پوچھا اس کو بھی منع کیا آلو سے بھی منع کر دیا تو دیہاتی نے کہا کہ صاحب ہمارے یہاں تو یہی چیزیں ملتی ہیں طبیب نے کہا کہ فتویٰ طب کا تو یہی ہے دیہاتی نے باہر آ کر کہا کہ صاحب یہ تو بڑے سخت ہیں کہ یہ بھی نہ کھاؤ وہ بھی نہ کھاؤ تو کیا طبیب پر یہ الزام صحیح ہے یا یہ کہا جاوے گا کہ وسعت تو یہ ہے کہ متعدد چیزوں کی سب کی اجازت دیدی لیکن وہ مقام ایسا کور دہ ہے کہ بجز مضر چیزوں کے وہاں کچھ ملتا ہی نہیں تو یہ طب کی تنگی تو نہیں اس شخص کے گاؤں والوں کی معاشرت کی تنگی ہے اسی طرح حاجت ضروریہ پر نظر کر کے دیکھئے کہ معاش کی ضروری سبیلوں کو جو کہ قریب الوقوع ہیں اگر پچیس آپ نکالینگے تو بیس کو شریعت یجوز کہیگی اور پانچ کو لا یجوز لیکن اگر آپ کے ملک والے ہمیشہ اُن ہی پانچ کو استعمال کریں اور بیس کو متروک کر دیں تو یہ تنگی معاشرت کی ہوئی یا قانون شریعت کی۔

پس یہ الزام تو بحمد اللہ بوجہ احسن واکمل رفع ہو گیا اور اگر اس کی تصدیق میں شبہ ہو تو علم دین پڑھیے اس سے معلوم ہو گا کہ شریعت نے ابواب معاش میں کس قدر توسع کیا ہے اب صرف ایک فریاد رہ گئی ہے اُس میں جی چاہتا ہے مسلمانوں کی ہمدردی کرنے کو وہ یہ ہے کہ یہ تو سمجھ میں آگیا کہ شریعت میں تو دشواری نہیں مگر حالت موجودہ میں اس عارض کے سبب کہ ہمکو سابقہ ایسوں سے پڑا ہے جو شریعت پر عمل نہیں کرتے عارضی دشواری تو ہو گئی تو ہم پر تو دشواری کا اثر آخر ہو پہنچ گیا البتہ اعتقاد درست ہو گیا کہ شریعت میں دشواری نہیں۔ مگر عمل کس طرح سے کریں کیا لین دین چھوڑ دیں کیونکہ نوکریاں اکثر ناجائز معاملات اکثر ناجائز تجارت اکثر ناجائز تو یہ ایک فریاد قابل استماع ہے سو اس کے متعلق بھی سن لیجئے اس میں قدرے تفصیل ہے وہ یہ کہ آپ نے جو چند معاملات کو دیکھکر اس عارضی دشواری کے اعتبار سے عام حکم کر دیا کہ سب ہی دشوار ہے غیر مسلم ہے سمجھئے کہ ایسے اعمال دو قسم کے ہیں ایک تو وہ کہ اُن کی اصلاح کرنے سے معاش کی گاڑی کچھ اٹکتی ہے اور ایک وہ کہ اُن کی اصلاح سے معاش کا کچھ بھی نقصان نہیں مثلاً وضع شریعت کے موافق بنائیے نماز روزہ کریے حج کریے تکبر نہ کریے باجا گا چھوڑ دیے تو بتلائیے اُس میں معاش کا کیا نقصان ہے۔ تو اس میں تو آپ آج ہی سے اصلاح کر لیجئے۔ پس زیادہ اعمال تو آپ کے آج

ہی سے درست ہوجاوینگے کیونکہ پچاس عمل میں چالیس ایسے نکلیں گے کہ محض گناہ بے لذت ہیں کہ خواہ مخواہ آپ نے اُن کو اپنے پیچھے لگا رکھا ہے۔ آگے دس ہی رہ جاوینگے اُس میں اگر آپ کی اصلاح نہ بھی ہوئی تو چونکہ غالب درجہ اعمال صالحہ کا موجود ہوچکا ہے اس لئے حق تعالےٰ سے اُمید ہے کہ بقیہ اعمال کو جو کہ مغلوب وقلیل ہیں درست فرما دیں جیسے ایک شعلہ جوالہ کہ دیکھنے میں پورا دائرہ شعلہ نظر آتا ہے حالانکہ اُس میں بہت چھوٹی قوس نورانی ہے اور بڑی قوس ظلمانی مگر جب نور وظلمت جمع ہوتے ہیں تو نور ہی غالب آتا ہے۔ اور اس درستی میں گویہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کی خاصیت ہی یہی ہے جیسے مقناطیس کہ بالخاصہ جاذب حدید ہے پس اگر ہم یہ کہیں کہ اعمال صالحہ میں بھی خاصیت یہی ہے کہ بقیہ اعمال کو درست کردیتا ہے تو اس کا دعویٰ ہوسکتا ہے مگر میں اس کا راز بھی بتلاتا ہوں کہ اعمال صالحہ میں ایک اثر ہے کہ اس سے قلب میں قوت ہوتی ہے اور صحابہ کی ترقی کا راز یہی ہے ہم نے بزرگوں کو دیکھا ہے کہ بیماری میں اٹھا نہیں جاتا مگر نماز کے وقت بلا تکلف کھڑے ہوکر نماز ادا کرلیتے ہیں خوب کہا ہے ؎

ہر چند پیر وخستہ وبس ناتواں شدم
ہرگہ نظر بروئے تو کردم جواں شدم

اُن کی خدمت میں جب جی چاہے جاکر دیکھ لیجئے غرض طاعت سے قوت ہوتی ہے اور اصلاح نہ کرنے کا صرف یہی سبب تھا کہ ہمت نہیں ہوتی تھی مگر جب قوت ہوگی تو تمام موانع مضمحل ہوجاوینگے اور اگر کوئی اس ڈر سے کہ کہیں اصلاح ہوجاوے یہ تدبیر بھی نہ کرے تو دوسری بات ہے جیسے کسی نے یہ سنکر کہ چاند دیکھنے سے روزہ فرض ہوجاتا ہے کہا تھا کہ ہم چاند ہی نہ دیکھیں گے۔

غرض اس طرح قوت پیدا ہوجاتی ہے۔ اور ضعف جاتا رہتا ہے یہ ہے وہ راز اور اگر بالفرض اصلاح بھی نہوئی تو ایک اور بات تو ضرور پیدا ہوجاوے گی کہ اُس معصیت کی مذمت آپ کے قلب میں جمتی چلی جاوے گی اور اُس سے نفرت پیدا ہوجاویگی اور یہ مذمت ونفرت آپ کی اصلاح کردے گی اور آخری بات یہ ہے کہ اگر اس طرح بھی اصلاح نہوئی تو جرائم تو گھٹ گئے اگر ایک شخص پر چار جرم قائم ہوئے اور وکیل نے کہا کہ تین تو ٹل سکتے ہیں مگر ایک نہیں ٹل سکتا۔ تو کیا کوئی یہ کہیگا کہ چوآب از سر گذشت چہ یک نیزہ چہ یک دست۔ ہرگز نہیں بلکہ تخفیف ہی کو غنیمت سمجھیں گے

تو اسی طرح آپ بھی پچاس جرائم میں سے صرف دس ہی کے مجرم رہ گئے اب وہ حصہ رہ گیا جس میں تغیر کرنے سے معاش کا حرج ہے تو اول تو چونکہ آپ کو شریعت کے احکام نہیں معلوم ہیں اس وجہ سے بہت افعال ناجائز صادر ہو جاتے ہیں اگر آپ احکام کی تحقیق کیجیے گا تو آپ کو معلوم ہو گا کہ تھوڑے سے تغیر سے وہ بھی جائز ہو جاوے گا مثلاً اگر آپ نے چاندی خریدی تو اُس میں مسئلہ یہ ہے کہ چاندی کا مقابلہ اگر چاندی سے ہو تو زیادتی کمی حرام ہے۔ اب اگر کہئے کہ صاحب اچھا مسئلہ سُنا کہ نرخ کے حساب سے تو سو روپیہ کی چاندی ایک سو بیس بھر آتی مگر اب سو روپیہ کی سو ہی روپیہ بھر ملی اچھا عمل کیا کہ بیس روپیہ کا خسارہ ہوا اب ساری عمر کے لئے مولویوں کو خیر باد کہدیں گے تو سنئے بات یہ ہے کہ اگر مولوی صاحب سے یوں پوچھتے کہ مولوی صاحب جب چاندی میں زیادتی حرام ہے تو اب اگر اس پر اس خاص صورت میں عمل کریں تو بڑا نقصان ہو گا کیا کوئی جائز شکل بھی معاملہ کی ہے تو مولوی صاحب یوں کہتے کہ اُن روپیوں میں ایک گنی بھی ملا لو تو ایک سو بیس بھر چاندی جو آوے گی تو پچاس روپیہ بھر تو پچاس روپیہ کی آوے گی۔ اور باقی کو اُس گنی میں شریعت محسوب کر دے گی۔ تم کو نیت کرنیکی بھی ضرورت نہیں شریعت خود فیصلہ کر چکی ہے تو اب بتلائیے کیا نقصان ہوا اب مشکل تو یہ ہے کہ علماء سے پوچھتے بھی نہیں صاحبو پوچھتے تو رہو اور میں یہ تو نہیں کہتا کہ سب کو مولوی صاحب جائز ہی کہدیں گے۔ کیونکہ شریعت اُن کے گھر کی تو ہے نہیں کہ وہ اپنے اختیار سے جسے چاہے جائز کر دیں جیسا کہ ایک مطوف سے ایک بڑھیا نے صفا مروہ کی سعی میں تھک کر کہا تھا کہ مولوی صاحب اب تو معاف کر دو۔

اسی طرح بعضے لوگ یوں چاہتے ہیں کہ علماء ہند مثل بعض علماء مصر کے کرنے لگیں ان بعض علماء نے ایسا کر رکھا ہے کہ جو دنیا میں ہو رہا ہے سب جائز تو یہاں کے لوگ بھی یہی کرانا چاہتے ہیں علماء سے جیسے ایک رئیس نے ایک نوکر سے یہ کام لیا تھا کہ جو ہماری زبان سے نکلے تم اُس کی تصدیق کر کے توجیہ کر دیا کرو چنانچہ ایک بار اس رئیس کے مُنہ سے نکلا کہ ہم شکار کو گئے ایک ہرن پر گولی چلائی وہ اس کے سُم کو توڑ کر ماتھے کو پھوڑ کر نکل گئی سب اہل مجلس ہنسنے لگے کہ سُم اور ماتھے کا کیا جوڑ نوکر بولا سچ ہے حضور وہ اُس وقت سُم سے پیشانی کھجلا رہا تھا تو حضور علماء سے تو ایسی نوکری ہو تی

نہیں نہ ہم اتنے ذہین ہیں اور نہ خدا کرے کہ ہوں۔

تو حاصل یہ کہ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ سب کو جائز کہدیں۔ مگر پوچھکر دیکھو تو بہت سے اشکالات کا جواب ملجاوے گا تو بہت بڑا حصہ اس عارضی دشواری کا اس طرح ختم ہو جاوے گا۔ ہاں بعض امور پھر بھی ایسے رہ جائیں گے کہ وہ بالکل ناجائز ہوں گے مگر اُس میں بھی دو درجے ہیں ایک تو وہ کہ اُس کو چھوڑ کر دوسرے کام میں لگ سکتے ہیں پس اُس کو تو چھوڑ دیا جاوے کیونکہ اُس کا چھوڑنا مضر حوائج ضروریہ نہیں اور ایک درجہ وہ ہے کہ اُس کو چھوڑ نہیں سکتے کیونکہ دوسرے کام اس کے حوائج ضروریہ کو کافی نہیں تو بادل کارہ اس کو کرتے رہو اور گو یہ جائز تو نہوں گے مگر اس کے متعلق ایک دستور العمل ایسا بتلاتا ہوں کہ اُس سے ایسے جرائم خفیف ہو جاویں گے وہ یہ کہ اُس میں دو برتاؤ کرنا چاہئے ایک تو یہ کہ ہر روز توبہ کیا کرے اب تو یہ غضب ہے کہ لوگ توبہ کی حقیقت نہیں سمجھتے توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ کیا اُس پر پچھتائے اور دعا کیجئے کہ اے اللہ مجھے معاف فرمائے مواخذہ نہ کیجئے توبہ کیوں نہیں کرتے کیا ایسا کرنے سے نوکری سے موقوف ہو جاؤ گے ہرگز نہیں بلکہ تم نوکر ہی رہو گے۔

دوسرے یہ دعا کیا کرو کہ اے اللہ کوئی دوسری سبیل میرے لئے نکال دیجئے تو اُس میں یا تو کوئی سبیل نکلے گی اور جو کوئی دوسری سبیل نہ نکلی تو یہ شخص شرمندہ گنہگاروں کی فہرست میں تو لکھا جاوے گا جری گنہگاروں کی فہرست میں نہیں لکھا جاوے گا۔ اور یہ توسع آپ میری ہی زبان سے سنیں گے اور اس توسع میں راز شرعی یہ ہے کہ اگر چھوڑنے پر مجبور کیا جائے تو شاید اس کو چھوڑ کر اس سے بھی زیادہ کسی گناہ شدید میں مبتلا ہو جائے۔ مثلاً یہی کہ چلو آریہ بنیں تو یہ توسع این بلا دفع بلاہائے بزرگ کا مصداق ہے اور میں کفر عہ سے بچاتا ہوں کیونکہ جب آدمی نادار ہوتا ہے تو خدا جانے کیا کیا اُس کو سوجھتا ہے۔

ہمارے حضرت حاجی صاحب جب تھانہ بھون میں رہتے تھے ایک پٹھان حضرت کی خدمت میں دعا کرانے آیا کرتے تھے کہ مجھ پر ایک شخص نے جائداد کے معاملہ میں بڑا ظلم کر رکھا ہے حضرت دعا فرما دیتے ایک بار آکر کہنے لگے کہ اب تو اُس نے حد ہی کر دی اور جائداد غصب ہی کرنے کو ہے۔ حضرت نے فرمایا بھائی صبر کرو اُس نے کہا بہت اچھا دفعۃً حافظ محمد ضامن صاحب حجرہ میں سے نکل آئے اور اُس پٹھان

عہ واعظم المفسدتین بابتہ قریباً فی قولہ والحکمۃ فی اذنہ ثم الطالۃ ان یکون ابلغ فی قطع عاذہم فی ذلک زجرہم عن مثلہ اھ

سے فرمایا ہرگز صبر مت کرنا جاؤ نالش کرو اور ہم دعا کریں گے اور حضرت سے فرمایا کہ آپ تو صابر شاکر تھے سب چھوڑ کر بیٹھ رہے اس میں تو اتنی قوت نہیں یہ اگر اسباب معاش کو چھوڑ دے گا تو جب حاجت ستاوے گی یہ جھوٹی گواہی دے گا چوری کرے گا تو ایسوں کو صبر نہیں کرایا کرتے۔ تو یہ اصل راز ہے اس توسع کا تو آپ کسی سے اتنی گنجائش نہ سنیں گے مگر یہ اس لئے ظاہر کر دیا گیا کہ یہ کفر سے بچانا ہے لیکن خدا کے لئے اس کو آپ تمام معاصی میں آڑ نہ بنا لیں کہ یہ جز تو بہت اچھا ہاتھ آیا بات یہ ہے کہ اول تو یہ بہت تھوڑا حصہ ہے سب معاصی میں اُس کا توڑ نہیں ہو سکتا دوسرے اُس میں یہ قید بھی تو لگی ہوئی ہے کہ اُس سے نکلنے کی ہر وقت فکر کرتے رہو جیسے کوئی پائخانہ میں بیٹھا ہو اور تقاضا نکلنے کا رہتا ہے۔ اس پر مجھے ایک حکایت یاد آئی کہ ایک رئیس صاحب ریل میں بیٹھے ہوئے تھے اور کہیں جگہ نہ تھی مگر اُنہوں نے کئی آدمیوں کی جگہ گھیر رکھی تھی اور کوئی کچھ کہتا تو دھمکاتے آخر ضرورت سے پائخانہ میں گئے تو چٹخنی لگ گئی اور اُن کے کھولنے سے نہ کھلی بڑے پریشان لوگوں سے التجا کی سب نے انکار کر دیا۔ آخر بڑی سماجت کے بعد لوگوں نے دو شرط تنگ نہ کرنے کی قسم کھلائی یہ بھی نہ دیکھا کہ یہ پاخانہ ہے اُس میں قسم کھلانا جائز نہیں تو جس طرح وہ پائخانہ سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا اسی طرح حرام نوکری میں ایسے ہی رہو کیا کوئی پائخانہ میں جا کر فخر کرتا ہے بلکہ قید سمجھتے ہیں مگر مجبوری میں کیا کریں بس اس کی یہ حالت ہوگی کہ ؎

چونکہ بر میخت بہ بندد بستہ باش   چوں کشاید چابک و برجستہ باش

تو نکلنے کی فکر تو کرو کوشش تو کرو گو کچھ اُمید نہ بھی ہو اسی کو فرماتے ہیں ؎

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید   خیرہ یوسف وار میباید دوید

یوسف علیہ السلام کا قصہ یہ ہوا کہ جب زلیخا نے دروازہ بند اور مقفل کر لیا اور آپ نکلنے کے لئے دوڑے ہیں عجیب توکل اور ہمت تھی کہ باوجود قفل لگے رہنے کے دوڑے اور آخر قفل ٹوٹ کر سب دروازے کھل گئے اُس کو فرماتے ہیں کہ ؎

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید   خیرہ یوسف وار میباید دوید

اور اگر نہ بھی کھلے گا تو حق تعالیٰ یہ تو دیکھیں گے کہ یہ تو دوڑا ہے گر بھی لگ گئی اتنے پر بھی فضل ہو جاوے گا۔

اب بتلائیے اس میں کونسی چیز مشکل ہے میں تو نوکری نہیں چھڑاتا مگر نفور رہیں سو یہ کیا مشکل ہے اب تو یہ بھی نہیں بلکہ معصیت پر نازہے بیباکی ہے سو یہ فخر کیسا اور اور تکبر کیسا اور اہل دین کو ذلیل کیوں کہا جاتا ہے سو اہل اسباب کا علماء کی ساتھ بڑا اختلاف معاش کے باب میں تھا مگر اس سے زیادہ معاش کے متعلق کیا گنجایش ہوسکتی ہے تو اب کونسا مرتبہ اختلاف کا رہ گیا۔ نرا قانون تو دشوار ہے نہیں اور یہ قانون سخت نہیں صرف بات یہ تھی کہ لوگوں کی طرف سے دشواری ہوجاتی ہے تو اس میں بہت بڑی فہرست اصلاح کی تو معاش میں مخل ہی نہیں اور جو مخل ہے اُس کا بڑا حصہ تدبیر سے جائز ہوسکتا ہے اور جو تدبیر سے بھی جائز نہو سکے وہ اولاً مختصر ثانیاً اس میں اس طرح رہنے کی اجازت کہ اُس سے نکلنے کی کوشش اور کئے پر پچھتانا اور توبہ کرتے رہنا تو اب وہ کونسا جز ہے جس پر یہ اشکال ہے کہ شریعت کی پابندی بہت سخت ہے تو بحمد اللہ بے غبار یہ ثابت ہوگیا کہ ما جعل علیکم فی الدین من حرج الآیہ۔

تمت خلاصۃ نفی الحرج

مسئلہ زیر بحث یعنی مسئلہ تصویر بھی اس عام ضابطہ سے خارج نہیں ہوسکتا جیسا کہ انشاء اللہ تعالےٰ آپ اس رسالہ کے آخری باب میں ملاحظہ فرمائینگے کہ باوجود اس عالمگیر وبا کے جو تصاویر کی صورت میں پھیلی ہوئی ہے اور بظاہر دنیا کا کوئی کام اس سے بچا ہوا نہیں۔ لیکن اس وقت بھی اگر کوئی شخص شرعی فتوے کی پابندی کرنا چاہے تو اُس کا کوئی ضروری مقصد فوت نہیں ہوتا۔ واللہ ولی التوفیق وعلیہ التکلان۔

باب اوّل

مسئلہ تصویر پر ایک عقلی بحث

ممانعت تصویر کی عقلی وجوہ بیان کرنے سے پہلے ایک تمہید مفید کی ضرورت ہے جو دو اصولی اور اہم مسائل پر مشتمل ہے۔ ایک یہ کہ شدید جرائم کے مقدمات ومبادی بھی ہر قانون میں جرائم سمجھے جاتے ہیں اور یہی عقل اور عدل کا اقتضاء ہے۔

اور دوسرے یہ کہ مسلمان کے لئے غیر مسلموں اور فساق وفجار کے ساتھ صورت وضع میں بھی مشابہت پیدا کرنا ممنوع ہے اور یہی عقل ونقل سے ثابت ہے یہ دونوں مسئلے اسلام کے اہم مسائل میں سے ہیں جن کے تحت میں احکام شرعیہ کے بیشمار جزئیات داخل ہیں اگر ان کو صحیح طور پر سمجھ لیا جائے تو بہت سے جزئیات احکام کا عقلاً سمجھ لینا بالکل آسان ہو جائے اس حیثیت سے یہ دونوں مسئلے خود مستقل مقصد کی حیثیت رکھتے ہیں اس لئے ان دونوں کو کسی قدر تفصیل سے لکھا جاتا ہے۔

اگرچہ ضمنی طور پر ذکر کرنے کے لئے اتنی تفصیل کی حاجت نہ تھی۔

پہلا مسئلہ شدید جرائم کے مبادی بھی جرائم ہوتے ہیں

اس میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا ہے کہ دنیا کی تمام کائنات خواہ حسنات ہوں یا سیئات، اچھی چیزیں ہوں یا بری فطرۃً متفاوت اور مختلف المراتب پیدا کی گئی ہیں۔ جس طرح حسنات اور مرغوبات سب ایک طرح کی نہیں اُن کے مراتب میں شدید اختلاف ہے۔ کوئی بڑی اور کوئی چھوٹی کوئی کم اور کوئی زیادہ۔ ایسے ہی مکروہات اور ناگوار چیزیں بھی سب برابر نہیں اُن میں بھی درجات ہیں۔ دور اندیش عقلمند سے لیکر ایک ناداں بچہ بلکہ اکثر حیوانات تک اس کا احساس کرتے اور اپنے طرز عمل میں اِن کے فرق مراتب کا لحاظ رکھتے ہیں دین ودنیا کے تمام کارخانے اسی تمیز اور تفریق پر چل رہے ہیں۔ اگر فرق مراتب کو نظر انداز کرتے ہوئے تمام چھوٹی بڑی حسنات اور مرغوبات کو ایک ہی نظر سے دیکھا جائے یا اسی طرح تمام سیئات ومکروہات کو ایک ہی کانٹے میں تولا جائے

له یہ مضمون حجۃ اللہ فی الارض حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کے کلام سے ماخوذ ہے جس کو کسی قدر حذف واز دیا اور چند مزید تائیدات کے ساتھ ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے ۱۲ محمد شفیع عفی عنہ ۱۲

تو اگر ایک طرف مذہب سے گرفرق مراتب نکنی زندیقی۔ کہکر الگ ہوجائے گا تو دوسری جانب عقل بھی یہ کہکر کھڑی ہوجائے گی سے

ہمائے گو مفگن سایۂ شرف ہرگز　　بر اں دیار کہ طوطی کم از زغن باشد

نظام عالم اسی اصل پر قائم ہے جس قسم کا مرض ہوتا ہے ویسے ہی اُس کی تدبیر کی جاتی ہے۔ معمولی امراض کی طرف توجہ بھی نہیں کی جاتی اور نہ عادۃً اُن کو کوئی مرض کہتا ہے ورنہ دنیا ساری ہی دارالمرضیٰ ہوجائے اور روئے زمین پر کوئی بھی تندرست نہ نکلے۔ اور جب مرض کسی قدر شدت پکڑتا ہے تو اُسی قدر اُس کے علاج کی طرف توجہ کی جاتی ہے۔ دوا بھی کرتے ہیں اور پرہیز کا بھی ایک حد تک التزام ہوتا ہے اور اگر مرض مہلک یا خطرناک ہوتا ہے تو ہر ممکن تدبیر سے اُس کے علاج کے لئے آمادہ ہونا پڑتا ہے کہیں یونانی طبیبوں سے مشورہ لیا جاتا ہے اور کہیں یوروپین ڈاکٹرں اور سول سرجنوں کی دربانی کرنی ہوتی ہے۔ پرہیز میں بھی نہایت احتیاط برتی جاتی ہے۔ بلکہ مرض کے شروع ہونے سے پہلے ہی محض وہم پر پیش بندیاں کی جاتی ہیں۔

جس زمانہ میں کسی بستی میں طاعون کا دور دورہ ہوتا ہے لوگ بخار کے تصور سے ڈرنے لگتے ہیں اور ذرا بدن گرم ہوتا ہے تو سو تدبیروں سے اُس کے ازالہ کی فکر کی جاتی ہے جن نرم جگھوں میں طاعون کی گلٹی نکلا کرتی ہے اُن میں ذرا ورم ہوجانے سے کان کھڑے ہوجاتے ہیں اگر اُسے یہ یقین بھی دلایا جائے کہ وہ گلٹی نہیں بلکہ ایک معمولی ورم ہے۔ تب بھی اُس کی صوری اور ظاہری مشابہت اُسے چین سے نہیں بیٹھنے دیتی۔ بلکہ پہلے سے بطور دور اندیشی اُس کے دفعیہ کی کوشش کی جاتی ہے جن لوگوں کا فرض منصبی حفظ صحت پر غور کرنا ہے اُن کو ان دنوں غیر معمولی سرگرمی سے کام لینا پڑتا ہے۔

مینوسپلٹی کا فرض ہوتا ہے کہ وہ شہر کی صفائی میں اپنی ہر ممکن کوشش صرف کرکے وہاں کی ہوا درست کرنے کی فکر کرے داکٹروں اور سول سرجنوں کو حکم ہوتا ہے کہ وہ کنوں کے پانی کو اپنی طبی تجاویز سے صاف کریں شہر میں ایسی چیزیں بیچنے کی ممانعت ہوجاتی ہے جن سے مرض کی تولید یا تقویت ہوتی ہو۔

اسی طرح ہیضہ کے زمانہ میں اچھے خاصے تندرست آدمی بھی کھانے پینے میں

نہایت احتیاط کرتے ہیں۔ مکانات کی صفائی کا ایک خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔
اس قسم کی دوائیں گھروں میں رکھی جاتی ہیں جو اس مرض کے لئے مجرب ہوں۔ کسی کو ذرا بدہضمی ہوگئی تو موت کا نقشہ سامنے آجاتا ہے اُسی وقت طبیبوں اور ڈاکٹروں کی تلاش اور دواؤں کا استعمال شروع ہوجاتا ہے۔
اطبا اس زمانہ میں مسہل نہیں دیتے اور صورت مرض سے بھی اس لئے پرہیز کرتے ہیں کہ مبادا یہ صورت اس وقت کی ہوا سے حقیقت کا رنگ اختیار کرے۔
بہرحال دنیا کا یہ رویہ ہے کہ جیسا مرض ہوتا ہے اُسی کے مناسب اُس کی تدابیر کی جاتی ہیں۔ مہلکات اور خطرناک امراض کے مبادی کو بھی سرسری نہیں سمجھا جاتا بلکہ انجام بینی سے بہت سی ایسی چیزوں سے بھی پرہیز کیا جاتا ہے جن کا کسی وقت ناگوار اثر پیدا ہونیوالا ہو۔
اسی کی ایک نظیر ارباب حکومت کا طرز عمل ہے کہ جیسا جرم ہوتا ہے اُس کے مناسب اس کی سزا تجویز کی جاتی ہے۔ بہت سے چھوٹے چھوٹے جرموں اور خطاؤں پر چشم پوشی کی جاتی ہے اور بلا کسی سزا کے چھوڑ دیا جاتا ہے اور جوں جوں جرم و نافرمانی بڑھتی ہے سزا میں اضافہ کیا جاتا ہے سب سے بڑے جرم و نافرمانی کے لئے سزا بھی سب سے بڑی تجویز ہوتی ہے اُس کے شبہ اور شائبہ پر دار وگیر کی جاتی ہے۔ اُس کے مبادی پر بھی بازپرس ہوتی ہے۔
مثلاً سلطنت و حکومت کی سب سے بڑی نافرمانی بغاوت ہے اسی لئے سیاست کا اقتضا ہے کہ اُس کے لئے سزا بھی ایسی ہی تجویز کی جائے چنانچہ آج بھی اُس کی سزا یا یہ ہوتی ہے کہ اُس مجرم کی ہستی سے دنیا کو پاک کر دیا جائے یا یہ کہ اُس کو عبور دریائے شور کا حکم کیا جائے اس کے تھوڑے سے شبہ پر بھی بازپرس ہوتی ہے بلکہ بطور پیشبندی جس پر اس قسم کے خیالات کا احتمال ہوتا ہے اُس کی خفیہ نگرانی کی جاتی ہے۔ سی آئی ڈی کے اتنے بڑے طویل و عریض محکمہ کے بیحد مصارف سلطنت اسی لئے گوارا کرتی ہے کہ وہ اس قسم کے لوگوں اور مجمعوں سے باخبر رہیں۔ ہر قوم کے معابد مدرسہ اور بڑی مسجدیں جہاں لوگوں کا اجتماع ہوتا ہو اُس کے آدمیوں کا ہر وقت موجود رہنا ضروری ہوتا ہے۔ اُن کا فرض ہوتا ہے کہ وہ ہر مجمع میں موجود رہیں

ایسے واعظ اور لیکچرار کی تقریر کا حرف حرف ضبط کریں جس کی تقریر سے کسی شورش اور فتنہ کے ہیجان کا اندیشہ ہو۔

حاصل یہ کہ سنگین جرموں کے مبادی اور شروعات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاتا جن کی طرف دوسرے جرموں میں التفات تک نہیں ہوتا اُن کے مبادی پر بھی وہ سزائیں مقرر ہیں جو خفیف جرموں کے مرتکب ہونیوالے کو بھی نہیں دی جاتیں۔

چوری بھی ایک جرم ہے اور بڑا جرم ہے اور اسی وجہ سے اُس کے لئے سزا بھی قید سخت مقرر ہے لیکن چور کو اُس وقت تک سزا نہیں دی جاتی جب تک وہ چوری کرنے یا نقب پر سے نہ پکڑا جائے۔ محض اُس کے واہمہ اور شبہ پر کوئی سزا نہیں دی جاسکتی۔ اگرچہ وہ چوری میں معروف و مشہور ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ چور سلطنت کا مقابلہ نہیں کرتا اور نہ حکومت کو اُس سے کوئی خطرہ، اور باغی چونکہ سلطنت کا مقابلہ کرتا ہے اُس کا تختۂ مشق براہ راست تخت سلطنت ہے اس لئے بغاوت کے مبادی کو ایک مستقل جرم قرار دے کر اُس کو محض شبہ پر بھی گرفتار کرلیا جاتا ہے۔ اور جس پر بغاوت کا ثبوت ہوجاتا ہے اُس کے لئے تو جو سزا ہے ظاہر ہے۔ اُس کے عزیز و قریب احباب و متعلقین بھی اگرچہ اُن کو بغاوت میں کوئی شرکت نہ ہو صرف اس تعلق کے جرم میں محض شبہ پر مستحق سزا سمجھے جاتے ہیں۔ وہ جس محلہ سے ہوکر گذرتا ہے محلہ والے مشتبہ نظروں سے دیکھے جاتے ہیں۔

اسی طرح اور ٹھیک اسی طرح سمجھئے کہ شریعت بھی ایک روحانی سلطنت ہے اُس کے بھی قواعد اور تعزیرات مرتب ہیں۔ اس میں بھی اسی فطری طریق پر جرائم و معاصی کے بھی مراتب ہیں اور اُن کی سزا و عذاب کے بھی۔

معمولی جرموں سے اغماض یا چشم پوشی کی جاتی ہے اور اگر سزا بھی ہے تو بہت خفیف۔ اس کے بعد بڑے گناہوں کے لئے بڑی بڑی سزائیں مقرر ہیں مگر اُسی وقت جب وہ گناہ سرزد ہوجائیں، اُن کے مبادی کسی مستقل گناہ کا حکم نہیں رکھتے اور پھر اس کے بعد اُن معاصی کا درجہ ہے جو اکبر کبائر ہیں جس طرح اُن کے صدور پر سخت سے سخت جہنم کے عذاب کی وعیدیں ہیں اسی طرح اُن کے مبادی بھی ایک مستقل گناہ کا حکم رکھتے ہیں اور اُن کے لئے بھی سخت عذاب مقرر ہیں۔

جیسے دُنیوی سلطنت کا سب سے بڑا جُرم بغاوت تھا۔ اسی طرح روحانی سلطنت (شریعت) کا سب سے بڑا جُرم شرک اور عبادتِ غیر اللہ ہے جو درحقیقت بغاوت ہی کا مرادف ہے اس لئے اس کے مجرم کی سزا ابد الآباد کے لئے خلودِ جہنم کے دردناک عذاب ہیں۔

حکام دنیا کا تسلط مجرم پر زندگی تک محدود ہے، ایک دن موت ان کی تمام سزاؤں اور تکلیفوں کا خاتمہ کر دیتی ہے مگر اُس کا اُخروی عذاب اس سے بری ہی مجرم کو جہنم میں جھونک کر۔

ثُمَّ لَا یَمُوْتُ فِیْھَا وَلَا یَحْیٰی۔ | نہ پھر اس میں مرتا ہے نہ جیتا ہے

کا قطعی حکم سُنا دیتا ہے۔

اور جس طرح ظاہری سلطنت میں بغاوت کے مبادی بھی مستقل جُرم سمجھے جاتے ہیں اور اُس کے شبہات و اوہام پر بھی سزائیں دی جاتی ہیں اسی طرح روحانی سلطنت میں شرک کے مبادی بھی مستقل جرم اور سخت گناہ ہیں اُس کے شبہات کو بھی سرسری نہیں دیکھا جاتا اُس کی صوری اور ظاہری مشابہت سے بھی روکا جاتا ہے۔ کیونکہ مشابہت صورت کو تاثیر فی الحقیقت میں ایک خاص دخل ہے۔ شریعتِ اسلام کے غیر محصور احکام اسی اصل پر مبنی ہیں۔ اسی لئے تمہید میں دوسرا مسئلہ تشبہ بالکفار رکھا ہے اور چونکہ یہ ایک مستقل مضمون ہو گیا اس لئے مستقل نام سے لکھا جاتا ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔

تنویر الاخیار

عن

التشبہ بالکفار

تشبہ بالکفار کی حقیقت اور اُس کی شرعی حیثیت

خداوند سبحانہ وتعالیٰ کی عجیب حکمت بالغہ ہے کہ ایک نوع انسان میں باوجود اس قدر اوصاف مشترکہ کے جو تمام افراد انسانی میں مساوی طور پر پائے جاتے ہیں مثلاً آنکھ ناک کان چہرہ اور ہاتھ پاؤں قد وقامت بول چال۔ حرکت وسکون کی عام حالتیں عادت وطبیعت سب ہی مشترک ہیں۔ لیکن ان تمام اشتراکات کے ہوتے ہوئے اس کی مختلف اصناف اور مختلف جماعتوں میں اور پھر اُس کے تمام افراد میں ایسے امتیازات قائم فرما دئے ہیں کہ ایک صنف دوسری صنف سے نہیں ملتی ایک جماعت دوسری جماعت سے ملتبس نہیں ہوتی۔ ایک شخص دوسرے شخص کے ایسا مشابہ نہیں ہوتا کہ پہچان دشوار ہوجائے۔ دنیا ودین کے تمام کارخانے اسی امتیاز پر قایم ہیں اگر اس امتیاز میں ذرا خلل آجائے۔ تو دنیا کی زندگی وبال ہوجائے اور دین کے تمام احکام مختل ہوجائیں۔ بیوی اور ماں میں امتیاز نہ رہے باپ اور بیٹا ملتبس ہوجائیں ایک شخص دوسرے کی ملکیت پر قبضہ کرے۔ عورت مرد کا فرق نہ رہے۔

الغرض اصناف واقوام کی اشکال واحوال میں اور وضع وہیئت میں امتیاز کردینا حق سبحانہ وتعالےٰ کی ایک عظیم الشان نعمت ہے۔ اسی لئے شریعت اسلام نے امتیاز کے مٹانے کو ایک سنگین جرم قرار دیا ہے۔ مرد کو عورت کی وضع بنانا اور عورت کو مرد کی۔ یا کسی مسلمان کو کسی کافر کی وضع وہیئت بنانا یا کسی فاسق فاجر آدمی کی سی صورت اختیار کرنا اسلام نے قطعاً ناجائز قرار دیا ہے۔ نصوص قرآن وحدیث کا ایک ذخیرہ اس مضمون میں وارد ہوا ہے جس کے استیعاب کا نہ یہ موقع ہے اور نہ اُس کی اتنی ضرورت صرف اتنا عرض کرنا اس جگہ کافی معلوم ہوتا ہے۔ کہ شریعت غراء کا یہ حکم کہ مسلمان اپنے مذہبی اور قومی شعائر اور وضع وہیئت کی پوری حفاظت کریں اور دوسری

قوموں کی وضع وصورت سے قطعی اجتناب کریں۔ ہزاروں دنیوی اور آخرت کے فوائد پر مبنی ہے۔ اور اس حکم کے ترک کرانے میں سیکڑوں خرابیاں مضمر ہیں جن کو ہمارے مخدوم ابن المخدوم مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند نے اپنی مبسوط تصنیف۔ التشبہ فی الاسلام میں پوری طرح واضح کردیا ہے جو حضرات اس مسئلہ کی مکمل بحث عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ دیکھنا چاہیں مذکور الصدر کتاب کا مطالعہ اُن کے لئے انشاء اللہ تعالےٰ شرح صدر کا باعث بنے گا۔ اس جگہ صرف چند کلیے اجمالاً اس کے متعلق عرض کئے جاتے ہیں۔ اور ضرورت کے لئے اس قدر بھی کافی ہے۔

لیکن اس سے پہلے کہ اس مسئلہ کی شرعی حیثیت پیش کی جاوے۔ یہ بتلا دینا ضروری ہے کہ اس جگہ دو چیزیں ہیں۔ ایک تشبّہ۔ دوسرے تشابہ جس کو مشابہت بھی کہہ سکتے ہیں۔ زیر بحث اور ممنوع صرف تشبّہ ہے۔ تشابہ اور مشابہت ممنوع نہیں۔ اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ اتفاقی طور پر کسی شخص کا کسی دوسرے کے ساتھ شکل وصورت یا وضع وہیئت یا بعض اعمال وافعال میں مشابہ ہوجانا اس کو عرف ولغت میں تشابہ اور مشابہت کہا جاتا ہے اور یہ کسی کے نزدیک ممنوع نہیں اور نہ عقلاً اس کو ممنوع کہا جا سکتا ہے نہ شرعاً ورنہ یوں تو ہر انسان دوسرے انسان کے ساتھ جسمیں کافر بھی داخل ہے ہزاروں احوال وافعال میں مشابہ ہے اور مشابہ بھی ایسا کہ اُس مشابہت کو زائل کرنا اس کی قدرت سے خارج ہے۔ تو ظاہر ہے کہ اس غیر اختیاری فعل سے شریعت میں ممانعت نہیں ہوسکتی۔ بلکہ ممنوع و ناجائز تشبّہ کی صورت ہے جس کے معنی یہ ہیں۔ جان بوجھکر اپنے اختیار سے کسی خاص شخص یا خاص قوم کی وضع وہیئت بنانا اور اُس سے مشابہت پیدا کرنا۔

پھر تشبّہ کے دو درجے ہیں۔ ایک یہ کہ کسی کافر جماعت کے خاص ایسے مذہبی شعار میں اُن کی مشابہت اختیار کی جائے جس سے وہ اپنے معبودات باطلہ کی پرستش کرتے ہیں مثلاً بت کی طرف سجدہ کرنا اگرچہ خالص اللہ تعالےٰ کو سجدہ کرنے کی نیت سے ہو۔ یا گلے میں زنار ڈالنا۔ یا پیشانی پر قشقہ لگانا۔

اس خاص قسم کے تشبہ کی وجہ سے انسان دائرۂ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے

اور اگر تشبہ خاص عبادت و پرستش کے شعار میں نہیں ہے بلکہ عام وضع و ہیئت وغیرہ میں ہے تو یہ تشبہ اگرچہ کفر نہیں لیکن گناہ کبیرہ ہونے سے خالی نہیں۔

اسلام کے اصول۔ قرآن و حدیث و اجماع، ناطق ہیں کہ جیسے کفار کی مخالفت عقائد و اعمال میں واجب ہے ایسے ہی صورت و لباس۔ معاشرت و تمدن، وضع قطع میں بھی ضروری ہے۔ اور اُن کی ساتھ مشابہت کرنا ناجائز۔

آیت کریمہ لا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔ اس مضمون کے لئے بالکل صریح ہے کیونکہ اس میں کفار کی طرف میلان کرنے کی ممانعت ہے اور مشابہت پیدا کرنا ان کی ساتھ ظاہر ہے کہ بغیر میلان کے نہیں ہوتا۔

اور حافظ ابن تیمیہ رح نے اپنے فتاویٰ میں اسی دعوی کو ثابت کرتے ہوئے قرآن میں سے اس آیت کو پیش کیا ہے۔ والذین لا یشھدون الزور۔

اور مفسرین صحابہ و تابعین کی ایک جماعت سے لفظ زور کی تفسیر میں یہ نقل کیا ہے کہ اس سے مشرکین کے میلے وغیرہ مراد ہیں۔ اور فرمایا کہ مجاہد اور ربیع ابن انس رحمہما اللہ کا یہی قول ہے اور قاضی ابو یعلی سے بروایت ضحاک یہی تفسیر دو اسناد کے ساتھ نقل کی گئی ہے اور عمر ابن مُرہ سے اس کی تفسیر میں یہ الفاظ نقل کئے گئے ہیں۔

لا یماکنون اھل الشرک علی شرکھم ولا یخالطونھم	نہیں ٹھیرتے ہیں وہ مشرکین کے ساتھ اُن کے افعال شرکیہ پر اور نہ اُن سے اختلاط کرتے ہیں۔

اس لئے اُن تفاسیر کی بناء پر آیت مذکورہ کا ترجمہ یہ ہے۔

،، خدا کے نیک بندے کفار کے میلوں میں نہیں جایا کرتے ،،

کفار کے میلوں کی شرکت سے صحابہ کو منع کیا جاتا ہے مگر کیا معاذ اللہ اس خیال سے کہ اُن پر افعال شرکیہ میں شریک ہونے کا گمان تھا؟ نہیں بلکہ اس خیال سے کہ مسلمانوں کو اُن کی ظاہری اور صوری مشابہت سے بھی پاک کر دیا جائے۔

نیز خداوند عالم کا ارشاد ہے۔ واذا رئیت الذین یخوضون فی ایاتنا فاعرض عنھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ	اور جب تو ایسے لوگوں کو دیکھے جو بحث کرتے ہیں ہماری آیتوں میں تو اُن سے ٹل جا یہاں تک کہ وہ لوگ جا دیں کسی دوسری بات میں۔

ذخیرۂ حدیث میں تشبہ بالکفار کو حرام و ناجائز بتلانیوالی بہت سی احادیث مختلف عنوانوں سے وارد ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے مروی ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من تشبہ بقوم فھو منھم۔ | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص کفار کے ساتھ مشابہت پیدا کرے وہ اُنہیں میں سے ہے۔

اس حدیث کو طبرانی رح نے اپنے معجم کبیر اور اوسط[1] میں حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ سے اور بزار رح نے اپنی مسند میں حضرت حذیفہؓ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے اور ابونعیم نے تاریخ اصبہان میں حضرت انسؓ سے مرفوعاً اور قضاعی نے طاؤس رح سے مرسلاً بھی روایت کیا ہے۔

اور صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الیھود والنصاریٰ لا یصبغون فخالفوھم (رواہ البخاری) | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہود و نصاریٰ خضاب نہیں کرتے تم اُن کی مخالفت کرو

اسی قسم کی اور بھی احادیث مختلف تعبیرات کے ساتھ روایت کی جاتی ہیں جن میں مشابہت کفار سے منع کیا گیا ہے کفار غیظ میں آکر کہا کرتے تھے۔

ما یرید ھٰذا الرجل ان یدع من امرنا شیئًا الا خالفنا فیہ (رواہ مسلم فی باب الحیض) | یہ شخص (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری کوئی چیز نہیں چھوڑتا جس میں ہماری مخالفت نکرتا ہو۔

اسی لئے اُمت کا اجماع ہے کہ جیسے کفار کی مخالفت باعتبار عقائد و اعمال کے واجب ہے، اسی طرح صورت و لباس مجلس و منزل۔ معاشرت و تمدن میں بھی واجب اور ضروری ہے۔ حافظ ابن تیمیہ رح فرماتے ہیں۔

وقد دل الکتاب وجاءت سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسنۃ خلفائہ الراشدین التی اجمع اھل العلم علیھا بمخالفتھم وترک التشبہ بھم | (اقتضاء الصراط المستقیم ص ۱۰۲) | قرآن نے دلالت کی ہے اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی وہ سُنت جس پر علماء نے اجماع کیا ہے۔ کفار کی مخالفت اور ترک تشبہ پر صراحۃً وارد ہیں۔

عقل سلیم کا بھی یہی اقتضا ہے کہ جس دین حنیف کا پہلا فرض شرک اور رسوم شرک کا صفحۂ ہستی سے مٹا دینا ہو۔ اُس کے لئے ضروری ہے کہ وہ مشرکین کے ساتھ صوری مشابہت کو بھی جائز نہ رکھے تاکہ شرک کا بیج بھی باقی نہ رہے اور اُس کا

[1] کذا فی المقاصد الحسنۃ للسخاوی ۱۲ منہ [2] کذا فی شرح الجامع الصغیر ۱۲ منہ

مسلمان پر کوئی راستہ باقی نہ رہے۔

انسان کی فطری اور جبلی عادت ہے کہ اُس کو جب کسی شخص یا قوم سے عداوت ہوتی ہے تو اس کی ہر چیز سے یہانتک کہ وضع وہیئت سے بھی نفرت ہو جاتی ہے اسلام کو چونکہ تمام مذاہب کفر سے عداوت ہے اس لئے جیسا کہ اُس نے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ عقائد و اعمال میں اُن کی مخالفت کریں ایسے ہی یہ بھی حکم دیا ہے کہ اُن کے مخصوص لباس و وضع قطع طرز معاشرت و تمدن کو بھی بالکل چھوڑ دیں۔ کیونکہ صورت کی مشابہت کو تاثیر فی الحقیقت میں ایک خاص دخل ہے۔ محدث عسکری نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے باسنادہ روایت کیا ہے۔

انہ کان یقول قلّ ما تشبہ رجل بقوم الا کان منھم۔

حضرت حسن رضؓ فرمایا کرتے تھے کہ بہت کم ہے کہ کوئی شخص کسی قوم کے ساتھ تشبہ کرے اور وہ اُنہیں کے ساتھ ملحق ہو جائے

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے تشبہ بالکفار سے بھی نہایت شدت کے ساتھ روکا ہے۔

حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔

وبعض حکم ما شرع اللہ لرسولہ مباینۃ الکفار و مخالفتھم فی غایۃ الامور لتکون المخالفۃ احسم لمادۃ الشر و ابعد عن الوقوع فیما وقع فیہ الناس

(فتاوی ابن تیمیہ ج صـ ۲)

اور اُن احکام میں سے جو اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کے لئے جاری فرمائے ہیں ایک مخالفت کفار اور اُن سے امور میں انتہائی مباینت بھی ہے۔ تاکہ یہ مخالفت مادۂ شر کو بالکل قطع کر دے اور اُس بلا میں مبتلا ہونے سے دور کر دے جس میں لوگ مبتلا ہوئے ہیں۔

شریعت کے بیشمار احکام حرمت اسی مشابہتِ کفار پر مبنی ہیں۔

کون نہیں جانتا کہ طلوع و غروب و نصف النہار کے وقت نماز و سجدہ وغیرہ ناجائز ہیں۔ جس کا سبب خود زبانِ نبوت سے یہ معلوم ہوتا ہے۔

فانھا تطلع بین قرنی الشیطان وھی صلوٰۃ الکفار الحدیث (رواہ النسائی)

اس لئے کہ آفتاب شیطان کے دو سینگ کے درمیان طلوع ہوتا ہے اور وہ وقت نماز کفار کا ہے۔

مسلمانوں کو اُن اوقات میں نماز پڑھنے سے روکا جاتا ہے جن میں آفتاب کی عبادت کی جاتی ہے۔ مگر کیا اس لئے کہ اُن پر آفتاب پرستی کا شک تھا؟ نہیں بلکہ صرف اس لئے کہ اُن کو صورۃً بھی آفتاب پرستوں کے ساتھ مشابہت نہ ہو جائے یہی وجہ ہے کہ اگر

ــه مقاصد حسنہ للسخاوی ۱۲ منہ

کوئی قسم کھائے کہ مجھے آفتاب پرستی کا دھیان بھی نہیں میں صرف اپنے خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کروں گا اور اوقاتِ مذکورہ میں نماز پڑھنا چاہے تو ہرگز اجازت نہ دیجائے گی۔ کیونکہ مشابہت صورت بہرحال لازم ہے۔

اسی طرح ڈاڑھی رکھنا اور مونچھیں کتروانا بھی اسی اصل پر مبنی ہے کیونکہ یہود ڈاڑھی منڈاتے اور مونچھیں بڑھاتے تھے۔ اسلام نے حکم دیا کہ اُن کی مخالفت کرو اگرچہ نئی روشنی (جس کو نئی اندھیری کہنا زیادہ موزوں ہے) اس اسلامی شعار کو مٹانے کے لئے بھی اپنی پوری قوت صرف کر رہی ہے۔

اسی کی ایک واضح نظیر ہے کہ شریعت نے مسلمانوں کو اس سے منع کیا ہے کہ وہ اپنے مملوک غلام کو عبدی "اے میرے بندہ" اور باندی کو امتی "اے میری بندی" کہکر پکاریں۔ بلکہ غلامی اور جاریتی کہا کریں۔ اسی طرح غلام اور باندی کے لئے ارشاد ہے کہ وہ اپنے آقا کو ربی "اے میرے پالنے والے" کہکر نہ پکاریں بلکہ سیّدی اور مولائی کہا کریں۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا یقولن احدکم عبدی وامتی کلکم عبید اللّٰہ وکل نسائکم اماء اللّٰہ ولکن لیقل غلامی وجاریتی وفتای وفتاتی ولا یقل العبد ربی ولکن لیقل سیدی

کوئی شخص عبدی اور امتی نہ کہا کرے کیونکہ تم سب اللہ تعالیٰ کے عبد (بندہ) ہو اور تمہاری ساری عورتیں اللہ تعالیٰ کی اماء (بندیاں) ہیں بلکہ غلامی اور جاریتی کہاکرے۔ نیز غلام کو چاہئے کہ آقا کو سید و مددگار رکھنا ہے اور آقا میرا سردار ہے

کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ ممانعت اس بنا پر کی گئی تھی کہ صحابہ رضؓ اپنے غلاموں کو عبدی یا باندیوں کو امتی کہکر خدائی کا دعویٰ کرتے اور اُن کو اپنا بندہ اُسی معنے میں سمجھتے تھے جس سے وہ خدا کے بندے ہیں عیاذاً باللہ۔ ممانعت کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ اُن کے الفاظ "جو مراد کے اعتبار سے بالکل بجا اور درست ہیں" صورۃً بھی الفاظ شرک کے مشابہ نہ ہو جائیں۔ جو حضرات تشبہ بالکفار کی ممانعت کو یہ کہکر اُڑا دینا چاہتے ہیں کہ اصل چیز اعمال و افعال اور قلبی حالات کی اصلاح ہے لباس و وضع میں کیا رکھا ہے میں اُن کی خدمت میں صرف اس قدر عرض کر دینا کافی سمجھتا ہوں کہ اگر فی الواقع آپ کا یہی خیال ہے تو تھوڑی دیر کے لئے اپنے گھر سے زنانہ جوڑا لیکر پہنئے اور مجلس میں تشریف لائیے پھر دیکھئے کہ آپ کی طبیعت اور خلق خدا آپ کو کیا

لگتی ہی حالانکہ عورت کوئی دشمن نہیں کافر نہیں اور ہر اعتبار سے اپنی ہمدم و ہمراز اور شریک زندگی ہے۔ لیکن اُس کی وضع بنانے کو کوئی صاحب ہوش انسان پسند نہیں کرسکتا۔ اسی طرح کیا کوئی شریف آدمی یہ کرسکتا ہے کہ ایک چماروں کا سا لنگوٹ اور پگڑی باندھکر اپنی کچہری میں پہونچ جائے۔ حالانکہ زنانہ لباس پہننے یا چماروں کی وضع بنانے سے آپ کے خیال کے مطابق کوئی شخص عورت نجاتا نہ چمار پھر یہ شرمندگی کیوں ہے کیا صرف یہی وجہ نہیں کہ صنف نسواں یا ادنی طبقہ کی مشابہت تھوڑی دیر کے لئے بھی شریف طبیعت برداشت نہیں کرسکتی مگر افسوس کہ یہ روشنخیالی کا سارا زور شریعت اور اسلام ہی کے مقابلہ میں صرف ہوتا ہے دنیاوی معاملات میں اُسی کی نظائر برداشت کی جاتی ہیں جن کو احکام شرعیہ میں قابل اعتراض سمجھاتا ہے جس کا راز اصلی یہ ہے کہ دین اور اسلام کی محبت اور کفر کی نفرت سے قلب خالی ہے اس لئے آپ مسلمان اللہ اللہ یا برہمن رام رام کو مذہب بنائے ہوئے ہیں اور ہر صورت و وضع کو یکساں سمجھتے ہیں اگر خدا تعالےٰ اپنی اور اپنے رسول کی عظمت و محبت عطا فرماویں تو کفر اور کفار بلکہ فساق و فجار کی ہر چیز سے نفرت پیدا ہونے لگے۔

اور جس زمانہ میں مسلمانوں کی قسمت میں دینی اور دنیوی عروج تھا اور وہ اپنی اسلامی وضع پر استقامت کے ساتھ قائم تھے۔ تو دنیا اُن کی طرف جھکتی تھی ہر مذہب و ملت اور ہر خطہ کے لوگ اُن کی معاشرت و تمدن اور وضع و ہیئت کو تہذیب کا معیار اور اُن کی نقل اُتارنے کو اپنے لئے فخر سمجھتے تھے۔ اور اب وہی مسلمان ہیں کہ اُن کا کوئی مرکز کوئی امتیازی تشخص ہی نہیں جو وضع و صورت سامنے آگئی اُسی کی نقل کرنے لگے۔ احقر نے عرصہ ہوا اسی مضمون کو ایک نظم میں لکھا تھا جس کے چند اشعار یہ ہیں۔ نظم لکھنا میرے لئے اگرچہ محض دخل در معقولات کا نمونہ ہے لیکن یہ اپنی تباہی کا مرثیہ ہی جو بے ساختہ زبان قلم پر آگیا۔

سر تسلیم خم ہے ہر نئے فیشن پہ کیوں تیرا
کہاں جاتی رہی مسلم وہ تیری وضع خودداری

زمانہ نقل کرتا تھا تری ہر وضع و ہیئت کی
مسلّم تھی جہاں میں تیری دانائی و ہشیاری

ترے قانون فطرت میں گدا و شاہ یکساں تھے
نرالا تھا جہاں سے تیرا آئین جہانداری

تری ہمت کے آگے کوہ و دریا سب سرافگندہ تھے
ترا عزم اور استقلال اک عالم پہ تھا بھاری

ستم ہے نام لیتے ہیں نصاریٰ کی عداوت کا	مگر نصرانیت اور مغربیت دل سے ہی پیاری
لباس اُن کا معاش اُن کا طراش اُن کی زبان اُن کی	وہی طرز معیشت ہے وہی طرز سخن جاری

بالجملہ اصول مسلمہ کے موافق بڑے جرم کے مبادی بھی بڑے سمجھے جاتے ہیں شریعت اسلام نے وُہی کیا جو اُس کو کرنا چاہئیے تھا۔ یعنی شرک کے مبادی اور اسباب اور شبہات وظاہری تشبّہ اور ابہام بعید کی بھی جڑ کاٹ دی۔

آغاز مقصد حرمت تصاویر کی عقلی وجوہ

اس تمہید کے بعد اصل مقصد کو شروع کیا جاتا ہے جس کے دو جزو ہیں ایک تصویر کشی۔ دوسرا تصویر کا استعمال دونوں جزو پر علحدہ علحدہ بحث کی جاتی ہے۔

تصویر کشی کو شریعت نے چند وجوہ سے حرام قرار دیا ہے۔

اوّل۔ تصویر شرک کے مبادی اور مقدمات میں سے ہے۔ تاریخ عالم کا مشاہدہ گواہ ہے کہ دنیا میں شرک کی اصل تصاویر سے پیدا ہوئی ہے۔ حضرت شیخ عبدالوہاب شعرانی رح اپنی کتاب میزان میں تحریر فرماتے ہیں کہ دنیا میں بُت پرستی کی اصل تصویر ہے لوگوں نے اپنے مقتداؤں کی تصاویر بنانی شروع کیں پھر اُن کی تعظیم میں غلو کرتے کرتے پرستش تک پہونچگئے۔ لات وعزیٰ وہبل جو مشہور بت ہیں درحقیقت اپنی قوم کے مقتدا تھے اُن کے مرنے کے بعد معتقدین نے تصویر کے ذریعہ سے اُن کو ہمیشہ کے لئے زندہ رکھنے کی کوشش کی اور پھر تعظیم میں تعدی کرتے کرتے عبادت تک پہونچگئے۔

اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ خطرناک امور کے مبادی بھی خطرناک ہوتے ہیں۔ وہ بھی مستقل جرم کا حکم رکھتے ہیں اس لئے کوئی وجہ نہ تھی کہ تصویر کشی کو جائز رکھا جاتا۔

دوم۔ تصویر کشی میں کفار کے ساتھ صورت مشابہت بھی لازم آتی ہے جو محتاج بیان نہیں اور جس کی قباحت عقلاً ونقلاً بیان ہو چکی ہے۔

سوم۔ تصویر کشی درحقیقت خداوند عالم کے اس امتیازی وصف میں دخل دینا اور درپردہ شرکت کا دعوی کرنا ہے جو اس کی ذات پاک کے ساتھ مخصوص ہے اُس میں کوئی جن وانس اُس کا سہیم وشریک نہیں "یعنی وصف خالقیت"۔ کیونکہ تصویر کشی خلاق عالم کی نقل اُتارنا ہے۔

خود زبانِ شریعت سے حرمت تصویر کی جو وجہ صراحۃً معلوم ہوئی ہے وہ یہی ہے کہ اُس میں مشابہت خلق اللہ لازم آتی ہے۔ حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا:-

اشد الناس عذابا یوم القیامۃ الذین یضاھون بخلق اللہ (رواہ الشیخان)	کہ سخت ترین عذاب قیامت کے دن اُن لوگوں کو ہو گا جو خداوند عالم کے فعل خلق کی مشابہت کرنا چاہتے ہیں

اور ایک روایت میں حضرت ابو ہریرہ رض سے مرفوعاً مروی ہے۔

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ من اظلم ممن ذھب یخلق کخلقی الحدیث (بخاری ومسلم)	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا، کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اُس شخص سے زیادہ ظالم کون ہو گا جو میری خلق کی مانند خلق کرنے پر آمادہ ہو گیا۔

اور چونکہ مصورین کا جرم یہ تھا کہ وہ خلاقِ عالم کے فعل "خلق" کی نقل اُتارتے تھے اسی لئے جیسا کہ عادت اللہ جاری ہے کہ ہر گناہ کا عذاب اُس کے مناسب دیتا ہے مصورین کی سزا بھی یہی مقرر کی گئی کہ قیامت کے دن اُن سے کہا جائے گا کہ اپنی پیدا کی ہوئی مورت میں روح بھی ڈالیں اور جب خالق کے ساتھ مشابہت کا دم بھرتے ہیں تو اُس کو پورا کر کے دکھلائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

یقال لھم احیوا ما خلقتم (بخاری ومسلم)	مصورین سے کہا جائے گا کہ اپنے پیدا کئے ہوئے کو زندہ بھی

جس کا جواب اُس روز اس کے سوا کچھ نہ ہو گا کہ ہکا بکا رہ جائیں اور اُن میں جان ڈالنے سے عاجز ہو کر اپنے کئے ہوئے کو بھگتیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

ممکن ہے کہ کسی کو یہ خیال پیدا ہو کہ اگر تصویر کشی کی حرمت تشبہ بالخالق پر مبنی ہے اور مصور کا یہ جرم ہے کہ وہ خالقِ عالم کی نقل اُتارتا ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ تصویر کشی میں جاندار اور غیر جاندار کی تفصیل کرتے ہوئے جاندار کی تصویر کشی کو ناجائز قرار دیا جائے۔ اور غیر جاندار کی تصویر کو جائز۔ کیونکہ مشابہت خلق اللہ جیسے ذی روح (حیوانات) کی تصویر کشی میں ہے۔ ایسے ہی بعض غیر ذی روح مثلاً نباتات و اشجار وغیرہ میں بھی موجود ہے۔

لیکن اُس کو معلوم کرنا چاہئے کہ عرف و لغت میں مشابہت اُس کو کہتے ہیں کہ ایک

شخص کسی دوسرے شخص کے اوصافِ خاصہ اور بعض تشخصات میں اُس کا شریک ہوجائے زید کو عمر کا مشابہ اُسی وقت کہا جائے گا۔ جب کہ وہ اُس کی آنکھ ناک بول چال، یا رنگ روپ وغیرہ میں اُس کا شریک مشابہ ہو۔ ایسے اوصاف کی شرکت کی وجہ سے جو سب میں عام ہیں کسی کو کسی کا مشابہ نہیں کہا جاتا۔ مثلاً محض شرکتِ انسانیت کی وجہ سے زید کو عمر کا مشابہ نہیں کہتے۔ اس لئے مشابہت خلق اللہ کے بھی یہی معنے ہوں گے کہ اُن چیزوں کے خلق میں خداوند عالم کے ساتھ مشابہت کرنا جن کا پیدا کرنا فقط خلاقِ عالم کے ساتھ مخصوص ہے۔

لیکن جب ہم ان میں کسی قدر تامل سے کام لیتے ہیں تو ہمیں بداہتہً ثابت ہو جاتا ہے کہ اس معنٰی میں یہ قید خصوصیت محض بے سود و بیکار ہے۔ کیونکہ ہمیں آسمان سے زمین تک دائرۂ ممکنات میں کوئی چیز نظر نہیں آتی جس کا پیدا کرنا خداوند عالم کے ساتھ مخصوص نہو۔ یہانتک کہ اہلِ سنت والجماعت کا مسلمہ عقیدہ ہے کہ بندوں کے اختیاری افعال مثل اُٹھنے بیٹھنے کھانے پینے وغیرہ کا خالق بھی فقط خلاقِ عالم ہے۔ غرض اُنکی کوئی حرکت یا سکون بھی ابنی پیدا کی ہوئی نہیں۔ سب کا پیدا کرنا فقط خداوند عالم کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

اس بنا پر انسان جو فعل بھی کرے گا مشابہت خلق اللہ سے خالی نہو گا۔ اور اس وقت مشابہتِ خلق اللہ سے منع کرنے کا یہ مطلب ہو گا کہ انسان اپنی تمام ایجادات اور صنائع (دستکاریوں) کے ساتھ اُن ضروری افعال کو بھی یک قلم ترک کردے جن پر اُس کی دینی اور دنیوی زندگی کا مدار ہے۔ جس کی بنا پر فقط تصویر کشی حرام نہیں ہوتی۔ بلکہ زمانۂ حال کی تمام نئی نئی ایجادیں اور دنیا کی تمام دستکاریاں مثل نجاری اور معماری وغیرہ کے اس حرمت سے نجات نہیں پاسکتیں بلکہ اگر نظر کو ذرا وسیع کیا جائے تو اس بنا پر انسان کے وہ تمام افعال بھی حرام ٹھیرتے ہیں جو اُس کے لئے طبعًا یا شرعًا ضروری ہیں اور اس وقت اگر ایک طرف اُس کا اُٹھنا بیٹھنا۔ چلنا پھرنا کھانا پینا وغیرہ حرام ہوتے ہیں تو دوسری جانب اُس کی نماز بھی حرام ہوتی ہے اور حج وزکوٰۃ بھی حرمت سے خالی نہیں رہتے۔ غرض دین و دنیا کے سارے ہی کارخانے درہم و برہم ہوتے ہیں۔

اس لئے مشابہتِ خلق اللہ سے منع کرنا علاوہ ایک مضاد حکم ہونے کے درحقیقت

تمام دینی اور دنیوی کارخانوں کا ڈھانا اور پیدائش عالم کو منشا کا خلاف کرنا ہے۔ جس کو ایک عاقل تو عاقل کوئی بچا اور مجنوں بھی گوارا نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ ایک خدا کا رسول و رسول بھی سید الرسل اُس کا حکم فرما سکے۔

اور اس بنا پر احادیث مذکورہ والذین یضاھون بخلق اللہ۔ اور ذھب یخلق کخلقی کے صاف و صریح ارشادات میں جن سے مشابہت خلق اللہ کی ممانعت سمجھی جاتی ہے ،، ظاہر نظر میں ایک متضاد حکم معلوم ہوتا ہے،، (نعوذ باللہ منہ)۔

لیکن تھوڑے سے غور و فکر سے کام لیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اگر چہ حقیقت اور واقع میں کائنات عالم کے تمام جواہر و اعراض۔ افعال و اعمال کا پیدا کرنا خلاق عالم کا مخصوص وصف ہے۔ جن و انس تو کیا کسی فرشتہ کو بھی اُس میں ذرہ برابر دخل نہیں۔ مگر سطحی نظر اور ظاہر و صورت کے اعتبار سے اُن میں یہ تقسیم ہو سکتی ہے۔ کہ بعض مخلوقات تو وہ ہیں جن کا پیدا کرنا جیسا کہ حقیقۃً خالق الکل کے ساتھ مخصوص ہے ایسے ہی باعتبار ظاہر و صورت کے بھی اُسی کی ذات کا خاصہ ہے کسی جن و انس کو اُسمیں معتد بہ دخل نہیں اور بعض مخلوقات وہ بھی ہیں جن کی پیدائش ایک سرسری نظر اور ظاہر و صورت کے اعتبار سے خلاقِ عالم کے ساتھ مخصوص نہیں۔ (اگر چہ فی الحقیقت ہی)

اور اس بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ اُن چیزوں کی تصویر کھینچنا اور صورت بنانا تشبہ بالخالق ہے جن کا پیدا کرنا حقیقۃً و صورۃً خداوند عالم کے ساتھ مخصوص ہے۔ بخلاف اُن اشیا کی تصاویر کے جن کی پیدائش اگر چہ حقیقۃً خداوند عالم کے ساتھ مخصوص ہے مگر ظاہراً اور صورۃً اس کی ساتھ خاص نہیں۔

احادیث مذکورۃ الصدر کا مطمح نظر بھی یہی ظاہری اور صوری تقسیم ہوگی۔ اور جب ہم یہاں تک پہونچ گئے کہ اُن چیزوں کی تصویر کھینچنا مشابہت خلق ہے جن کی پیدائش حقیقت کے ساتھ صورت میں بھی خلاق عالم کا مخصوص فعل ہے۔ اور جن چیزوں کا پیدا کرنا صورۃً باری تعالیٰ کے ساتھ مخصوص نہیں (اگر چہ فی الحقیقت ہے) اُن کی تصویر کشی تشبہ بالخالق نہیں تو اب کہا جا سکتا ہے کہ تشبہ بالخالق کی بنا پر ذی روح اور غیر ذی روح کی تصویر میں بیشک وہی تفصیل ہونی چاہئیے جو فقہائے اُمت نے کی ہے کیونکہ اگر چہ فی الحقیقت ذی روح اور غیر ذی روح دونوں کا پیدا کرنا فقط خلاقِ عالم کے ساتھ

مختص ہے مگر ظاہر اور صورت کے اعتبار سے اُن میں تقسیم ہے۔

ذی روح کا پیدا کرنا حقیقت کی طرح صورت میں بھی فقط خالق عالم کے ساتھ خاص ہے۔ اور غیر ذی روح کا پیدا کرنا ظاہر وصورت کے اعتبار سے خداوند عالم کے ساتھ مخصوص نہیں (اگرچہ درحقیقت ہے)۔

تصویر میں ذی روح وغیر ذی روح کی تحقیق

میرے اس دعوے پر امور ذیل شاہد ہیں۔

اوّل۔ ذی روح کا بڑا جوہر حس وحیوٰۃ ہے جس کی نقل کرنے سے جن وانس کی مجموعی طاقت عاجز ہے یہ زمانہ اگرچہ ایجاد وصنعت کی انتہائی ترقی کا زمانہ ہے مگر آجتک نہیں سُنا گیا کہ کسی موجد نے کوئی جاندار چیز بنائی ہے جس میں حس وحرکت ہو یورپ کو اپنی ایجاد اور صناعی پر ناز ہے۔ اور شاید یہ نازیبا بھی نہو۔ مگر اُس نے قسم قسم کے آلات واسباب پیدا کئے طرح طرح کی حیرت انگیز ایجادیں کیں لیکن ایک مکھی اور چیونٹی نہ بنا سکا۔ اور نہ بنا سکتا ہے۔

بخلاف غیر ذی روح کے جن میں درخت اور پھول پھل وغیرہ بھی داخل ہیں کہ اُن کے ایسے مجسمے بنائے جا سکتے ہیں جو ہو بہو حقیقی درخت کی طرح ہوں اور پھر کوئی ایسا ممیز وصف نہیں جو اُن کی مصنوعیت کا راز فاش کردے۔

اور ذی روح کا پُتلا اگر بنا بھی لیا جاوے تو حس وحرکت کا نہ ہونا (جو اُس کا لازمی وصف ہے) اُس کی قلعی کھولدینے کے لئے کافی ہے۔

اگر کوئی یہ خیال کرے کہ درخت میں بھی ایک وصف نمو (یعنی بڑھنا) ایسا ممیز وصف ہے جو مصنوعی درخت میں مفقود ہو کر اُس کی حقیقت کھول سکتا ہے۔

تو اُس کو معلوم کرنا چاہئے کہ نمو درخت کا لازمی وصف نہیں ہے جو اُس سے کسی وقت جُدا نہو سکے۔ تجربہ اور مشاہدہ اُس کی گواہی دینے کے لئے طیار ہیں کہ درخت پر ایک وقت آتا ہے کہ اُس میں نمو باقی نہیں رہتا۔

اطبا کا اتفاق ہے کہ ہر جسم نامی (بڑھنے والے جسم) پر ایک وقت آتا ہے کہ اُسکی قوت نامیہ معطل ہوجاتی ہے۔ چنانچہ قانونِ شیخ اور نفیسی وغیرہ میں ہے کہ جسم نامی کا نمو اُس کے اعضاء واجزا کے تمدد (کھینچنے اور بڑھنے) سے پیدا ہوتا ہے اور تمدد کا مدار رطوبت پر ہے۔ شروع شروع میں رطوبت پوری ہوتی ہے۔ اس لئے نمو بھی روز افزوں

ترقی کرتا ہے اور پھر جوں جوں رطوبت میں کمی آتی ہے نمو میں بھی کمی آتی جاتی ہے آخر ایک دن آتا ہے کہ اُس پر یبوست (خشکی) غالب آکر اُس کو تمدد سے روک دیتی ہے جس کی وجہ سے غذا اجزا کے اندر تک نافذ نہیں ہوتی۔

فتقف النامیۃ عن فعلہا ضرورۃ	پس قوتِ نامیہ ضرورۃً اپنے فعل سے رُک جاتی ہے

بہرحال درخت کا بغیر نمو کے ہونا ممکن بلکہ مشاہد ہے اور یہی ایک ممیز وصف تھا جو ظاہر نظر میں حقیقی درخت کو مصنوعی درخت سے تمیز دے سکتا تھا۔

بخلاف ذی روح (جاندار) کے کہ اگرچہ ایک عمر میں پہونچکر بڑھن اُس کی بھی ختم ہو جاتی ہے مگر اُس کو مصنوعات سے تمیز دینے کے لئے اور بھی ایسے لازمی اوصاف ہیں جن کا مجموعہ اُس سے کسی وقت جدا نہیں ہو سکتا یعنی "حس اور حرکت" کیونکہ جاندار جب تک جاندار ہے حس اور حرکت اُس کے رفیق ہیں اور ناممکن ہے کہ اُس کے آخرین لمحہ حیوٰۃ تک یہ دونوں اُس سے علیحدہ ہو جائیں۔

حاصل یہ ہے کہ ظاہر نظر میں درخت بنا لینا انسان کی قدرت سے باہر نہیں اور ذی روح کے بنانے سے اُس کی مجموعی قوت عاجز۔ ولو کان بعضھم لبعض ظہیرا

دوم اعراض اور مجردات کو چھوڑ کر اگر کائناتِ عالم کی تحلیل کیجائے تو اُس میں کل دو قسم کی چیزیں نظر آتی ہیں اجسام اور ارواح، تمام عالم انہیں دو چیزوں کا گہوارہ ہے باعتبار حقیقت (جیساکہ میں عرض کر چکا ہوں) ان دونوں چیزوں کا پیدا کرنا فقط خداوند عالم کے ساتھ خاص ہے مگر سطحی اور ظاہری نظر میں اجسام کا پیدا کرنا اُس کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ انسان کو بھی حق تعالےٰ نے اس پر ظاہری قدرت دی ہے اور ارواح کا پیدا کرنا جیساکہ حقیقۃً باری تعالےٰ کا مخصوص فعل ہے۔ ایسے ہی وہ باعتبار ظاہر و صورت کے بھی اُسی کی ذات پاک کا مخصوص کرشمہ ہے۔ انسان بلکہ کسی مخلوق کو اُس میں ذرہ برابر دخل نہیں۔

مانا کہ ذی روح کی پیدائش میں انسان اور دوسرے جانوروں کا یہ دخل ضرور ہے کہ نطفہ ڈالنا اور اُس کی تربیت اُنہیں کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔

لیکن تھوڑے سے تامل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ دخل فقط اُس کی جسمیت تک محدود ہے۔ روح پھونکنے میں اس کے فعل کو کوئی دخل نہیں۔ نطفہ سے ایک

جسم تیار ہو جاتا ہے۔ آگے افاضۂ روح صورۃً وحقیقۃً محض خداوند عالم کی قدرت سے
غرض ارواح کا پیدا کرنا صورۃً وحقیقۃً خلاقِ عالم کے ساتھ خاص ہے اور اجسام
کی پیدائش باعتبار ظاہر انسان بھی کرسکتا ہے۔ اگرچہ درحقیقت اُس سے عاجز ہے
اسی لئے مشابہت خلق اللہ فقط ارواح کے پیدا کرنے میں ہو گی نہ اجسام کے۔

اس کے بعد یہ سمجھنا چاہئے کہ جو اجسام ذی روح ہیں اُن میں مقصود بالذات
فقط روح ہوتی ہے۔ مگر چونکہ روح بغیر جسم کے کام نہیں کرسکتی اس لئے جسم سے بھی
استغنا نہیں ہوتا۔ ورنہ اُن میں جسم خود مقصود نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ روح کے اُن سے
علیحدہ ہوتے ہی وہ کیڑے مکوڑوں کی غذا بنجاتے ہیں اُن سے کوئی معتد بہ کام نہیں
لیا جاسکتا۔

دیکھو! ایک انسان جب تک اُس کے بدن میں روح ہے اُس وقت تک
وہ کتنا عزیز ہے کہ اس کی خاطر سیکڑوں مصائب جھیلنا اور مشاق کا برداشت کرنا
آسان ہوتا ہے اگر اُس کے عزیز و اقربا قادر ہوں تو دنیا کی تمام کائنات کو اس کی
بھینٹ چڑھانے کے لئے تیار ہوسکتے ہیں۔ لیکن جب روح اُس کے قالب کا ساتھ
چھوڑ دیتی ہے تو وہی بدن ہوتا ہے جس پر ذرا گرد پڑنے سے ماں باپ کے دل مکدر
ہونے لگتے تھے آج انہیں بھی اس سے چارہ نہیں ہوتا۔ کہ اپنے ہاتھوں سے اُس کو منوں
مٹی کے نیچے دبا کر کیڑوں کے حوالہ کردیں اور اس وقت کوئی یہ نہیں کہہ سکتا ع
کہ اسپہ خاک نہ ڈالو یہ ہے نہائے ہوئے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اب یہ جسم محض بیکار
ہے۔ ہماری کوئی تمنا اس سے پوری ہونے والی نہیں۔ غرض جسم ذی روح میں فقط
روح مقصود ہوتی ہے اُس کا جسم بھی اُسی وقت تک محبوب اور کار آمد ہے جب تک
کہ روح کا مرکب بنا ہوا ہے اور جب روح کا ساتھ چھُٹتا ہے وہ محض بیکار رہجاتا ہے
بخلاف اور تمام اجسام جمادات، ونباتات، کے کہ مقصود بالذات اُن میں اجسام ہی ہوتے
ہیں۔

اور اس تقریر کے بعد کہا جاسکتا ہے کہ ذی روح کے اجسام کا پیدا کرنا یا اُنکی
نقل اُتارنا بھی درحقیقت روح پیدا کرنے کا دعویٰ ہے کیونکہ اس کے جسم سے بھی
روح کے سوا کچھ مقصود نہیں۔ بخلاف درخت کے کہ مقصود بالذات اُس کا جسم ہوتا ہے

اور اس بنا پر جیسے ارواح کے پیدا کرنے میں مشابہت خلق اللہ ہے ایسے ہی اجسام ذی روح کے بنانے میں بھی موجود ہے۔ البتہ جو اجسام غیر ذی روح ہیں وہ اس مشابہت سے خالی ہوں گے اور اس لئے بحمد اللہ میرا دعویٰ ثابت ہو گیا کہ تشبہ بالخالق فقط جاندار کی تصویر کھینچنے میں ہے نہ کہ غیر جاندار کی۔ اور اس بنا پر وہ تفصیل بالکل حق ہے جو تصویر کشی میں فقہائے نے ذی روح اور غیر ذی روح میں کی ہے والحمد للہ علی ذلک۔

خلاصہ یہ ہے کہ حرمت تصویر کشی کی علتیں اور عقلی اسباب جو ہمیں معلوم ہیں تین ہیں جس تصویر کے کھینچنے میں ان تینوں میں سے ایک بھی موجود ہو گا وہ حرمت سے نہیں بچ سکتی ہاں جس میں ان تینوں میں سے ایک بھی موجود نہ ہو اُس کی تصویر کھینچنا ممکن ہے کہ حرمت سے نکل سکے مثلاً غیر ذی روح کی تصویر وغیرہ۔

(۱) تصویر کشی شرک بت پرستی کے مبادی میں سے ہے اور بڑے جرم کے مبادی بھی بڑے جرم ہوتے ہیں۔

(۲) تصویر کشی میں مشابہت کفار لازم آتی ہے جو شرعاً و عقلاً ناجائز ثابت ہو چکی ہے۔

(۳) تصویر کشی میں تشبہ بالخالق اور عملاً خداوند عالم کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ ہوتا ہے جس کی قباحت محتاج بیان نہیں۔

استعمال تصویر کا عقلی حکم

استعمال تصویر بھی خواہ کپڑوں میں ہو یا دیواروں میں برتنوں میں ہو یا کاغذوں میں شرعاً ممنوع ہے اور اُس کی ممانعت کی عقلاً چند وجوہ ہیں جن میں سے بعض تو تمام تصاویر میں پائی جاتی ہیں اور بعض خاص خاص تصاویر میں موجود ہیں۔ نیز بعض سے حرمت ثابت ہوتی ہے اور بعض سے کراہت اور پھر اُس میں بھی بعض سے کراہت تحریمی اور بعض سے تنزیہی۔ جس تصویر کے استعمال میں ان وجوہ میں سے ایک وجہ بھی موجود ہو گی۔ اُس کا استعمال اسی طرح ناجائز ہو گا جیسے اُس تصویر کا استعمال جس میں یہ سب موجود ہوں البتہ درجات عذاب کا فرق ضرور ہو گا۔ ہاں جس تصویر کا استعمال ان سب وجوہ سے پاک ہو وہ ممکن ہے کہ اس ممانعت میں داخل نہ ہو۔ اُن وجوہ کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) کفار تصاویر کی عبادت کرتے ہیں اس لئے اُن کا استعمال مبادی شرک

میں سے ہے اور معلوم ہو چکا ہے کہ شرک کے مبادی اور اسباب بھی عقلاً بڑے جرم ہونے چاہئیں (اس وجہ سے فقط ان تصویروں کی حرمت ثابت ہوتی ہے جن کی عبادت کی جاتی ہے)

(۲) تصویر کے استعمال میں صورۃً کفار کی مشابہت لازم آتی ہے اس وجہ میں وہ تصویریں جن کی عبادت کی جاتی ہے اور جن کی نہیں کی جاتی سب برابر ہیں۔

(۳) جس مکان میں تصویر ہوتی ہے اُس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے جیسا کہ بادشاہ کے وفادار سپاہی شاہی مجرم اور اُسکے متعلقین سے طبعًا بیزار اور متنفر ہوتے ہیں اُسکی صورت دیکھنا پسند نہیں کرتے البتہ جب اُن کو ذلیل و خوار بے سرو سامان دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تصویر اگر بچھے ہوئے فرش میں ذلت و امتہان کے ساتھ پیروں میں روندی جاتی ہو تو ملائکۃ الرحمۃ اُس گھر میں جانے سے باز نہیں رہتے۔ بہرحال تصویر کا استعمال کرنا درحقیقت حضرت خداوندی سے بیزاری ظاہر کرنا ہے۔ اس وجہ میں (کما ہو قول بعض العلماء) بھی تصاویر مشرکانہ اور غیر مشرکانہ سب داخل ہیں۔

بعض اوقات تصاویر کو دیکھکر آدمی فتنہ میں پڑ جاتا ہے خصوصاً وہ حیا سوز زنانہ تصویریں جو اُن کی اس زینت کو لوگوں کے سامنے پیش کرتی ہیں جس کا شرعاً و عقلاً اخفا ضروری تھا اور جس کے لئے قرآن کا ارشاد ہے:۔

لا یبدین زینتھن الا لا یۃ	عورتیں اپنی زینت کو ظاہر نکریں مگر فلاں فلاں محرموں کیلئے

(۴) تصویر کے خریدنے اور اُن سے آرائش وغیرہ کرنے میں مصورین کی اعانت ہے۔ اور کوئی عقل اس سے انکار نہیں کر سکتی کہ مجرم کے جرم پر اعانت بھی جرم ہے جیسا کہ قانوناً ایک چور کو مجرم سمجھا جاتا ہے ایسے ہی اُس کا مددگار ساتھی بھی مجرم ہوتا ہے۔ اگرچہ اُس نے خود کچھ نہ چرایا ہو۔

(۵) تصویر کے ساتھ مکانات یا کپڑوں کی آرائش حدِ اعتدال سے بڑھی ہوئی زینت اور اسباب تفاخر میں سے ہے۔ جس سے عقل و شرع بیزار ہیں۔ اور یہ وجہ فقط کراہت تنزیہ ثابت کرتی ہے۔

مسئلہ تصویر

کے متعلق

قرآن وحدیث کی ہدایات

امام الحدیث ابن ابی شیبہ رح نے اپنے مصنف میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے آیت کریمہ- ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ- کی تفسیر میں باسناد جید روایت کیا ہے

عن عکرمۃ رض فی قولہ- ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ- قال اصحاب التصاویر (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ثانی شائع کردہ کتب خانہ تفسیرہ)

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جو اللہ اور اُس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں وہ تصویر والے ہیں-

ممانعت تصویر کی احادیث متواتر ہیں

احادیث نبویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) تصویر کشی اور اُس کے استعمال کی ممانعت کے بارہ میں تواتر معنوی کی حد تک پہونچی ہوئی ہیں- جیساکہ صاحب حجۃ قاہرہ نے جلد رابع میں بالفاظ ذیل اُس کی تقریر فرمائی ہے- (وقد نقلناہ من بعض الفتاوی المدنیہ)

وحرمۃ التصاویر متواترۃ لکن الاحادیث اللتی تثبت بہا الحرمۃ کلہا احاد فرداً فرداً الا ان من مجموعہا تکون الحرمۃ متواترۃ فیقال حدیث حرمۃ التصاویر متواتر المعنی والحدیث المتواتر المعنی ینسخ القرآن العظیم کما نسخت ھذہ الاحادیث کریمۃ یعملون لہ ما یشاء من محاریب وتماثیل وجفان کالجواب

اور تصاویر کی حرمت متواتر ہے لیکن وہ احادیث جن سے حرمت ثابت ہوتی ہے علحدہ علحدہ خبر واحد ہیں مگر اُن کے مجموعہ سے حرمت متواتر ہوجاتی ہے اس لئے کہا جائیگا کہ حرمت تصاویر کی حدیث متواترہ المعنی ہیں- اور حدیث متواتر المعنی بھی حکم قرآنی کا نسخ کرسکتی ہے جیساکہ ان احادیث نے آیت کریمہ یعملون لہ ما یشاء الایۃ کو منسوخ کردیا-

ان احادیث متواترہ کے پورے ذخیرہ کو نقل کرنا اس جگہ ضرورت سے زائد بھی ہے اور مشکل بھی- اس لئے منجملہ احادیث کثیرہ کے چند احادیث پر اکتفا کیا جاتا ہے

جن کے دو حصے ہیں۔ ایک وہ جن سے تصاویر کی مطلقاً ممانعت سمجھی جاتی ہے
دوسرے وہ جن سے خاص خاص قسم کی تصاویر کا استعمال جائز معلوم ہوتا ہے

احادیث ممانعتِ تصویر

(۱) عن عمر رضی اللہ عنہما عن رسول صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الذین یصنعون ھذہ الصور یعذبون یوم القیامۃ یقال لھم احیوا ما خلقتم رواہ البخاری ومسلم

(۲) وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت انہ قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سفر وقد سترت سھوۃ لی بقرام فیہ تماثیل فلما رآہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تلوّن وجھہ وقال یا عائشۃ اشد الناس عذابا عند اللہ یوم القیامۃ الذین یضاھون بخلق اللہ قالت فقطعناہ فجعلنا منہ وسادۃ او وسادتین) وفی روایۃ مسلم فقطعتہ وسادتین فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرتفق علیہما وفی روایۃ (قالت دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی البیت قرام وفیہ صور فتلون وجھہ ثم تناول الستر فھتکہ وقال ان من اشد الناس عذابا یوم القیامۃ

(۱) حضرت فاروق اعظمؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ لوگ جو تصاویر بناتے ہیں قیامت کے روز عذاب دئے جائینگے۔ اون سے (عاجز کرنے کیلئے) کہا جائیگا کہ جو صورت تمنے بنائی ہے اسمیں جان بھی ڈالو (بخاری و مسلم)

(۲) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے واپس تشریف لائے اور میں نے اپنے ایک طاق یا الماری کو ایک پردہ سے ڈھانک رکھا تھا جسمیں تصاویر تھیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو دیکھا تو آپکے چہرہ مبارک کا رنگ (بوجہ غصہ کے) متغیر ہوگیا اور فرمایا اے عائشہ سب سے زیادہ سخت عذاب میں اللہ کے نزدیک روز قیامت میں وہ لوگ ہونگے جو اللہ تعالے کی صفت خلق کی نقل اُتارتے ہیں حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ ہمنے اُس کو کاٹ کر ایک یا دو گدّے بنالئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں داخل داخل ہوئے اور گھر میں ایک پردہ پڑا تھا جسمیں تصاویر تھیں چہرہ مبارک غصہ سے سرخ ہوگیا۔ اور پردہ کو پکڑ کر پھاڑ ڈالا اور فرمایا کہ وہ لوگ جن کو قیامت کے دن سخت ترین عذاب ہوگا انہیں وہ لوگ بھی ہیں جو یہ تصاویر بناتے ہیں۔ اور دوسری ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے ایک گدا خریدا تھا جسمیں تصاویر تھیں جب اُس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

الذين يصورون هذه الصور) وفي اخرى (انها اشترت نمرقة فيها تصاوير فلما راها رسول الله صلى الله عليه وسلم قام على الباب فلم يدخل فعرفت في وجهه الكراهية قالت فقلت يا رسول الله اتوب الى الله والى رسوله ماذا اذنبت فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما بال هذه النمرقة فقلت اشتريتها لك لتقعد عليها وتوسدها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اصحاب هذه الصور يعذبون يوم القيامة فيقال لهم احيوا ما خلقتم وقال ان البيت الذي فيه الصور لا تدخله الملئكة) رواه البخاري ومسلم (السهوة) بفتح السين المهملة هي الطاق في الحائط يوضع فيه الشئ وقيل هي الصفة وقيل المخدع بين البيتين وقيل بيت صغير كالخزانة الصغيرة والقرام بكسر القاف هو الستر (والنمرقة) بضم النون والراء ايضا وقد تفتح الراء وبكسرهما هي المخدة

اون مین وہ لوگ بھی ہین جو یہ تصاویر بناتے ہین اور دوسری ایک روایت مین ہے کہ اونون نے ایک گدا خریدا تھا جسمین تصاویر تھین جب اوسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو دروازہ پر ٹھہر گئے اور اندر داخل نہ ہوئے مین نے آپ کے چہرہ مبارک پر ناگواری کے آثار محسوس کئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ مین اللہ تعالی سے اور اوسکے رسول کیلئے توبہ کرتی ہون - مجھ بتلادیا جاوے کہ میرا کیا گناہ ہے ارشاد فرمایا کہ یہ گدا کہان سے آیا ہے - مین نے عرض کیا کہ مین نے آپ کے لئے خریدا ہے تاکہ آپ اس پر بیٹھین اور تکیہ لگائین - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تصاویر والے قیامت کو روز عذاب دئے جائینگے اون سے (عاجز کرنے کیلئے) کہا جائیگا کہ جو تم نے پیدا کیا ہے اوس مین جان بھی ڈالو - اور ارشاد فرمایا کہ وہ گھر جس مین تصویر ہو ملائکہ رحمت اوس مین داخل نہین ہوتے (بخاری و مسلم)

(۳) وعن سعيد بن ابي الحسن قال جاء رجل الى ابن عباس رضي الله عنهما فقال اني رجل اصور هذه الصور فافتني فيها فقال له ادن مني فدنا منه ثم قال ادن مني فدنا حتى وضع يده على راسه وقال انبئك بما سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول كل مصور في النار يجعل له بكل صورة صورها نفسا فيعذبه في جهنم قال ابن عباس فان كنت لابد فاعلا فاصنع الشجر وما لا نفس له رواه البخاري ومسلم - وفي رواية للبخاري قال كنت عند ابن عباس اذ جاءه رجل فقال يا ابن عباس اني رجل انما معيشتي من صنعة يدي واني اصنع هذه التصاوير فقال ابن عباس لا احدثك الا ما سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم سمعته يقول من صور صورة

(۳) اور حضرت سعید بن ابی الحسن کی روایت ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عباس رض کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میرا پیشہ یہ ہو کہ تصاویر بنایا کرتا ہون - آپ مجھے اس معاملہ مین فتوی دیجئے کہ جائز ہے یا نہین - ابن عباس رض نے فرمایا کہ میرے پاس آؤ وہ پاس آیا تو فرمایا اور قریب آؤ وہ اور بھی قریب آگیا تو ابن عباس رض نے اوسکے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ مین تمہین وہ بات بتاتا ہون جو مین نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے - مین نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہر تصویر بنانے والا جہنم مین جائے گا اوسکے لئے جس قدر تصویرین اوس نے بنائی ہین ہر ایک کے مقابلہ مین ایک جاندار چیز بنادی جائیگی جو اوسکو جہنم مین عذاب دیگی پھر حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ اگر تمہین بنانا ہی ہے تو درختون کی اور غیر ذی روح چیزون کی تصویر بنایا کرو (بخاری و مسلم) اور ایک روایت مین ہے کہ مین حضرت ابن عباس رض کے پاس تھا اچانک ایک آدمی آیا اور کہا اے ابن عباس مین ایسا آدمی ہون کہ میرا پیشہ دستکاری ہے اور تصویر بناتا ہون ابن عباس رض نے فرمایا کہ مین تمہین وہی بات سناؤنگا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے مین نے آپکو یہ کہتے ہو

فان اللہ معذبہ حتی ینفخ فیہا الروح ولیس بنافخ فیہا
ابدا فربا الرجل ربوۃ شدیدۃ فقال ویحک ان ابیت
الا ان تصنع فعلیک بھذہ الشجرۃ وکل شئ لیس فیہ روح

(٤) وعن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم من صوّر صورۃ عذب وکلف ان ینفخ فیہا الروح
ولیس بنافخ یرید التماثیل التی فیہا الروح (بخاری کتاب المغازی
باب شہود الملائکۃ بدرًا)

(٥) عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اشد الناس عذابا یوم القیامۃ المصورون
(رواہ البخاری ومسلم)

(٦) وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یقول (قال اللہ تعالی ومن اظلم ممن ذھب
یخلق کخلقی فلیخلقوا ذرۃ ولیخلقوا حبۃ ولیخلقوا شعیرۃ)
رواہ البخاری ومسلم) وروی احمد عن علی قال
(کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جنازۃ فقال ایکم ینطلق
الی المدینۃ فلا یدع بہا وثنا الا کسرہ ولا قبرا الا سواہ ولا
صورۃ الا لطخہا فقال انا یا رسول اللہ فہاب اھل المدینۃ
قال فانطلق ثم رجع فقال یا رسول اللہ لم ادع بہا وثنا الا
کسرتہ ولا قبرا الا سویتہ ولا صورۃ الا لطختہا ثم قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من عاد الی صنعۃ شئ من ھذا فقد کفر
بما انزل علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم واسنادہ جید انشاء اللہ

(٧) وعن ابی طلحۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ
قال لا تدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب ولا صورۃ رواہ البخاری
ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجۃ وفی روایۃ لمسلم
لا تدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب ولا تماثیل

(٨) وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال واعد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جبریل صلی اللہ علیہ وسلم ان یاتیہ

سنا ہے کہ جو شخص کوئی تصویر بنائیگا کہ اللہ تعالی اوسکو عذاب دینگے یہانتک
کہ وہ اس مین جان ڈالے اور وہ ہرگز جان نہ ڈال سکیگا اُس شخص نے ایک
ٹھنڈا سانس بھرا۔ اس پر حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ اگر تمہین

(٤) اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص تصویر بنائیگا اُس کو عذاب ہوگا اور اسکی تکلیف
دیا جائیگا کہ اسمین جان بھی ڈال اور وہ نہ ڈال سکیگا اور فرمایا کہ مراد ان تصاویر
سے اون چیزون کی تصاویر ہین جن مین روح ہے (بخاری)

(٥) حضرت عبداللہ ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ
سخت عذاب مین تصویر بنانے والے ہونگے (بخاری و مسلم)

(٦) حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے سنا ہے کہ اُس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جو میرے وصف خلق کی
نقل اتارنے کو چلا۔ وہ ایک چیونٹی تو پیدا کردے اور ایک گیہون یا جو کا دانہ تو
پیدا کردین (بخاری و مسلم)

اور حبان ابن حصین رض فرماتے ہین کہ مجھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے
فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ مین تھے فرمایا کہ تم مین کون ہے
جو مدینہ چلا جاوے اور وہان کوئی بُت بغیر توڑے نہ چھوڑے کوئی قبر جو طریق
مسنون سے زیادہ ہو اُسکو مسنون کی برابر کئے بغیر نہ چھوڑے اور کوئی تصویر نہ چھوڑے جسکو
خراب کردے حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین (تیار ہون) روای کہتا ہے
کہ اہل مدینہ پر اسکی ہیبت چھا گئی چنانچہ مدینہ تشریف لیگئے اور واپس آکر اطلاع دی کہ مین
مدینہ مین کوئی بُت نہین چھوڑا جسکو توڑ نہ دیا اور کوئی قبر نہین چھوڑی جسکو (قدر مسنون)

(٧) اور حضرت ابو طلحہ رض فرماتے ہین کہ فرشتے ایسے گھر مین داخل نہین
ہوتے جسمین کتا یا تصویر ہو (بخاری و مسلم وغیرہ)

(٨) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہین کہ ایک دفعہ جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے آنے کا وعدہ کیا تھا پھر وقت پر نہ آئے آپکو یہ

فرأت عليه حتى اشتد على رسول الله صلى الله عليه وسلم
فخرج فلقيه جبريل صلى الله عليه وسلم فشكا اليه فقال انا
لا ندخل بيتا فيه كلب ولا صورة رواه البخاري

(۱۰) وعن على رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم
قال لا تدخل الملائكة بيتا فيه صورة ولا جنب ولا كلب
رواه ابو داؤد والنسائي وابن ماجة في صحيحه كلهم من
رواية عبد الله ابن يحيى قال البخاري فيه نظر

(۱۱) وعن ابي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم (اتاني جبريل عليه السلام فقال لي اتيتك
البارحة فلم يمنعني ان اكون دخلت الا انه كان على
الباب تماثيل وكان في البيت قرام ستر فيه تماثيل وكان
في البيت كلب فمر براس التماثيل الذي في البيت يقطع فيصير
كهيئة الشجرة ومر بالستر فليقطع فيجعل منه وسادتين
منبوذتين توطان ومر بالكلب فليخرج) رواه ابو داؤد
والترمذي والنسائي وابن حبان في صحيحه قال الترمذي
حديث حسن صحيح وفي رواية عند الحازمي في كتاب الاعتبار
فاما ان تقطع رؤسها او تجعل بساطا يوطا فانا معشر الملائكة
لا ندخل بيتا فيه تصاوير

(۱۲) وعن ابي هريرة ايضا قال قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم يخرج عنق من النار يوم القيمة له عينان يبصر
بهما واذنان يسمعان ولسان ينطق به يقول اني وكلت
بثلاثة بمن جعل مع الله الها اخر وبكل جبار عنيد وبالمصورين
رواه الترمذي قال حديث حسن صحيح غريب

(۱۳) وعن ابن عباس عن ميمونة رض ان رسول الله صلى
الله عليه وسلم اصبح يوما واجما وقال ان جبريل كان
وعدني ان يلقاني الليلة فلم يلقني اما والله ما اخلفني
ثم وقع في نفسه جرو كلب تحت فسطاط فامر به فاخرج

بات شاق ہوئی یہانتک کہ گھر سے باہر تشریف لائے یہاں جبرئیل علیہ السلام سے ملاقات
ہوئی تو آپنے خلاف وعدہ ہونے کی شکایت کی تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ
ہم ایسے گھر مین داخل نہین ہو سکتے جسمین کتا یا تصویر ہو (بخاری)

(۱۰) حضرت علی رض فرماتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
(کہ رحمت کے) فرشتے اُس گھر مین داخل نہین ہوتے جس مین تصویر ہو یا نہانے
کی حاجت والا آدمی یا کتا موجود ہو (ابو داؤد ۔ ونسائی ۔ ابن ماجہ)

(۱۱) اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ مین شب گذشتہ مین بھی آیا تھا اور
اور کوئی چیز مجھے آپکے مکان مین داخل ہونے سے مانع نہ تھی بجز اسکے کہ دروازہ پر کچھ
تصاویر تھین اور گھر مین ایک پردہ پڑا تھا جسمین تصویرین تھین اور گھر مین ایک کتا
بھی تھا۔ تو آپ اُن تصاویر کے متعلق یہ حکم فرماوین کہ انکو قطع کرکے ہیئت
بگاڑی جائے کہ وہ مثل درخت کے ہو جائین اور مصور پردہ کے دو گدے
یا تکیے بنوا دیجئے جو پامال ہون اور کتے کے نکالدینے کا حکم فرما دیجئے
(ابو داؤد و ترمذی و نسائی) اور کتاب الاعتبار مین اس حدیث کے یہ
لفظ نقل کئے ہین کہ یا تو تصاویر کا سر کاٹ دیجئے یا اُس کو پامال فرش
بنا دیجئے اس لئے کہ ہم جماعت ملائکہ ایسے گھر مین داخل نہین
ہوتے جس مین تصاویر ہون۔

(۱۲) اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہے کہ قیامت کے روز جہنم مین سے ایک گردن نکلے گی جسمین دو آنکھین
دیکھنے کیلئے اور دو کان سننے کے لئے ہونگے اور زبان سے بولتی ہوگی وہ
کہیگی کہ مین تین آدمیون پر مسلط ہون ایک وہ شخص جو خدا تعالی کیساتھ کسیکو شریک کرے
دوسرے وہ جو متکبر ہٹ دھرم ہو تیسرے تصویر بنانے والے

(۱۳) ابن عباس رض حضرت میمونہ رض سے نقل فرماتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ایکروز صبح کو غمگین اُٹھے اور فرمایا کہ مجھسے جبرئیل علیہ السلام نے آج رات
ملنے کا وعدہ کیا تھا مگر ملے نہین۔ لیکن بخدا انہون نے مجھسے وعدہ خلافی
نہین کی پھر آپکے خیال مین آیا کہ خیمہ کے اندر ایک کتے کا بچہ ہے تو اُسکے

ثم اخذ بیدہ ماءً فنضح مکانہ فلما امسی لقیہ جبریل فقال لقد کنت وعدتنی ان تلقانی البارحۃ قال اجل ولکنا لا ندخل بیتاً فیہ کلب ولا صورۃ الحدیث رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ۔

نکالدینے کا حکم فرمایا پھر اپنے دست مبارک سے کچھ پانی اس جگہ پر چھڑک دیا جب شام ہوئی تو جبرئیل علیہ السلام ملے آپنے فرمایا کہ آپنے مجھسے شب گذشتہ ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا "بیشک" لیکن ہم ایسے گھر مین داخل نہین ہوا کرتے جسمین کُتّا یا تصویر ہو (مسلم)

(۱۳) وعن عائشۃ رض ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لم یکن یترک فی بیتہ شیئاً فیہ تصالیب الا نقضہ رواہ البخاری (از مشکوٰۃ) قال التوربشتی وابن الملک وغیرہ من علمائنا (الی قولہ) ثم سموا ما فی صورۃ الصلیب تصلیباً والمراد ھنا بالتصالیب الصور (مرقاۃ)

(۱۳) حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز بغیر توڑے نہ چھوڑتے تھے جس مین تصاویر ہون علامہ توربشتی اور ابن ملک فرماتے ہین کہ تصلیب اوس تصویر کو کہتے ہین جسمین صلیب کی شکل بنائی ہو اور اس جگہ عام تصاویر مراد ہین (از مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

(۱۴) عن ابی ھریرۃ رض قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول قال اللّٰہ تعالیٰ ومن اظلم ممن ذھب یخلق کخلقی فلیخلقوا ذرۃ ولیخلقوا حبۃ او شعیرۃ متفق علیہ (از مشکوٰۃ)

(۱۴) حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اُس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو میری صفت خلق مین میری نقل اتارنے کو چلے وہ ذرا ایک چیونٹی تو بنادے یا گیہون اور جو کا ایک دانہ تو بنا دے۔

(۱۵) وعن عائشۃ رض قالت لما اشتکی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ذکر بعض نسائہ کنیسۃ یقال لھا ماریۃ وکانت ام سلمۃ وام حبیبۃ اتتا ارض الحبشۃ فذکرتا من حسنھا وتصاویر فیھا فرفع راسہ فقال اولئک اذا مات فیھم الرجل الصالح بنوا علی قبرہ مسجداً ثم صوّروا فیہ تلک الصور اولئک شرار خلق اللّٰہ متفق علیہ (از مشکوٰۃ)

(۱۵) اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو آپکی بعض ازواج مطہرات نے آپسے ایک کنیسہ یعنی گرجا گھر کا ذکر کیا جسکا نام ماریہ ہے اور ازواج مطہرات مین سے ام سلمہ اور ام حبیبہ حبشہ تشریف لیگئی تھین بان یہ گرجا گھر دیکھا تھا تو آپسے اوسکی خوشنمائی اور تصاویر کا ذکر کیا آپنے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا کہ یہ لوگ جب ان مین کوئی نیک آدمی مرجاتا تھا تو اُسکی قبر پر ایک مسجد بنادیتے تھے اور اُسکے اندر یہ تصاویر بناتے تھے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق مین بدترین لوگ ہین ۱۲

(۱۶) عن ابن عباس رض مرفوعاً ایاھم فقد سمعوا ان الملائکۃ لا تدخل بیتاً فیہ صورۃ ھذا ابراھیم فما لہ یستقسم (خ لک) از کنز العمال ص $\frac{۲۰}{ج۲}$)

(۱۶) ابن عباس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہین کہ آپنے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کو کیا ہوگیا حالانکہ وہ سن چکے ہین کہ فرشتے ایسے گھر مین داخل نہین ہوتے جس مین تصویر ہو اور ان لوگوں نے ابراہیم علیہ السلام کی تصویر بنا رکھی ہے اور اُسپر مزید یہ کہ اُنکو تھما

(۱۷) حضرت فاروق اعظم رض جب شام مین تشریف لیگئے تو ایک گاؤن والا آپ کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مین نے آپکے لئے کچھ کھانا طیّار کیا ہے۔ مین چاہتا ہون کہ آپ میرے مکان پر تشریف لے چلین تاکہ میرے اہل پیشہ دیکھ لین کہ آپ میری کس درجہ قدر و منزلت کرتے ہین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا

انا لا ندخل الکنائس التی فیھا ھذہ الصور (عب ش ق) کذا فی الکنز عن اسلم ص $\frac{۲۱۹}{ج۲}$

ہم ایسے گرجا گھرون مین داخل نہین ہوتے جن مین تصاویر ہون۔

(۱۸) حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک مرتبہ اپنی پولیس کے افسر کو بلایا اور فرمایا کہ خبر ہے کہ مین اس وقت تمہین کس کام کے لئے بھیجتا ہون مین آج اُس کام کے لئے تمہین بھیج رہا ہون جس کے لئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا اور وہ یہ ہین

ان انحت له کل زخرف یعنی کل صورة وان اسوی کل قبر (ع وابن جریر) کذا فی بیوع الکنز من محظورات الکسب صلا ۲۱۹ ج ۲	کہ مین ہر تصویر کو آپ کے فرمان کے مطابق مٹا دون اور یہ کہ ہر قبر کو (قدر مسنون کی) برابر کردون۔

(۱۹) نیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ مین نے ایکمرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کھانا طیار کیا۔ آپ تشریف لائے تو گھر مین تصاویر دیکھین۔ آپ فوراً واپس ہو گئے (کنز العمال صلا ۲۱۹ ج ۲)

(۲۰) نیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ ایک مرتبہ جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین تشریف لائے اور سلام کیا پھر فوراً لوٹ گئے۔ آپ نے جبرئیل علیہ السلام سے اسکے بعد شکایت کی کہ سلام کرکے کیون لوٹ گئے جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا

انی لا ادخل بیتا فیہ صورة ولا کلب ولا بول (مسلم) (کنز صلا ۲۱۹ ج ۲)	مین ایسے گھر مین داخل نہین ہوتا جس مین تصویر یا کتا اور پیشاب رکھا ہوا ہو۔
(۲۱) واخرج البخاری عن ابی جحیفة قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ثمن الدم وثمن الکلب وکسب البغی ولعن آکل الربا وموکله والواشمة والمستوشمة والمصور (از بلوغ القصد والمرام صلا ۲)	امام بخاری نے حضرت جحیفہ رض سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کتے کی قیمت سے اور حرامکاری کی آمدنی سے اور لعنت فرمائی ہے سود کھانے والے اور اُسکے کھلانے والے پر اور (دہنو کر سے عمل) گودنے والی اور گدوانے والی عورت پر اور تصویر بنانے والے پر

اور حضرت عبد اللہ ابن عمر نے حضرت ابو ایوب انصاری رض کی دعوت کی تشریف لائے تو گھر کی دیوار پر ایک پردہ پڑا دیکھا۔ حضرت ابن عمر رض نے اسپر عذر پیش کیا کہ غلبتنا علیہ النساء۔ اس بارہ مین کہ ہمپر عورتین غالب آگئین۔ حضرت ابو ایوب رض نے فرمایا کہ اور کسی پر تو یہ خطرہ ہونا کچھ تعجب نہین تھا لیکن مجھے آپکے متعلق ایسا گمان نہ تھا اور کھکر لوٹ گئے۔

واللہ لا اطعم لکم طعاما (رواہ البخاری فی النکاح باب یرجع اذا رأی منکرا)	خدا کی قسم مین تمہارا کھانا نہ کھاؤنگا۔

(۲۲) اور امام احمد ابن حنبل رح نے مسند مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ مین تھے اسی وقت ارشاد فرمایا کہ آپ لوگون مین کوئی ایسا آدمی ہے جو مدینہ مین جائے اور کوئی بُت بغیر توڑے اور کوئی قبر (جو زیادہ بلند ہو) بغیر برابر (یعنی عام قبرون کی برابر) کئے ہوئے نہ چھوڑے اور کوئی تصویر نہ چھوڑے جسکو کسی چیز سے لتھیڑ کر خراب نہ کردے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ مین یہ کام کرونگا اہل مدینہ اس کی جرأت وہمت سے ہیبت مین پڑ گئے۔ یہ صاحب گئے اور پھر لوٹے اور عرض کیا کہ

يارسول الله لم ادع بها وثنا الا كسرته ولا قبرا الا سويته ولا صورة الا لطختها ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من عاد الى صنعة شيئ من هذا فقد كفر بما انزل على محمد صلى الله عليه وسلم قال الحافظ المنذری واسناده جيد (از بلوغ المرام ص۲۲)

یارسول اللہ یعنی مدینہ مین کوئی بُت نہین چھوڑا جسکو توڑ نہین دیا اور نہ کوئی قبر چھوڑی جسکو (قدر مسنون کی) برابر نہین کر دیا اور نہ کوئی تصویر چھوڑی جسکی صورت نہیں بگاڑ دی اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اسکے بعد ان چیزون مین سے کوئی چیز بنائے تو گویا وہ انکار کرتا ہے اوس وحی کا جو اللہ تعالیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل فرمائی ہے۔

(۲۳) وفی تلقیح فهوم اهل الاثر لابن الجوزی ص۲ كان لرسول الله صلى الله عليه وسلم ترس فيه تمثال رأس كبش فكره رسول الله صلى الله عليه وسلم فاصبح يوما وقد اذهبه الله عزوجل اخرجه الطبری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ڈھال تھی جسمین ایک دنبہ کے سر کی تصویر بنی ہوئی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات ناپسند ہوئی تو ایک روز آپ صبح کو بیدار ہوئے تو دیکھا کہ حق تعالیٰ نے (بطور معجزہ کے) اوسکو بالکل مٹا دیا ہے ۱۲

احادیث رخصت

جن سے خاص خاص قسم کی تصاویر کے استعمال کی اجازت معلوم ہوتی ہے

(۲۴) عن عائشة رضـ قالت كنت العب بالبنات فربما دخل علیّ رسول الله صلى الله عليه وسلم وعندی الجواری فاذا دخل خرجن واذا خرج دخلن (رواه ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضـ فرماتی ہین کہ مین گڑیون سے کھیلا کرتی تھی بسا اوقات ایسی حالت مین میرے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تھے اور میری سہیلیان میرے پاس ہوتی تھین تب آپ اندر تشریف لاتے تو وہ باہر چلی جاتی تھین پھر جب باہر تشریف لیجاتے تو وہ اندر

(۲۵) مسند ابی داؤد طیالسی ص۳۵۶ عن شعبة مولی ابن عباس قال دخل مسور بن مخرمة علی ابن عباس وهو مريض وعليه ثوب استبرق وبين يديه كانون عليه تصاوير فقال المسور ما هذا يا ابن عباس قال علمت به وما ادری رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن هذه الا للتكبر والتجبر ولسنا بحمد الله كذلك فلما خرج المسور امر بهما

(۲۵) حضرت مسور بن مخرمہ حضرت ابن عباسؓ کے پاس تشریف لے گئے اور ابن عباسؓ اسوقت بیمار تھے اور استبرق کے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور اونکے سامنے

(۲۶) حضرت عکرمہ رضـ فرماتے ہین کہ صحابہ کھڑی ہوئی تصویرون کو ناجائز سمجھتے تھے اور پامال مین کوئی مضائقہ نہین جانتے تھے (فتح الباری بحوالہ ابن ابی شیبۃ ص۳۲۶ ج۱۰) یہی مضمون حضرت ابن سیرین اور سالم بن عبداللہ سے بھی اور عروہ سے بحوالہ ابن ابی شیبہ فتح الباری مین مذکور ہے

(۲۷) طبقات ابن سعد جزء تابعین ص۱۳۶ مین ہے کہ حضرت عروہ رضـ کے بٹن مین آدمیون کے چہرون کی تصویرین تھین

(۲۸) اور اسد الغابہ مین حضرت انس بن مالکؓ کے حالات مین ہے کہ اون کی انگوٹھی کے نگینہ پر ایک شیر غران کی تصویر بنی تھی

(۲۹) وفی مسند الامام احمد رضـ فی حدیث الستر لعائشة فكان فی البیت یجلس علیه وفیه صورة

اور مسند احمد مین حضرت عائشہؓ کے پردہ کے قصہ مین یہ بھی مذکور ہے کہ اوسکو پھاڑنے کے بعد بھی وہ گھر مین رہا اور اوس پر بیٹھا جاتا تھا ۱۲

مذکور الصدر احادیث و آثار مین بظاہر تعارض ہو گیا کہ اول الذکر روایات سے عموماً استعمال تصویر کی ممانعت معلوم ہوتی ہے اور ثانی الذکر سے اجازت و رخصت سمجھی جاتی ہے۔ اس تعارض کے رفع کرنے کیلئے محدثین کی ایک

فرمایا ہو اور ہم بفضلہ تعالیٰ ایسے نہین کہ غرور کرین پس جب حضرت مسور چلے گئے تو ابن عباس رضـ نے وہ کپڑے نکلوا دیئے اور فرمایا کہ ان تصاویر کے سر کاٹ دو

جماعت نے یہ صورت اختیار فرمائی ہے کہ احادیث رخصت و جواز کو منسوخ اور احادیث حرمت کو ناسخ قرار دیا - جیساکہ حافظ حدیث[۵] ابوبکر حازمی نے اسی صورت کو اختیار فرمایا ہے - اور محققین محدثین و فقہا سب اس طرف گئے ہین کہ ناسخ منسوخ قرار دینے کی حاجت نہین بلکہ دونون قسمون مین بآسانی تطبیق ہوسکتی ہے جسکی صورت یہ ہی کہ احادیث حرمت اپنی جگہ پر صحیح ہین اور جن احادیث سے رخصت مفہوم ہوتی ہے وہ عام نہین بلکہ خاص خاص اقسام تصویر کے متعلق ہین جو احادیث حرمت سے مستثنی ہین اور تفصیل اسکی یہ ہے - احادیث مذکورہ سے (جن سے بعض تصاویر کی اجازت مفہوم ہوتی ہے) تمام اُمّتؐ کے فقہاء و محدثین نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ تصویر کے مندرجہ ذیل اقسام کا استعمال جائز ہے

(۱) غیر ذی روح چیزون کی تصاویر جیسے درختون اور پھولون کی تصاویر یا مکانات و عمارات کے نقشے (کما یستفاد من حدیث عبد اللہ ابن عباس رضی المذکور فی ص۳۱)

(۲) بچّون کی گڑیان (جو عموماً مکمل تصاویر نہین ہوتین) (کما علم من حدیث عائشۃ رضی اللہ عنہا ص۲۴)

(۳) جو تصاویر پامال و ممتہن فرش یا زمین وغیرہ مین ہون (کما علم من حدیث عائشۃ رض عند احمد ص۲۹)

(۴) جن تصاویر کا سر کاٹ کر مٹا دیا جائے (کما یستفاد من حدیث ابی ھریرۃ رض ص۱۰)

(۵) بہت چھوٹی تصویرین جیسے بٹن یا انگشتری یا روپیہ پیسے کی تصویر (کما یعلم من اثر انس رض ص۲۸ و عکرمۃ رض ص۲۶ و عروۃ ص۲۷)

اور چھوٹی تصویر کا معیار علّامہ شامی و طحطاوی وغیرہ نے یہ بیان کیا ہے کہ اگر تصویر زمین پر رکھی ہو اور آدمی متوسط البصر کھڑا ہو تو تصویر کے تمام اعضاء کی پوری تفصیل و تشریح نظر نہ آئے -

تنبیہ تعارض احادیث اور اُس کا پورا مفصّل بیان اس رسالہ کے حصّہ دوم مین مذکور ہوگا (انشاء اللہ تعالیٰ)

مسئلہ تصویر کے متعلّق فقہا و محدّثین کے اقوال

مسئلہ تصویر کے بارہ مین جمہور اُمّتؐ کا اجماع اور ائمہ اربعہ کا مذہب شرح بخاری فتح الباری مین بالفاظ ذیل منقول ہی

وفی التوضیح قال اصحابنا وغیرهم تصویر صورة الحیوان حرام اشد التحریم وهو من الکبائر وسواء صنعه لما یمتهن او لغیره فحرام بکل حال لان فیه مضاهاة بخلق الله وسواء کان فی ثوب او بساط او دینار او دراهم او فلس او اناء او حائط واما ما لیس فیه صورة حیوان کالشجر ونحوه فلیس بحرام وسواء کان فی هذا کله ما له ظل وما لا ظل له وبمعناه قال

توضیح مین ہے کہ ہمارے فقہاء وغیرہم نے فرمایا ہے کہ جاندار کی تصویر بنانا حرام ہے شدید الحرمت اور کبیرہ گناہون مین سے ہی خواہ ایسی تصویرین ہون جن کو عادۃً ذلیل و ممتہن رکھا جاتا ہی یا ایسی نہ ہون پس وہ بہرحال حرام ہی اسلئے کہ اُس مین مشابہت خلق اللہ ہی اور برابر ہی کہ وہ تصویر کپڑے مین ہون یا فرش مین - دینار درہم اور پیسون مین ہو یا برتنون مین اور دیوارون مین اور برابر ہے کہ وہ مجسم مورت ہو جسکا سایہ پڑتا ہی یا محض نقش اور رنگ کی صورت مین ہو - یہی فرمایا ہے

[۵] کتاب الاعتبار فی بیان الناسخ والمنسوخ من الآثار ۱۲ منہ

صـ۲۴۵ ج

جماعة العلماء مالك والسفيان وابو حنيفة رح وغيرهم. جماعت علماء امام مالک و سفیان ثوری اور ابو حنیفہ وغیرہم نے عمدة القاری اور امام شافعی رح کا مذہب حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی شرح بخاری مین شیخ محی الدین نووی شافعی سے نقل کرتے ہوئے یہ لکھتے ہین

قال اصحابنا وغيرهم من العلماء تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر لانه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الاحاديث وسواء صنعه بما يمتهن او بغيره فصنعته حرام بكل حال لان فيه مضاهاة بخلق الله تعالى وسواء ما كان في ثوب او بساط او درهم او دينار او فلس او اناء او حائط او غيرها واما تصوير صورة الشجر ورحال الابل وغير ذلك مما ليس فيه صورة حيوان فليس بحرام هذا حكم نفس التصوير واما اتخاذ المصور فيه صورة حيوان فان كان معلقا على حائط او ثوبا ملبوسا او عمامة ونحو ذلك مما لا يعد ممتهنا فهو حرام وان كان في بساط يداس ومخدة ووسادة ونحوها مما يمتهن فليس بحرام ولا فرق في هذا كله بين ماله ظل وما لا ظل له هذا تلخيص مذهبنا في المسئلة وبمعناه قال جماهير العلماء من الصحابة والتابعين ومن بعدهم وهو مذهب الثوري ومالك وابي حنيفة وغيرهم (نووی مع مسلم صـ۱۹۹)

ہمارے حضرات اور دوسرے علماء نے فرمایا ہے کہ جاندار کی تصویر بنانا سخت حرام ہے اور وہ کبیرہ گناہون مین سے ہے اس لئے کہ اس پر ایسی وعید شدید وارد ہے جو بہت سی احادیث مین مذکور ہے اور اس مین برابر ہے کہ ایسی چیز کی تصویر بنائے جو عادۃً ذلیل و پامال رکھی جاتی ہے یا اور کسی چیز کی بہرحال بنانا اس کا حرام ہے اس لئے کہ اس مین حق تعالیٰ کی صفت خلق کی نقل اُتارنا ہے۔ اور یہ بھی برابر ہے کہ کپڑے مین ہو یا فرش مین اور درہم و دینار یا پیسہ مین ہو یا برتن اور دیوار وغیرہ مین۔ لیکن درختون کی اونٹ کے کجاوہ وغیرہ کی ایسی چیزون کی جو ذی روح نہین تو اس کی تصویر بنانا حرام نہین یہ تو تصویر بنانیکا حکم ہے لیکن ان چیزون کا استعمال جن مین ذی روح کی تصویر بنی ہو تو اس مین یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ دیوار پر معلق یا پہنے ہوئے کپڑے یا عمامہ وغیرہ ایسی چیزون مین ہون جو عادۃً ذلیل و حقیر نہین سمجھی جاتی تو ان کا استعمال حرام ہے اور اگر پامال فرش یا کسی گدے اور تکیہ وغیرہ مین ہو جو عادۃً ذلیل و پامال ہوتے ہین تو یہ حرام نہین اور اس مین کوئی فرق نہین کہ یہ تصویر مجسم ہو جس کا سایہ پڑتا ہے یا مجسمہ نہ ہو بلکہ محض نقش اور رنگ ہو یہ خلاصہ ہے ہمارے مذہب کا مسئلہ تصویر مین اور یہی مذہب ہے جمہور علماء کا صحابہ و تابعین اور ان کے بعد کے علماء مین سے اور یہی مذہب امام ثوری اور مالک اور ابو حنیفہ وغیرہم ہے۔

اور یہی مضمون علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح بخاری مین تحریر فرمایا ہے (فتح الباری مصری صـ۳۲۲ ج) حضرات صحابہ و تابعین اور فقہاء و محدثین کے اقوال گر جمع کئے جائین تو بلا ضرورت کتاب کی ضخامت بڑھتی ہے امام نووی اور حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کی تحریرات مذکورہ مین اس مضمون پر اجماع اُمّت کا نقل کر دینا کافی سے بھی زیادہ ہے اسلئے اس باب کو اسی قدر پر ختم کیا جاتا ہے والامر بید الله وهو حسبی ونعم الوکیل ۰

کشف السجاف
عن
وجہ فوٹوغراف

باب دوم

فوٹو کے متعلق شرعی احکام

صحیح حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری اُمت میں کچھ لوگ شراب کا نام بدلکر اُسکو پئیں گے اور بر سرِ مجلس راگ باجے اور گانے بجانے کا مشغلہ کرینگے حق تعالےٰ اُنکو زمین میں دھسا دینگے۔ اور اُن میں سے بعض کو بندر اور خنزیر بنا دینگے۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مضمون شراب کے متعلق ارشاد فرمایا ہی آج اُمت نے اُسکو صرف شراب ہی نہیں بلکہ اکثر دوسرے محرمات میں بھی استعمال کر رکھا ہے۔ شریعت میں جس نام سے کسی چیز کو حرام کیا گیا ہی اُس پر نئی معاشرت کا رنگ و روغن چڑھا کر اور نام بدلکر بے خطر اُسکا استعمال کیا جاتا ہے اور اپنے نزدیک سمجھتے ہیں کہ اس حیلے سے وہ خدائی گرفت سے بچ گئے اور حقیقت یہ ہے کہ ؎

کار ہا با خلق آری جملہ راست　　　　با خدا تزویر و حیلہ کے رواست

اگر اُنکو چشمِ بصیرت نصیب ہو تو وہ مشاہدہ کریں کہ درحقیقت اس حیلہ نے اُنکو ایک گناہ کے بجائے دوگنا ہوں کا مجرم بنا دیا۔ ایک تو خود گناہ کا ارتکاب اور دوسرا اُس پر کسی قسم کی ندامت کا نہونا اور تلافی و تدارک سے غافل ہنا

شراب کا نام اسپرٹ رکھکر جائز کر لیا گیا تو تصویر کشی کا لقب فوٹو گرافی رکھکر حلال کر لیا گیا۔ پرانے مزامیر و معازف کو چھوڑ کر اُسکی جگہ گراموفون نے لی۔ اور اس نام کی بدولت وہ بھی حُرمت سے نکل گیا۔

سود کا نام منافع اور رشوت کا لقب حق الخدمت کرکے علانیہ اُس کا لین دین جاری ہو گیا۔ والی اللہ المشتکیٰ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اس وقت ہمارے زیرِ بحث "فوٹو اور فوٹو گرافی" کا مسئلہ ہے یہ بھی اُسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ کہ شریعت نے تصویر کشی کو حرام قطعی اور اُسکے استعمال کو ناجائز قرار دیا تھا۔ دورِ حاضر کے روشن خیال مسلمانوں نے اُس پر ایک نیا روغن چڑھایا یعنی اُنے طرز کی تصاویر کو چھوڑ کر اُسکا ایک

عہ یہ حدیث ابن ماجہ اور صحیح ابن حبان میں حضرت ابو مالک الشعری سے منقول ہے۔ (کذا فی الترغیب للمنذری ص۱۸۷)

نیا طریقہ ایجاد کیا اور نیا نام رکھ لیا اور حرمت وممانعت کے فتووں سے بے خطر ہو کر بیٹھ گئے۔ اور اس بارہ میں اُن لوگوں کا زیادہ شکوہ نہ تھا جنہوں نے صرف جدید تعلیم میں آنکھ کھولی اور جدید نصاب ہی میں علمی پرورش پائی۔ بقول اکبر مرحوم ؎

اُنہوں نے دین کب سیکھا ہے رہکر شیخ کے گھر میں
پلے کالج کے چکر میں مرے صاحب کے دفتر میں

افسوس اور شکایت اُن بعض حضرات سے ہے جو کتاب وسنت سے بھی محض ناواقف نہیں بلکہ بعض اوقات اپنی ہمہ دانی کے خیال میں وہ ائمہ اجتہاد اور سلف صالح پر بھی حرف گیری کے لئے آمادہ نظر آتے ہیں۔ تصویر کشی کا نام فوٹو گرافی رکھکر اُنہوں نے اس کے جواز کا فتویٰ دیدیا "تصویر اور فوٹو میں فرق" پر اُن کی قوت استدلال کا خاکہ یہ ہے۔

پہلی دلیل جس کو سب سے بڑی دلیل کہا گیا ہے فوٹو کے جواز پر پیش کی گئی ہے "اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ فوٹو عبادت کے کام میں نہیں آتے"۔ لیکن مجھ اول تو اسی میں کلام ہے کہ "فوٹو عبادت کے کام میں نہیں آتے"۔ کیونکہ ہندوستان کے رہنے والے جانتے ہیں کہ آج بھی ہندوستان میں ایک فرقہ موجود ہے جو اپنے پیر کے فوٹو کو پوجتا ہے۔ اسکے علاوہ تصویر کا مبادی شرک وبت پرستی میں سے ہونا اسی پر موقوف نہیں کہ اُسکی اس وقت بھی عبادت ہوتی ہو۔ بلکہ وہ تصویر بھی مبادی شرک میں سے ہے جو اگرچہ اس وقت پوجی نہیں جاتی مگر آئندہ اُسکی پرستش کا احتمال قریب موجود ہو۔ ورنہ عیسیٰ اور مریم علیہما السلام اور دوسرے انبیائے علیہم السلام کی وہ تصویریں بھی جو شروع شروع میں محض اُنکی یاد تازہ کرنے اور اور اپنے لئے ایک نمونہ باقی رکھنے کے لئے بنائی گئی تھیں مبادی شرک میں سے نہ رہیں گی۔ کیونکہ اُس وقت اُنکی عبادت کا خیال بھی نہ تھا۔ مگر ایک زمانہ کے بعد وہی تصویریں ذریعہ بت پرستی بن گئیں۔ اور اگر تسلیم ہی کر لیا جائے کہ "فوٹو عبادت کے کام میں نہیں آتے اور نہ آئندہ آسکتے ہیں" تو زیادہ سے زیادہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ فوٹو کی تصویر مبادی شرک میں سے نہیں جو حرمتِ تصویر کے اسباب میں سے ایک سبب ہے، نہیں مگر جب کسی چیز کی حرمت چند اسباب پر مبنی ہے ہو تو اُن میں سے کسی ایک سبب کا منعدم ہو جانا اُس چیز کو حلال نہیں کر دیتا۔ مثلاً ایک مجرم پر چند جرم عائد کئے گئے ہوں چوری۔ ڈاکہ زنی قتل عمد۔ توہین عدالت۔ وغیرہ وغیرہ۔ اگر صفائی کے گواہ اُس کو قتل عمد سے بری ثابت کر دیں تو فقط اتنی بات سے وہ بالکل آزاد نہیں کر دیا جاتا۔ بلکہ دوسرے جرموں کی سزائیں اُس پر قائم کی جاتی ہیں۔ تصویر کا استعمال بھی جیسا کہ میں شروع میں عرض کر چکا ہوں بہت سے جرموں کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ مبادی شرک میں سے ہونا مشابہت کفار کا لازم آنا۔ ملائکہ رحمت کو آنے سے روک دینا وغیرہ۔

اب اگر فرض کر لیا جاوے کہ فوٹو کی تصویر میں حرمت کا ایک وہ سبب "مبادی شرک میں سے ہونا" موجود نہیں تو اس سے کہاں لازم آیا کہ یہ تصویر بالکل حرمت سے آزاد ہو جائے کیا استعمال تصویر کے دوسرے اسباب جو فوٹو کی تصویر میں قطعاً موجود ہیں مثلاً مشابہت کفار اور ملائکہ رحمت کا بغض اُسکی ممانعت کیلئے پھر بھی کافی نہیں؟ ہاں اس تقریر پر زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ عذاب میں اتنی تخفیف ہو جائے کہ اُس کو وہ عذاب دیا جائے جو عبادت

کی تصاویر رکھنے والے کو دیا جائے گا۔
اور اس وقت کہا جا سکتا ہے کہ فوٹو گرافی کا وہی حکم ہونا چاہیئے جو تصویر کشی کا ہے۔ یعنی ذی روح کا فوٹو لینا مطلقاً حرام ہونا چاہیئے۔ اور غیر ذی روح میں سے اُن چیزوں کا جن کی عبادت کی جاتی ہے۔ کما مر۔ اسی طرح فوٹو کے استعمال کا وہی حکم ہوگا جو استعمالِ تصاویر کا ہے اور جس کو انشاء اللہ عنقریب تفصیل کے ساتھ عرض کیا جائیگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

دوسری دلیل۔ یہ پیش کی جاتی ہے کہ فوٹو گرافی درحقیقت عکاسی ہے جس طرح آئینہ پانی اور دیگر شفاف چیزوں پر صورت کا عکس اُتر آتا ہے اور اس کو کوئی گناہ نہیں سمجھتا۔ اسی طرح فوٹو کے شیشہ پر مقابل کا عکس اُتر آتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ آئینہ وغیرہ کا عکس پائدار نہیں رہتا اور فوٹو کا عکس مسالہ لگا کر قائم کر لیا جاتا ہے۔ ورنہ فوٹو گرافر اعضاء کی تخلیق و تکوین نہیں کرتا۔
اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ ان حضرت نے فوٹو کی تصویر کو آئینہ پانی وغیرہ کے عکس پر قیاس کیا ہے یعنی جس طرح آئینہ کے عکس میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں ایسے ہی فوٹو کی تصویر بھی ایک عکس ہے پھر اس کو کیوں حرام کیا جائے۔
لیکن اگر ذرا تامل سے کام لیا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ یہ قیاس اصول قیاس کے قطعاً خلاف ہے اور ایک عالم کی شان اس سے بہت اعلی ہونی چاہیئے کہ وہ ایسے ظاہر الفرق چیزوں میں فرق نہ کرے اور ایک پر دوسرے کا حکم نافذ کر دے فوٹو کی تصویر اور آئینہ وغیرہ کے عکس میں چند نمایاں فرق ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔
(۱) سب سے بڑا فرق تو یہی ہے جس کو خود یہ حضرات بھی تسلیم کرتے ہوئے ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں۔
"فرق صرف یہ ہے کہ آئینہ وغیرہ کا عکس قائم اور پائدار نہیں رہتا اور فوٹو کا عکس مسالہ لگا کر قائم کر لیا جاتا ہے"
مگر مولانا اس فرق کو قلیل سمجھکر نظر انداز کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہی فرق تصویر اور عکس میں، مابہ الامتیاز ہے۔ عکس کو جس وقت تک مسالہ لگا کر پائدار نہ کر لیا جائے

اُس وقت تک وہ عکس ہے اور جب اُس کو مسالہ کے ذریعہ سے پائدار اور قائم کر لیا ئے وہی عکس عکس کی حدود سے نکلکر تصویر بنجا تا ہے۔ کیونکہ عکس صاحب عکس کا ایک عرض ہے جو اُس سے علیحدہ نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ آئینہ پانی وغیرہ میں جب تک کہ ذی عکس اُن کے مقابل رہتا ہے اُس وقت عکس باقی رہتا ہے اور جب وہ اُن کے محاذات سے ہٹ جائے تو عکس بھی اس کی ساتھ چل دیتا ہے۔ دھوپ میں آدمی کھڑا ہوتا ہے اور اُس کا عکس زمین پر پڑتا ہے مگر اُس کا وجود آدمی کے تابع ہوتا ہے جس طرف یہ چلتا ہے عکس بھی اُس کے ساتھ چلتا ہے زمین کے کسی خاص حصہ پر اُس کا قائم اور پائدار ہونا اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک کسی مسالہ یا نقش اور رنگ کے ذریعہ سے اس کی تصویر نہ کھینچ لیجائے۔

حاصل یہ ہے کہ عکس جب تک کہ مسالہ وغیرہ کے ذریعہ سے پائدار نکر لیا جائے اُس وقت تک وہ عکس ہے اور جب اُس کو کسی طریقہ سے قائم و پائدار کر لیا جائے تو وہی تصویر بنجا تا ہے۔

اور عکس جب تک عکس ہے نہ شرعاً اُس میں کوئی حرمت ہے اور نہ کسی قسم کی کراہت۔ خواہ وہ آئینہ، پانی یا کسی اور شفاف چیز پر ہو یا فوٹو کے شیشہ پر۔ اور جب وہ اپنی حد سے گذر کر تصویر کی صورت اختیار کریگا خواہ وہ مسالہ کے ذریعہ سے ہو یا خطوط و نقوش کے ذریعہ سے اور خواہ یہ فوٹو کے شیشہ پر ہو یا آئینہ وغیرہ شفاف چیزوں پر۔ اُس کے سارے احکام وہی ہوں گے جو تصویر کے متعلق ہیں۔

غرض مسالہ لگا کر پائدار کرنے سے پہلے پہلے صورت کا عکس فوٹو کے شیشہ پر بھی ایسا ہی حلال اور جائز ہے جیسے آئینہ پانی وغیرہ میں۔ اور مسالہ لگا کر آئینہ وغیرہ شفاف چیزوں پر بھی عکس کا پائدار کر لینا ایسا ہی حرام و ناجائز ہے جیسا کہ فوٹو کے آئینہ پر۔

آج اگر کوئی مسالہ ایسا ایجاد کیا جائے کہ جب اُس کو آئینہ پر لگایا جائے تو اُس کے مقابل صورت اُس میں قائم ہو جائے یا کوئی شخص اُسی صورت کو قلم وغیرہ سے

آئینہ پر نقش کر دے تو یقیناً اُس آئینہ کی صورت کا وہی حکم ہوگا جو تمام تصاویر کا ہے

ایک شبہ کا ازالہ | ان حضرات نے فرمایا ہے کہ "فوٹو گرافر اعضاء کی تخلیق و تکوین نہیں کرتا"۔ لیکن معلوم ہونا چاہیئے کہ اعضاء کی تخلیق و تکوین کے کیا معنی ہیں؟ کیا صرف یہی کہ تصویر کے ایک ایک عضو کو بغیر کسی آلہ اور واسطہ کے اپنے ہاتھ سے بنایا جائے، یا کسی آلہ کے ذریعہ سے بنانا بھی تخلیق و تکوین میں داخل ہے۔ اگر تخلیق اسی کا نام ہے کہ کوئی آلہ درمیان میں نہ ہو تو وہ شخص بھی اعضا کی تخلیق نہیں کرتا جو کسی مشین کے ذریعہ سے لوہے تانبے یا کسی اور دھات کے مجسمے یا بت بناتا ہے۔ اسی طرح وہ شخص بھی تخلیق اعضا کا مجرم نہیں ہو سکتا جو سانچے میں مورتیں اور مجسمات ڈھالتا ہے۔ بلکہ اُس شخص پر بھی یہ جرم عائد نہیں ہو سکتا جو قلم سے تصویر بناتا ہے کیونکہ وہ بھی بلا واسطہ تخلیق اعضا نہیں کرتا۔ قلم درمیان میں حائل ہے۔

اور اس وقت اس قاعدہ کی بنا پر فقط فوٹو گرافی جائز نہیں ہوتی بلکہ بہت سے بتوں اور مجسمات بلکہ تمام تصویروں کا بنانا بھی حلال طیب ہو جاتا ہے جس کی قباحت محتاج بیان نہیں۔

اور اگر کسی آلہ اور کسی واسطہ کے ذریعہ سے تصویر بنانا بھی تخلیق اعضا کے حکم میں داخل ہے۔ تو جس طرح مشینوں اور سانچوں میں مجسمات ڈھالنا قلم سے تصویر بنانا تخلیق اعضا ہے ایسے ہی مسالہ کے ذریعہ سے فوٹو کے عکس کو پائدار کرنا بھی تخلیق ہے۔

اور جب مشینوں، سانچوں، میں مجسمات ڈھالنا، قلم سے تصویر بنانا، حرام ہیں تو فوٹو کے عکس کو مسالہ لگا کر پائدار کرنا کیوں حرام نہ ہو۔

اور اگر تسلیم ہی کر لیا جائے کہ فوٹو گرافر اعضا کی تخلیق و تکوین نہیں کرتا تو زیادہ سے زیادہ اس سے یہ ثابت ہوگا کہ فوٹو گرافی میں تشبہ بالخالق (جو تصویر کشی کی حرمت کے اسباب میں سے ایک سبب ہے) لازم نہیں آتا۔ لیکن ابتدائے تحریر میں گذر چکا ہے کہ تصویر کشی کی حرمت فقط اسی ایک سبب پر مبنی نہیں بلکہ اُس کے دو سبب اور بھی ہیں یعنی تصویر کا مبادی

شرک میں سے ہونا۔ اور مشابہت کفار کا لازم آنا۔ اور یہ دونوں سبب حرمت فوٹو گرافی میں بے شبہ موجود ہیں اور میں عرض کرچکا ہوں کہ جب تک اسباب حرمت میں سے ایک سبب بھی کسی تصویر میں موجود ہوگا اُس وقت تک یہ تصویر جائز نہیں ہوسکتی۔ اس لئے تخلیق و تکوین نکرنے پر بھی فوٹو گرافی جائز نہونی چاہئے۔ اسکے بعد میں پھر اپنے مقصود (فوٹو کی تصویر اور آئینہ کے عکس میں فرق کو بیان کرتا ہوں۔

یہ ایک فرق تو وہی تھا جس کو خود ان حضرات نے بھی تسلیم کیا ہے۔

(۲) دوسرا فرق آئینہ وغیرہ کے عکس اور فوٹو کی تصویر میں یہ بھی ہے کہ آئینہ کے عکس میں مشابہت کفار لازم نہیں آتی۔ اور فوٹو میں لازم آتی ہے۔ پانی وغیرہ میں چہرہ دیکھنا کفار کا خاص شعار نہیں بلکہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے بھی ثابت ہے۔ اور فوٹو کا دیواروں وغیرہ میں لگانا روضن کیتھو لک اور دیگر تصاویر پرست فرق کفار کے طرز عمل کے مشابہ ہے۔

---

(۳) ایک فرق یہ بھی ہے کہ عرف میں آئینہ وغیرہ کے عکس کو کوئی تصویر نہیں کہتا اور فوٹو کو تصویر کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ میں عنقریب اس کی شہادت پیش کروں گا۔ اسلیئے فوٹو کے احکام تصویر کے احکام ہونے چاہئیں نہ عکس آئینہ کے۔

یہ تین نمایاں فرق ہیں جو فوٹو کی تصویر کو آئینہ وغیرہ کے عکس سے ممتاز کردیتے ہیں اس لئے فوٹو کی تصویر کو آئینہ کے عکس پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہوگا جو شرعاً و عقلاً مردود ہے

تیسری دلیل ان حضرات نے یہ بیان کی ہے کہ:

"موجودہ دنیائے اسلام کے تمام روشن خیال علما کی (بشرطیکہ روشن خیالی منصب افتاء کے خلاف نہ ہو) رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ فوٹو گرافی مصوری نہیں ہے

اور نہ فوٹو پر تصویر کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ مصر و مراکش ایران و قسطنطنیہ کے تمام اکابر ارباب عمائم ہمکو کاغذی پیرہنوں میں ہندوستان میں چلتے پھرتے نظر آتے ہیں؟"

مگر کیا تعجب کے قابل نہیں کہ وہ روشنخیال عالم جو ائمہ مجتہدین اور سلف صالحین کی تقلید سے بے نیاز ہو۔ (اپنی خواہش کے موافق دیکھکر) اپنے معاصرین کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔ اور وہ آزاد قلم جس کو متقدمین اسلام کا اتباع ایک تاریک پہلو نظر آتا ہو اور جو جمہور فقہا و محدثین کے (جن میں بہت سے صحابہؓ بھی داخل ہیں) کلام کی تغلیط کرتے ہوئے بھی نہ رکتا ہو۔

وہی قلم ہے جو اس وقت اپنے تھوڑے سے معاصرین کے فتووں سے مسلمانوں کے لئے ایک حرام کو حلال کرنا چاہتا ہے۔

اور کیا افسوس کے قابل نہیں کہ جب اپنے خیال کے موافق نہ ہو تو حضرت علی اور ابن عباسؓ کی بھی شنوائی نہ ہو؟ اور جب موافق ہو تو چند معاصرین کے فتوے قابل استدلال بنجائیں خصوصاً جبکہ ہزارہا علماء کے فتوے اُن کے خلاف بھی موجود ہوں بقول اکبرؔ ع دل کو بھا جائے تو اکبر کی خرافات اچھی۔

پھر معلوم نہیں کہ روشنخیالی اور تاریک خیالی کا معیار ان حضرات کے نزدیک کیا ہے جس کی وجہ سے اُن ہزاروں علمائے ہندوستان وغیر ہندوستان کو روشنخیالی میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیجاتی جن کا قصور صرف اتنا ہے کہ وہ احکام شرعیہ میں جسارت و دلیری سے کام لیکر دین کو اپنی خواہشات کا تابع نہیں بناتے۔ اور متقدمین اسلام کو اپنے سے زیادہ اعلم بالقرآن والحدیث سمجھکر اُن کی رائے کو اپنی رائے سے مقدم جانتے ہیں۔

اور اگر فی الواقع وہ اسی جرم کی سزا میں روشنخیالی سے محروم ہیں تو یہ محرومی اُن کے لئے باعث فخر ہے۔ اُنہیں ایسی روشنخیالی کی ضرورت نہیں۔ اُن کی تاریک خیالی پر ایسی ہزاروں روشنیاں قربان کیجا سکتی ہیں۔ ع

خدا گواہ کہ جرم ما ہمیں عشق است ۔ گناہ گبر و مسلمان بجرم ما بخشند

اس کے بعد مجھے اس میں بھی کلام ہے کہ جن علماء کو اُن کی اصطلاح میں روشنخیال

کہا جاتا ہے۔ وہ بھی سب کے سب اس مسئلہ میں آپکے ہم نوا ہوکر فوٹو اور فوٹو گرافی کو حلال سمجھتے ہوں بلکہ اب تو وہ اصطلاحی روشنخیال حضرات بھی جو ایک عرصہ دراز تک فوٹو کو نہ فقط جائز سمجھتے رہے بلکہ بذریعہ عمل مسلمانوں کو اس کی تعلیم دیتے رہے ہیں جب اُنکو اپنی عاقبت پیش نظر ہوتی ہے تو وہ اپنے خیالات سے تائب ہوکر (جیساکہ ایک مسلمان کا فرض ہے) صاف صاف حق کا اعتراف کرلیتے ہیں۔ ہم نہایت مسرت کے ساتھ جناب ابوالکلام آزاد کو مرحبا کہتے ہیں (اور خدا سے دعا کرتے ہیں کہ سید صاحب ندوی اور اُن کے ہم خیال علماء بھی اس میں اُنکی تقلید کریں) جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آپ نے ایک مدت مدید تک اپنے اخبار "الہلال" کو باتصویر شائع کرنیکے بعد اب اپنے خیال سے رجوع کرلیا ہے چنانچہ جب آپکے بعض معتقدین نے آپکا تذکرہ لکھا اور درخواست کی کہ آپکا فوٹو بھی درج تذکرہ کیا جائے تو آپنے صاف انکار کردیا۔ اور اُن کے خط کے جواب میں یہ الفاظ لکھے:۔

"تصویر کا کھینچوانا۔ رکھنا۔ شائع کرنا سب ناجائز ہے۔ یہ میری سخت غلطی تھی کہ تصویر کھینچوائی اور الہلال کو باتصویر نکالا تھا میں اس غلطی سے تائب ہوچکا ہوں میری پچھلی لغزشوں کو چھپانا چاہئے نہ کہ از سرنو اُنکی تشہیر کرنی چاہئے۔"

آپ سے فوٹو کھنچوانے کی درخواست کیگئی تھی جس کے جواب میں انہوں نے فوٹو کو تصویر میں داخل سمجھکر (جیساکہ وہ واقع میں داخل ہے) لکھا کہ "تصویر کھینچوانا۔ شائع کرنا۔ رکھنا سب ناجائز ہے" جس سے اُس دلیل کی بھی حقیقت کھل گئی جس کو مولانا سید سلیمان صاحب نے روشنخیال علماء سے نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

"کہ فوٹو گرافی مصوری نہیں اور نہ فوٹو پر تصویر کا اطلاق ہوسکتا ہے"

جناب ابوالکلام تو آپ کی اصطلاح میں تاریک خیال نہیں یہ تو اُنہیں حضرات میں سے ہیں جن کے فوٹو کو آپ حضرات کے نزدیک فوٹو کے جواز کا فتوے کہا جاتا ہے۔

خداوند عالم مولانا کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور دوسرے مسلمانوں کو بھی اسکی توفیق دے آمین

میری اتنی گذارش سے انشاء اللہ تعالےٰ واضح ہوگیا کہ جن وجوہ کی بنا پر فوٹو اور فوٹو گرافی کو حلال اور جائز سمجھا جاسکتا تھا اُن میں سے ایک بھی قابلِ استدلال نہیں۔ اور اس ضعیف بنیاد پر ایک حرام صریح کو حلال کردینا۔ اتنی بڑی جسارت اور دلیری ہے کہ کسی خدا ترس مسلمان سے ممکن نہیں بلکہ بلاشبہ اُسی مضمون کی نظیر ہے جو بحوالہ حدیث اوپر ذکر ہوچکا ہے کہ اُس امت کے کچھ لوگ نام بدلکر شراب پئیں گے بلاشبہ۔ یہ بھی اسی طرح تصویر کا نام بدلکر اُس کو حلال کرنا ہے۔

حق تعالےٰ مسلمانوں کو اس بلائے عظیم سے بچائے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

کتبہ احقر محمد شفیع غفرلہٗ خادم دارالافتاء دارالعلوم دیوبند شعبان ۵۲ھ

عـه ہاں اس کے ساتھ ہی اُن معتقد صاحب کا فعل بھی بہت قابلِ داد ہے کہ انھوں نے اُن کی کتاب کی رونق بازار کے لئے اگر ایک جانب تو ... اور نہ ... کی معصیت کی پرواہ نہیں کی تو دوسری جانب حضرت شیخ کی بزرگی کے اور شان کے بھی خلاف کیا جس کے حالات کو وہ بغرض تقلید مسلمانوں کے سامنے پیش کرنا چاہتے اور باوجود ... اُن کا فوٹو شامل کر کے درج تذکرہ کر دیا ... ۱۲ منہ

صرف چہرہ یا آدھے دھڑ کی تصویر

جو حضرات تصاویر کو حلال کرنے کے درپے ہیں طرح طرح کی تقریریں اور تدبیریں اس کیلئے نکالتے ہیں کہیں تصویر کا نام فوٹو رکھکر اسکی تمام انواع کو حلال کیا جاتا ہے تو کہیں مجسمات پرستش کے سوا سب صورتوں کو جائز قرار دیا جاتا ہے کہیں صرف چہرہ کی تصویر اور نصف دھڑ کی تصویر کی اجازت شریعت اسلامیہ کے سر رکھی جاتی ہے ان میں سے بعض حضرات نے اپنے اس مقصد کے ثبوت کیلئے فتح الباری کی عبارت ذیل پیش کی ہے جو حافظ ابن حجر نے نسائی سے حدیث مذکور کو نقل کرنے کے بعد لکھی ہے۔ وہی ہذہ

وفی ھذا الحدیث ترجیح قول من ذھب الی ان الصورۃ التی تمنع الملائکۃ من دخول المکان التی تکون فیہ باقیۃ علی ھیئتھا مرتفعۃ غیر ممتھنۃ فاما لو کانت ممتھنۃ او غیر ممتھنۃ لکنھا قد غیرت عن ھیئتھا اما بقطعھا من نصفھا او بقطع راسھا فلا امتناع (فتح الباری ص ۳۲۹)

اس حدیث میں ان فقہائے کے مذہب کی ترجیح ثابت ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ وہ تصویر جس کے سبب سے فرشتے مکان میں داخل ہونے سے باز رہتے ہیں وہ ہے جو اپنی ہیئت پر قائم ہو اور بلند ہو ذلیل نہ ہو لیکن اگر وہ اپنی ہیئت سے بدل دی جائے اُس کا آدھا دھڑ کاٹ کر یا سر کاٹ کر تو خواہ ذلیل ہو یا غیر ذلیل اُس میں کوئی ممانعت نہیں۔

فتح الباری کی اس عبارت کو نقل کرکے ان حضرات نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ

"اس تشریح سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ہاف ٹون یعنی آدھے دھڑ کی تصویر بالکل جائز ہے اس بنا پر اگر اختلافات فقہاء سے بچنے کے اور زیادہ احتیاط و تقوی برتنے کے لئے مسلمان صرف ہاف ٹون فوٹو اور اور تصویر کو بوقت ضرورت اختیار کریں تو مناسب ہے اور ہر قسم کے خطرات حرمت سے پاک ہے"

میں اس سے پہلے کہ فتح الباری کی عبارت مذکورہ کے متعلق کچھ عرض کروں بتلا دینا چاہتا ہوں کہ جس تصویر کے متعلق مزعومہ روشنخیالی کا فیصلہ آپ یہ دیکھ رہے ہیں کہ اُس کا استعمال نہ صرف جائز بلکہ احتیاط اور تقوی میں داخل ہے

اُس کے متعلق سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام اور تمام سلف صالح فقہار و محدثین کا کیا فیصلہ ہے۔

امام حدیث ابن جوزی جو تنقید حدیث اور جرح و تعدیل کے معاملہ میں نہایت محتاط ہیں جو روایت میں ذرا ضعف دیکھتے ہیں۔ فوراً رد کر دیتے ہیں یہاں تک کہ یہ مشہور ہو گیا کہ ابن جوزی سخت متشدد ہیں۔ اون کی کتاب مشہور تلقیح فہوم اہل الاثر میں بحوالہ طبری حدیث ذیل مذکور ہے۔

کان لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترس فیہ تمثال راس کبش فکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاصبح یوماً وقد اذھب اللہ عز وجل الحدیث۔ (تلقیح فہوم اہل الاثر ص۲۰ مطبوعہ ہند)

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ڈھال تھی جس میں دُنبہ کے سر کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو مکروہ سمجھا تو (یہ معجزہ ظاہر ہوا) کہ آپ صبح کو اُٹھے تو دیکھا کہ خدا تعالےٰ نے اُس کو بالکل محو کر دیا ہے۔

امام الحدیث والفقہ طحاویؒ نے سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔

الصورۃ الراس فکل شئ لیس له راس فلیس بصورۃ (معانی الآثار ج۲ ص۳۶۶)	تصویر تو سر ہی ہے پس جس تصویر کے سر نہیں وہ تصویر نہیں۔

اس سے صاف ثابت ہوا کہ تصویر کا مدار سر پر ہے جب تک اس کے سر موجود ہے وہ تصویر کہلائے گی اور ناجائز رہے گی اور جب اُس کا سر کاٹ دیا جائے ممانعت اُٹھ جائے گی۔ اسی حدیث کو امام الحدیث شیخ علی متقی ہندیؒ نے کنز العمال میں معجم اسمٰعیلی سے بروایت ابن عباس ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

الصورۃ الراس فاذا قطع	تصویر سر ہی کا نام ہے پس جب کہ سر کاٹ

الراس فلا صورۃ لا (کنز العمال ض ۲ ج ۱۰) — دیا جائے تو وہ تصویر نہیں رہا

حضرت عکرمہؓ سے بھی اسی قسم کا مضمون مروی ہے اور وہ ان دونوں سے زیادہ صریح ہے دیکھو علامہ زبیدی شرح احیاء العلوم میں سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا احمد ابن الحجاج قال قلت لابی عبد اللہ الیس الصورۃ اذا کان یدیہ اورجل فقال عکرمۃ یقول کل شئی لہ راس فھو صورۃ (اتحاف السادہ ص ۵۹ ج ۷)	ہم سے احمد بن حجاج نے بیان کیا کہ میں نے ابو عبد اللہ سے کہا کہ کیا تصویر کا حکم نہیں رہتا جبکہ اُس کے ہاتھ پا پیر موجود ہوں۔ انھوں نے فرمایا کہ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ ہر وہ تصویر جس میں سر موجود ہو تصویر ہی کے حکم میں ہے۔

حضرت عکرمہ کے الفاظ نے میرے مقصد کو بالکل واضح کر دیا کہ تصویر میں جب تک سر موجود ہے وہ تصویر کے حکم حرمت سے نہیں نکل سکتی۔ اور یہی مضمون پہلے اثر سے ثابت ہوتا ہے آثار صحابہ کے بعد فقہاء و محدثین کے فتاویٰ ملاحظہ ہوں۔

ویحرم علیہ ان یصور وجہ انسان بلا بدن۔ کذا فی حاشیۃ الرملی جلد ثالث ص (منقول از بعض فتاوی مدراس)	اور اس پر حرام ہے کہ کسی انسان کے چہرہ کی تصویر بغیر باقی بدن کے بنائے

امام الحدیث والفقہ خطابی فرماتے ہیں۔

المراد من الصور التی فیھا الروح مما لم یقطع راسہ اولم یمتھن (عمدۃ القاری ص ۱۰ ج ۱۰)	تصاویر محرمہ سے مراد وہ ہیں جن میں روح ہو اُن میں سے کہ جن کا سر نہیں کاٹا گیا یا ذلیل نہیں کی گئیں۔

فقہ کی ایک بڑی مشہور و معتمد کتاب بدائع الصنائع میں ہے۔

وان لم تکن مقطوعۃ الرؤس فتکرہ الصلوۃ فیہ ص ۱۱۵ ج ۱	اور اگر تصاویر سرکٹی ہوئی نہوں تو اُس مکان میں جس میں وہ ہیں نماز ناجائز ہے

اسی کتاب میں اس کی بھی تصریح ہے کہ اس ممانعت کی خصوصیت نماز

ہی کے ساتھ نہیں بلکہ خارج صلوۃ بھی مکروہ ہے۔ اور خود حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں نقل کیا ہے۔

ونقل الرافعی عن الجمہور ان الصورۃ اذا قطع راسہا ارتفع المانع صفحہ ۳۲۶ ج ۱۰)	اور امام رافعی نے جمہور سے نقل کیا ہے کہ تصویر کا جب سر کاٹ دیا جائے تو ممانعت اٹھ جاتی ہے

ان تمام آثار صحابہ وتابعین اور اقوال فقہاء ومحدثین کے بعد غالباً ناظرین کے سامنے مسئلہ زیر بحث کا شرعی حکم تو واضح ہوگیا ہوگا یعنی کہ اوپر کے آدھے دھڑ کی تصویر جس میں سر موجود ہو جسکو انگریزی میں بسٹ کہا جاتا ہے۔ وہ بھی شرعاً تمام صورتوں کی طرح ناجائز ہے۔

رہی حافظ ابن حجر کی وہ عبارت جس سے بعض حضرات نے ہاف ٹون یا بسٹ کے جواز پر استدلال کیا ہے سو اس میں کوئی تصریح اس کی نہیں کہ وہ اوپر کی تصویر کو بھی جس میں سر موجود ہے جائز کرنا چاہتے ہیں کیونکہ ان کے الفاظ میں او بقطعہا من نصفہا سے زیادہ کچھ مذکور نہیں جس میں نصف اسفل اور نصف اعلی دونوں کا احتمال ہے اور ایک مشتبہ عبارت سے کوئی شرعی مسئلہ ثابت نہیں ہو سکتا۔

پھر جب ہم اُن کی عبارت میں اسی جملہ کے بعد او بقطع راسہا کے الفاظ ملحق دیکھتے ہیں تو دونوں احتمالوں میں سے یہی احتمال متعین ہو جاتا ہے کہ جس نصف کے کاٹنے کو کہا گیا ہے وہ نصف اعلی ہی مراد ہے اور اس وقت کیا کوئی مصنف گوارا کر سکتا ہے کہ حافظ کی اس ذی وجہین عبارت کو صرف اُسکے ایک مرجوح احتمال کی بنا پر ایک ایسے معنے پر اُتارا جائے جو حدیث مرفوع اور اقوال صحابہ اور تمام علمائے اُمت کے خلاف ہوں۔ بلکہ یہ عبارت خود بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ اگر تصویر کو نصف سے نکالا جائے تو کم از کم سر کا نہ ہونا تو ضروری ہی ہے۔ غرض اول تو ایک مشتبہ اور محتمل عبارت خود ہی اس قابل نہیں کہ اُس کو کسی شرعی مسئلہ کے لئے استدلال وتائید میں پیش کیا جائے اور پھر جب کہ مرفوع حدیث میں اسکے خلاف کی تصریح ہو اور تمام علماء صحابہ وتابعین اور فقہاء ومحدثین اُسکے خلاف فرماتے ہوں بلکہ خود صاحب عبارت کی دوسری عبارات اُس کے خلاف پر شاہد ہوں۔ تو کیا پھر بھی اس عبارت پر ایک ایسے دعوے کی بنیاد رکھی جا سکتی جو تمام علمائے اُمت کے خلاف ہو۔

الحاصل وہ تصاویر جن کو دور حاضر کی روشنخیالی اور اس کا ورع وتقوی حلال طیب اور طریق احتیاط بتلاتا ہے حدیث نبوی اور صحابہ وتابعین اور جمہور فقہاء ومحدثین کی نظر میں وہ نہ صرف تقوی ودیانت کے خلاف ہیں بلکہ مثل تمام تصاویر کے ناجائز اور حرام ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم وبہ الثقۃ وعلیہ التکلان۔

باب سوم

اتمام التقریر فی احکام التصویر

جس میں تصاویر کے متعلق عام احکام شرعیہ فقہیہ کے علاوہ خصوصیت سے اون تصاویر کی تفصیل ہے جن کا استعمال شرعاً جائز ہے اور دراصل یہ باب پورے رسالہ کا مغز ہے۔ عمل کرنیوالوں کے لئے صرف اسی باب کا مطالعہ کافی ہے۔

اس باب میں دو چیزیں ہیں مستقل طور پر قابل بحث ہیں۔ ایک تصویر کشی دوسرے استعمال تصویر دونوں کے احکام کسی قدر تفصیل سے لکھے جاتے ہیں۔

تصویر کشی

اس بحث میں سب سے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ تصویر کشی صرف اسی کا نام نہیں کہ قلم سے تصویر بنائی جائے یا پتھر وغیرہ کا بُت تراشا جائے بلکہ وہ تمام صورتیں تصویر کشی میں داخل ہیں جن کے ذریعہ تصویریں طیار ہوتی ہیں خواہ وہ آلات قدیمہ کے ذریعہ ہو یا آلات جدیدہ فوٹوگرافی اور طباعت وغیرہ سے۔ جس کی پوری تفصیل باب دوم میں گذر چکی ہے۔ کیونکہ آلات وذرائع کی تخصیص ظاہر ہے کہ کسی کام میں مقصود نہیں ہوتی احکام کا تعلق اصل مقصد سے ہوتا ہے اس لئے جیسے قلم ذریعہ تصویر کشی ہے ایسے ہی طباعت اور آلات فوٹوگرافی ذریعہ تصویر سازی ہیں بلکہ بلا واسطہ آلہ کے تو کوئی تصویر بھی نہیں بنتی پھر آلات کے احکام مختلف ہونے کے کوئی معنی نہیں اس بیان سے مسائل ذیل مستفاد ہوئے۔

مسئلہ۔ جیسے قلم سے تصویر کھینچنا ناجائز ہے ایسے ہی فوٹو میں تصویر بنانا یا پریس پر چھاپنا یا سانچہ اور مشین وغیرہ میں ڈھالنا بھی ناجائز ہے۔

مسئلہ جس پریس میں تصویر چھپ رہی ہو اوس کا مشین مین اور پریس مین اور کل کش وغیرہ

وغیرہ ہونا بھی جائز نہیں۔ البتہ اگر تصویر خود مقصود نہو بلکہ کسی اخبار اشتہار یا کتاب وغیرہ کے ذیل میں آئی ہو۔ اسی طرح اگر کسی مکان یا باغ وغیرہ کا فوٹو کھینچنا مقصود ہو اور کوئی آدمی یا جانور بھی سامنے آجائے اور تبعاً اوس کی تصویر آجائے تو اوس کا حکم مفصل آگے آتا ہے۔

تصویرکشی میں ذی روح وغیر ذی روح کی تفصیل

غیر ذی روح سے مراد اس جگہ وہ چیزیں ہیں جن کو عرفاً بے جان کہا جاتا ہے کہ اگرچہ درحقیقت دموالید ثلاثہ) حیوانات و نباتات وجمادات سب میں روح اور ادراک موجود ہے اور عقلاً و نقلاً یہی صحیح ہے۔ لیکن درجہ اور مقدار کا تفاوت مشاہد اور ناقابل انکار ہے اسی تفاوت کی وجہ سے بعض چیزوں کا احساس و ادراک اور روح اس قدر مخفی ہوگئی کہ عام نظریں اوس کو محسوس نہیں کرسکتی اور اسی بنا پر کائنات عالم کی یہ تقسیم سمجھی جاتی ہے کہ بعض جاندار ہیں اور بعض بے جان۔

شریعت غراء کے احکام میں بھی اس تفاوت درجات و مراتب کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام کائنات ذی روح و ذی ادراک میں سے احکام شرائع کا مکلف صرف انسان اور جنات کو بنایا گیا جن میں یہ ادراک و روح سب سے زیادہ کامل ہے۔ دوسری مخلوقات بھی اگرچہ لشہادت تجارب و مشاہدات عقل سے خالی نہیں لیکن اون کی عقل اس درجہ کی کامل نہیں ہے کہ جس پر تکلیف شرائع کی بنیاد رکھی جاسکے اسی طرح اگرچہ فی نفسہ روح سے کوئی جسم خالی نہیں مگر اور جمادات میں وہ اس قدر کم اور مخفی ہے کہ اوس کو غیر ذی روح سے تعبیر کرنا غلط نہیں یہانتک کہ بعض احکام شرعیہ بھی اس فرق کی وجہ سے متفاوت ہو گئے۔ مثلاً مسئلہ زیربحث میں صرف حیوانات کو ذی روح قرار دیکر اون کی تصویر کو ناجائز کر دیا گیا۔ اور نباتات وجمادات کو غیر ذی روح کے حکم میں رکھکر اون کی تصویر بنانے کو جائز رکھا گیا۔ اور یہ تفصیل خود حدیث صحیح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے جیساکہ باب دوم میں جبرئیل علیہ السلام کا واقعہ نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتوی مفصل مذکور ہو چکا ہے۔ ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء کا بھی اس پر اتفاق ہے (صرح بہ فی صلوۃ رد المختار والبحر الفتح والہندیہ وغیرہا)

ف حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں یہ مذہب ہے کہ پھلدار درخت کی تصویر کو بھی ناجائز

فرماتے ہیں مگر جمہور کے نزدیک یہ صحیح نہیں لما فی صلوۃ البحر کرہ مجاھد تصویر الشجرۃ المثمرۃ خلافا للجمہور (بحر صلا۔ ج ۲)۔

مسئلہ وہ چیزیں جو غیر ذی روح نباتات یا جمادات میں سے ہیں لیکن اون کی عبادت کیجاتی ہے جیسے شمس وقمر اور ہندوستان میں پیپل کا درخت اور دریائے گنگ وغیرہ۔ ان کی تصویر بنانا جائز ہے یا نہیں اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ علامہ شامی ردالمحتار میں اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اور شیخ ملا علی قاری رح شرح مشکوۃ میں باقتضائے قواعد اسکو بھی ناجائز فرماتے ہیں عبارت شامی کی یہ ہے۔

عہ کما یستفاد من قولہ فینبغی الخ مرشدی

او بغیر ذی روح لا یکرہ لانھا لا تعبد (درمختار) فان قیل عبد الشمس والقمر والکواکب والشجرۃ الخضراء قلنا عبد عینہ لا تمثالہ فعلی ھذا ینبغی ان یکرہ استقبال عین ھذہ الاشیاء معراج - ای لانھا عین ما عبد بخلاف ما لو صورھا واستقبل صورھا۔ (شامی مکروہات صلوۃ ج ۱ صلا۶)

اور عبارت مرقات شرح مشکوۃ کی یہ ہے۔

واما ما عبد من دون اللہ ولو کان من الجمادات کالشمس والقمر فینبغی ان یحرم تصویرہ (مرقات صفحہ ۴۸۶ ج ۴)

لیکن از روئے قواعد علامہ شامی رح کا فیصلہ زیادہ واضح اور مختار للفتوی ہے۔ اور خلاصہ اوس کا یہ ہے کہ جن چیزوں کی خود تصاویر پوجی جاتی ہیں اون کی تصویر بنانا جائز نہیں اگرچہ غیر ذی روح میں سے ہوں لیکن جن کی تصاویر کی پرستش نہیں ہوتی اگرچہ خود اون چیزوں کی پرستش ہوتی ہے تو اون کی تصویر جائز ہے مثلاً چاند سورج یا پیپل اور گنگا کی پرستش کیجاتی ہے مگر اون کی تصاویر کی پرستش نہیں ہوتی تو ان چیزوں کی تصویر بنانا جائز رہیگا۔ اور صلیب کی تصویر بھی پوجی جاتی ہے اس لئے اوس کی تصویر بنانا اور پاس رکھنا جائز نہیں اگرچہ وہ بھی غیر ذی روح کی تصویر ہے۔

لما فی رد المحتار والظاھر انہ یلحق بہ الصلیب وان لم یکن تمثال ذی روح لان فیہ تشبھا بالنصاری ویکرہ التشبہ بھم فی المذموم وان لم یقصدہ (شامی استنبولی ص ۶۰۶ ج ۱)

اور اس کی تائید اوس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو باب دوم میں حضرت صدیقہ عائشہ رض سے روایت کی گئی ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یترک فی بیتہ شیئا فیہ صلیب (بخاری ابوداؤد نسائی کتاب اللباس)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز نہ چھوڑتے تھے جس میں صلیب کی تصویر ہو (بخاری)

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رح نے اسی قسم کی چیزوں کے متعلق فرمایا ہے۔ فان کل ما عظم بالباطل من مکان او زمان او حجر او شجر او بنیة یجب قصد اهانته کما تهان الاوثان المعبودة (فتاوی ابن تیمیہ ص ۲۷ ج)

تصویر کشی میں قصداً اور تبعاً کا فرق

بیان مذکورہ سے ثابت ہوا کہ ذی روح کی تصویر بنانا مطلقاً ناجائز ہے خواہ قلم سے ہو یا آلات فوٹو و پریس وغیرہ سے۔ لیکن ان آلات جدیدہ کے بارہ میں اس جگہ ایک نیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ ذی روح کی تصویر بنانا کبھی تو بالقصد و الاختیار ہوتا ہے اور کبھی بلا قصد یا تبعاً بھی ان آلات میں ذی روح کی تصویر آجاتی ہے۔ مثلاً کسی مکان یا باغ یا بازار وغیرہ کا فوٹو لینا ہے اور وہاں پر کثرت آمدورفت کی بنا پر تمام انسانوں اور جانوروں کو علحدہ کرنا اختیار میں نہیں ہوتا۔ تو مکان یا بازار کی تصویر کے ذیل میں تبعاً کچھ انسانوں اور جانوروں کی تصویر بھی آجاتی ہے۔ یا کسی نے احتیاط بھی کی اور سب کو علحدہ بھی کر دیا یا ایسے وقت فوٹو لیا جبکہ کوئی ذی روح سامنے نہ تھا۔ لیکن عین فوٹو لیتے وقت کوئی انسان یا جانور سامنے آگیا۔ تو ان صورتوں میں ذی روح کی تصویر بلا قصد و ارادہ تبعاً چھپ جاتی ہے۔ تو کیا یہ بھی ناجائز ہوگا یا اس میں شرعاً کوئی سہولت کیجائیگی۔

کتب حنفیہ میں باوجود پوری تلاش و تفتیش کے خاص اس بارہ میں کوئی جزئیہ نہیں ملا۔ لیکن قواعد کلیہ سے اس کا جواز[عـه] معلوم ہوتا ہے (کما یستفاد من القاعدة الثامنة من الاشباه والنظائر من قوله الامور بمقاصدها وعلیها نظائر عدیدة من الجزئیات الفقهیة) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

بچوں کے کھلونے اور گڑیاں بنانے کا حکم

اس میں اختلاف ہے بعض حضرات نے عام تصاویر کی طرح ان کو بھی مطلقاً ممنوع قرار دیا ہے اور بعض نے یہ تفصیل کی ہے کہ چھوٹی لڑکیوں کیلئے اس شرط پر جائز ہے کہ مکمل تصویر نہ ہو اور بڑی لڑکیوں کیلئے مطلقاً ناجائز ہے اور اسی طرح جس میں تصویر کامل ہو وہ بھی مطلقاً ناجائز ہے (کما صرح فی البلوغ بکونهما روایتین فی مذهب مالک رح وکون الثانی معتمدا عند المالکیة وفیه عن الزرقانی فیجوز عملها (یعنی اللعب) وبیعها لان فی ذلک تدریب طباع النساء من صغرهن علی تربیة الاولاد

ناقص تصویر بنانے کا حکم

کتب حنفیہ میں غیر مکمل اور ناقص تصویر کے استعمال کرنے اور گھر میں رکھنے کے متعلق تو احکام مفصل مذکور ہیں

عـه اور یہ جواز بایں معنی ہے کہ تصویر کشی کا گناہ نہ ہوگا لیکن بعموم حدیث ولا تمثالا الا طمسته اس کا ابقاء جائز نہ ہوگا ۱۲ مرشدی حکیم الامۃ

لیکن اوس کے بنانے اور کھینچنے کے متعلق کوئی صریح حکم نہین ملتا البتہ روایات حدیث کی تصریحات اور عام کتب حنفیہ کی عبارتون سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ناقص تصویر جس مین سر نہ ہو تصویر کے حکم مین نہین رہتی بلکہ نقوش اور بیل بوٹون کے حکم مین ہو جاتی ہے اور اسی بنا پر اوسکے استعمال کی اجازت سب کتب مذہب مین عام طور سے مُصرّح ہے۔ اس سے ظاہر ہی ہے کہ اس تصویر کے بنانے کا بھی وہی حکم ہو گا جو بیل بوٹے اور عام نباتات کی تصویر بنانے کا ہے یعنی جیسے وہ جائز ہین یہ بھی جائز ہونگی (ہذہ بعض نصوص الحدیث) حضرت جبریل علیہ السّلام کی حدیث جو بروایت حضرت ابوہریرہ رض باب اوّل مین نمبر ۱۱ پر بحوالہ ابوداؤد ونسائی وترمذی گذر چکی ہے اوسکے بعض الفاظ یہ ہین

ومُر برأس التماثيل الذی فی البيت يقطع فيصير كهيئة الشجرة	اور حکم فرما دیجئے کہ تصاویر جو گھر مین ہین اون کا سر کاٹ دیا جائے تو وہ درخت کی صورت ہو جائینگی۔

اور فقہ حنفی کی نہایت معتمد اور مشہور کتاب بدائع مین ہے

فان كانت مقطوعة الرؤس فلا بأس بالصّلوة فيها لانها بالقطع خرجت من ان تكون تماثيل والتحقت بالنقوش والدليل عليه ما روى من محو وجه الطير الذى كان فى ترسه عليه السّلام (بدائع مکروہات الصّلوٰۃ صلاا ج ۱) اور بحر الرائق کی اسی بحث مین ہے

ومقطوع الراس ای سواء كانت من الاصل او كان لها راس فمحى (بحر صفحہ ۳ ج ۲)

سر کٹی ہوئی تصویر کا بنانا

عبارات مرقومہ مین اگرچہ اس کی تصریح نہین کہ سر کٹی ہوئی تصویرون کا بنانا بھی جائز ہے لیکن جس علت کی بنا پر اون کے استعمال کی اجازت دیگئی ہے اور وہ علت خود حدیث مین مخصوص ہے اوس کا اقتضاء یہ ہے کہ ایسی تصویر کا بنانا بھی جائز ہو اور مذہب مالکیہ مین اسکی تصریح ہے کہ ایسی ناقص تصویرین بنانا جائز ہے جن مین اعضا ظاہرہ مین سے کوئی ایسا عضو کم ہو جسکے بغیر کوئی ذی روح زندہ نہ رہ سکتا ہو ایسے ہی وہ اعضا جو ذی روح کے لئے مدار حیات نہ ہون۔ مثلاً ہاتھ پیر یا آنکھ ناک وغیرہ ان کی تصویر بنانا بھی جائز ہے جیساکہ شیخ الاسلام جعفر کتانی مالکی رح نے اپنے رسالہ بلوغ القصد والمرام ببیان بعض ما تنفر عنہ الملائكة الكرام مین ایک طویل تحقیق کے ذیل مین لکھا ہے فان قيل قد ذكرت لنا ما يمنع دخول الملائكة من الصور ولم تذكر حكم اتخاذ ها ولا قدر على ستعمالها الى قوله فنقول (الى ان قال) ولو فقد القيد الثانى بان كانت غير كاملة الاعضاء الظاهرة التى لا يعيش الحيوان بدا ونها لو كانت مقطوعة الراس او النصف جازت لذهاب الصورة المعتبرة شرعا وزوال هيئتها الممنوعة وفى حاشية الشيخ

احمد الزرقانی علی المختصر عند قوله فی الولیمة وصور علی کجدار بعد ان نقل ما یاتی عن صاحب التوضیح من التفصیل فی الصور ما نصه الشیخ ابو الحسن وهذا فی الصور الکاملة وانظر هل بعض الصّورة کالید والرجل کالصورة ام لا انظر النص علی اباحة اتخاذ بعض الصّورة اذا کان ذلک البعض کید او رجل ونحوهما مما لا تستقر فیه الحیوٰة وهو ظاهر (بلوغ القصد ص۱۲)

اور ایسے مسائل مین جسکا حکم اپنے مذہب مین منصوص نہ ہو دوسرے ائمہ مجتہدین کے مذہب پر عمل کر لینا جائز ہے جیسا کہ علامہ شامی رحمہ نے مختلف مواضع مین اس کی تصریح فرمائی ہے۔ بالخصوص مذہب مالکیہ تو مذہب حنفی کی ساتھ بہت زیادہ ملتا جلتا اور متناسب ہے [عہ]

خلاصہ یہ کہ وہ ناقص تصویر جس مین سر نہ ہو اوس کا بنانا جائز ہے خواہ ہاتھ پاؤن یا آنکھ ناک وغیرہ اعضا کی تصویر ہو یا علاوہ سر کے اور باقی سب بدن کی تصویر ہو۔

صرف چہرہ کی تصویر بنانا

اگر ناقص تصویر صرف چہرہ کی تصویر ہو تو اس کا بنانا حنفیہ کے مشہور و مختار مذہب کی بنا پر جائز نہین جیسا کہ باب دوم کے آخر مین اسکی مفصل بحث مع دلائل گذر چکی ہے البتہ قہستانی نے بحوالہ محیط الفاظ ذیل نقل کئے ہین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض حنفیہ نے صرف چہرہ کی تصویر بنانے کو جائز کہا ہے ولفظہ ما فی مکروهات الصّلوٰة من رد المحتار قال القهستانی فیه اشعار بانه لا تکره صورة الراس وفیه خلاف کما فی اتخاذها کذا فی المحیط (شامی ص۶۰۶ ج۱) وفی الباب الرابع من کراهیة العالمگیریة مثله ولفظه اختلف المشائخ فی راس الصورة بلا جثة هل یکره اتخاذه والصلاة عنده انتهی (عالمگیری)

لیکن یہ قول بالکل مرجوح و متروک ہے کسی فقیہ حنفی نے اسکو فتوی کیلئے اختیار نہین کیا اسلئے بلا اضطرار شدید کے جیسے پاسپورٹ وغیرہ کی شدید مجبوری کے اسپر عمل کرنا جائز نہین وقد وردت علیّ رسالة قلمیة تسمی القول الراسخ فی صور المشائخ من قطر مدراس فرأیت فیها هذه العبارات منقولة۔ وفی حاشیة العلامة الشنوانی علی مختصر البخاری لابن ابی جمرة ما نصه الحاصل ان التصویر حرام مطلقا سواء کان علی حالة یعیش بها اولا انتهی وفی حاشیة العلامة الشهاب الرملی علی سنی المطالب لشرح روض الطالب ما نصه ویحرم التصویر للحیوان وان لم یُرَ مثله کانسان له جناح قال المتولی ولو بلا راس ویحرم علیه ان یصور جسد انسان بلا بدن انتهی وفی حاشیة العلامة ابن القاسم العبادی علی شرح البهجة ما نصه فیحرم تصویر حیوان ولو مقطوع الراس

[عہ] کما فی رد المحتار من باب الرجعة فصل التحلیل ذکر الفقیه ابو اللیث فی تأسیس النظائر اذا لم یوجد فی مذهب الامام قول فی المسئلة یرجع الی مذهب مالک لانه اقرب المذاهب الیه (شامی ص ج۲)

آدھے دھڑ کی تصویر بنانا

نصف اعلیٰ کی تصویر جس مین چہرہ بھی موجود ہو جیسا کہ عام رواج ہے اوپر کی تقریر سے معلوم ہو چکا کہ اُس کا بنانا جائز نہین اور تفصیل اوسکے دلائل کی باب دوم مین گذر چکی ہے۔

پاسپورٹ کی ضرورت کے لئے فوٹو کھنچوانا

بعض ممالک بعیدہ کے سفر کیلئے موجودہ حکومت کی طرف سے مسافر مجبور کیا جاتا ہے کہ پاسپورٹ حاصل کرے اور اپنا فوٹو کھچوائے اگر یہ سفر کسی ضرورت شرعی کیلئے یا معاش کی شدید ضرورت کیلئے ہو تو بوجہ اضطرار کے فوٹو کھچوانا جائز ہے لما فی شرح السیر الکبیر وان تحققت الحاجۃ الی استعمال السلاح الذی فیہ تمثال فلا بأس باستعمالہ۔ لان موضع الضرورۃ مستثناۃ من الحرمۃ کما فی تناول المیتۃ

اور اگر یہ سفر ہی ضرورت شدیدہ کیلئے نہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ تصویر کھچوانے مین مبتلا نہ ہو بلکہ سفر ترک کردے اور اگر کہین بضرورت مبتلا ہی ہونا پڑے تو ایسی صورت مین صرف چہرہ یا آدھے دھڑ کی تصویر کھچوانے پر اکتفا کرے فانہ وان لم یجز عند ائمتنا الحنفیۃ۔ الا انھا تجوز عند المالکیۃ علی المختار کما صرح بہ فی بلوغ القصد والمرام بما نصہ ولو فقد القید الثانی بان کانت وغیر کاملۃ الاعضاء الظاھرۃ التی لا یعیش الحیوان بدونہا کما لو کانت مقطوعۃ الراس او النصف جازت لذھاب الصورۃ المعتبرۃ شرعًا وزوال ہیئتہا الممنوع“

تنبیہ

خلاصہ کلام دربارہ تصویر کشی یہ ہے کہ چہرہ کے سوا باقی اعضا بدن ہاتھ پیر۔ آنکھ۔ ناک وغیرہ کی تصویر بنانا جائز ہے۔ اور محض سر کی یا نصف اعلیٰ کی تصویر بنانا حنفیہ کے نزدیک جائز نہین۔ البتہ پاسپورٹ وغیرہ کی شدید ضرورت کیلئے اسکے کھچوانے کو اختیار کرلے تو مضائقہ نہین۔ اس تفصیل سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ باوجود تصویر کے اس قدر عموم وشیوع کے کہ آج کل وہ معیشت کا رکن بن گئی ہے۔ لیکن دائرہ شریعت مین رہتے ہوئے بھی کوئی انسانی ضرورت جو واقع مین ضرورت ہو اس کی وجہ سے بند نہین ہوتی

اصطلاحی روشن خیال حضرات جو تصویر کو حلال و جائز بنانے کا بیڑا اُٹھائے ہوئے ہیں اونکی سب سے بڑی دلیل یہ ہی تھی کہ اگر اسکو حرام کہا گیا تو آج کل ڈاکٹری کے فن مین جو بدن انسانی کی تشریح بذریعہ تصویر دکھلائی جاتی ہے اس سے مسلمان محروم ہو جائینگے۔ اسی طرح محاذ جنگ کا فوٹو لیکر اوس سے بہت سے دینی اور ضروری فوائد حاصل کئے جاتے ہین وہ حاصل نہ ہو سکین گے گو اس کا اصلی جواب تو یہ تھا کہ زندگی اس پر موقوف نہین اگر بالفرض یہ ضرورت بند بھی ہو تو مسلمان کا فرض ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم سمجھے لیکن تفصیل مذکور سے ثابت ہو گیا کہ طبی اور ڈاکٹری تشریحات مین جسطرح علیحدہ علیحدہ اعضاء جاندار کو بنایا اور دکھلایا جاتا ہے اس مین کوئی شرعی حرج نہین ہان مکمل چہرہ کی تصویر بنانے کی حاجت نہین چہرہ میں سے آنکھ ناک وغیرہ اعضا کا جدا جدا نقشہ بنالیا جاوے اسی طرح محاذ جنگ کا فوٹو اس طرح لیا جائے کہ اوس خاص محاذ اور میدان کے فوٹو کی نیت ہو پھر اگر کوئی جاندار بھی سامنے آجائے اور اوسکی تصویر فوٹو مین چھپ جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ فوٹو لینے والا گناہگار نہ ہوگا

استعمال تصاویر

وہ تصویرین جن کا استعمال شرعاً جائز ہے

گذرچکا ہے کہ غیر ذی روح اشیاء کی تصویر کے اور کسی قسم کی تصویر کھینچنا جائز نہین خواہ چھوٹی ہو یا بڑی محل اعزاز مین ہو یا ذلت کی جگہ لیکن تصویر کے گھر مین رکھنے اور استعمال کرنے مین کسی قدر تفصیل ہے۔ یہ بات تو اوپر چند مرتبہ معلوم ہو چکی ہے کہ غیر ذی روح جیسے درخت مکان وغیرہ انکی تصویر بنانا اور اوسکا استعمال کرنا مطلقاً جائز ہے اور ذی روح کی تصویر کو استعمال کرنے مین تفصیل ہے۔ اوسکی چند قسمون کا استعمال شریعت مطہرہ نے جائز رکھا ہے جن کی تفصیل یہ ہے

بہت چھوٹی تصویرین

جو تصویرین اس قدر چھوٹی ہون کہ اگر وہ زمین پر رکھی ہون اور کوئی متوسط بینائی والا آدمی کھڑا ہو کر دیکھے تو تصویر کے اعضاء کی تفصیل دکھائی نہ دے ایسی تصویر کا گھر مین رکھنا اور استعمال کرنا جائز ہے اگرچہ بنانا اس کا بھی ناجائز ہے جیسا کہ باب اول مین بذیل احادیث رخصت گذرچکا ہے کہ بعض صحابہ کے بٹنون پر اور بعض کی انگشتری پر تصویر تھی چھوٹی تصویر کی تعریف مین جو قول ہمنے نقل کیا ہے یہ زیادہ جامع ہے اور تعیین و تحدید اس طرح سہل ہو جاتی ہے ورنہ اسکے علاوہ چھوٹی کی تحدید مین اور بھی اقوال ہین۔

لما فی الدر المختار او کانت صغیرۃ لا تتبین تفاصیل اعضائها للناظر قائما وهی علی الارض ذکرہ الحلبی۔ قال الشامی هذا اضبط لما فی القهستانی (الی قوله) ثم قال لکن الخزانة ان

عہ بعد تصویر جلانے کے یہ بھی ممکن ہے کہ اگر تصویر بڑی ہو تو خاص اس حصہ کو مٹا دیا جاوے ۱۲ تصویر کے گھر مین رکھنے کا گناہ ۔ ۔ ۔ ۱۲ مرشدی دامت برکاتہم

كانت الصورة مقدار طير يكره وان كان اصغر فلا يكره (شامی مکروہات الصلوة صفحہ ٦٠٦ ج ١)

ومثله فی حاشية الطحطاوی علی الدر و فی شرح المنية فی هذا الباب ولكن لو كان علی خاتم (ای لا باس به)

پامال وممتہن تصویرین

جو تصاویر کسی ایسی چیز یا ایسی جگہ مین بنی ہوئی ہون کہ وہ عادۃً پامال ورذلیل حقیر سمجھی جاتی ہین مثلاً پامال فرش یا بسترہ مین یا بیٹھنے کے گدّے تکیے وکرسی وغیرہ مین یا جوتہ کے تلے مین یا برتنون کے نیچے تلی مین ہون تو اُن کا گھر مین رکھنا اور استعمال کرنا جائز ہے اگرچہ بنانا اس کا بھی ناجائز ہے جیسا کہ باب اول مین احادیث رخصت کے ذیل مین متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہوچکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مُصَوَّر پردہ کو پھاڑ کر بیٹھنے کیلئے گدّا بنالیا تھا اور اوس پر تشریف فرما ہوتے تھے حالانکہ اوس مین تصویر موجود تھی (از فتح القدیر بحوالہ مسند احمد) ومثله فی خلاصة الفتاوی حیث قال ثم التمثال اذا كان علی وسادة لا باس باستعمالها وان كان يكره اتخاذها لكن لا يسجد علی الصورة (خلاصہ صفحہ ٥٨ ج ١) ومثله فی رد المحتار عن البحر (شامی صفحہ ٦٠٦ ج ١)

مسئلہ لیکن جو فرش محل اہانت مین نہو مثلاً مصلے وغیرہ تو اوس مین تصویر رکھنا جائز نہین لما فی الهدایة وفی المصلی اطلق الکراهة فی المبسوط لان المصلی معظم

مسئلہ اسی طرح اگر مُصَوَّر تکیے بڑے بڑے ہون جنپر بنی ہوئی تصویر کھڑی نظر آئے تو اون کا استعمال بھی ناجائز ہے لما فی البدائع صفحہ ١١٦ ج ١ من مکروهات الصلوة وان کان الصورة علی البسط والوسائد الصغار وهی تداس بالارجل لا تکره لما فیه من اهانتها ومثله فی الشامیة صفحہ ٦٠٦ ج ١ مطبوعہ استنبول

مسئلہ برتنون مین جو تصویرین نیچے کے سوا لگی ہون وہ پامال وممتہن کے حکم مین نہین اسلئے اگر وہ بڑی تصویرین ہون تو ان برتنون کا استعمال بھی جائز نہین لما فی بلوغ القصد والمرام الصور فی الاوانی لیست بممتهنة

بچون کی گڑیان

بچّون کی گڑیان اور چھوٹے کھلونے اگر مصوّر ہون تو اون کی خرید و فروخت اور بچّون کا کھیلنا اون سے جائز ہے جیسا کہ حضرت عائشہؓ کے واقعہ مذکورہ باب اوّل سے ثابت ہوچکا ہے ولما فی متفرقات البیوع من الدر المختار وفی اخر حظر المجتبی عن ابی یوسف یجوز بیع اللعبة وان یلعب بها الصبیان انتهی قال الشامی ولنسبته الی ابی یوسف لا یدل علی ان الامام یخالفه لاحتمال ان لا یکون فی المسئلة

قول رشامی استنبولی صفحہ ۲۹۷ ج ۱) ومثلہ فی مکروہات الصلوۃ ۔ صفحہ ۶۰۶ ج ۱

مسئلہ مٹی کی تصویرین یا ایسی مورتین جو باقی رہنے والی نہین اسی طرح مٹھائی یا دوسری کھانے کی چیزین اگر بشکل تصویر بنائی گئی ہون تو اون کا استعمال اور خرید وفروخت بھی بچون کے عام کھلونے اور گڑیون کیطرح جائز ہوگا یا نہین۔ کتب حنفیہ مین اسکے متعلق کوئی تصریح نہین اور بلوغ القصد والمرام مین فتح الباری سے اس بارہ مین اختلاف اقوال نقل کرنے کے بعد عدم جواز کی ترجیح نقل کی ہے اسلئے یہ سب تصویرین ناجائز الاستعمال ہین (بلوغ القصد صفحہ ۱۹)

مسئلہ اور عہود محمدیہ مین ہے کہ بچون کو اس کی اجازت نہ دینی چاہیئے کہ وہ کھانے کی چیزین بشکل تصویر بنائین یا مختلف رنگ کے مصور نقشے خریدین بلکہ جسکو حق تعالیٰ وسعت عطا فرمائین اوسکے لئے مناسب ہے کہ مٹھائی وغیرہ کے جو کھلونے بازارون مین فروخت ہوتے ہین اون کو خرید کر توڑ دے اور لوگون کو کھلادے (از بلوغ القصد والمرام صفحہ ۲۲)

سر کٹی ہوئی ناقص تصویرین

ناقص تصویرین جن مین چہرہ نہ ہو خواہ باقی بدن تمام موجود ہو اوس کا استعمال اور گھر مین رکھنا بھی جائز ہے جیساکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی حدیث مذکورہ باب اول سے ثابت ہوچکا ہے لما فی الخلاصہ صفحہ ۵۸ ج ۱ و کذا الوحی وجہ الصورۃ فھو کقطع الراس بخلاف ما اذا قطع یدیھا او رجلاھا اھ ومثلہ فی شرح المنیۃ الکبیر صفحہ ۳۴۳ واوضح منہ فی مکروہات الصلوۃ من البدائع صفحہ ۱۱۶ ج ۱ وقد مرت عبارتہ ومثلہ فی البحر صفحہ ۳۰ ج ۲ والھندیہ صفحہ ۷۶ ج ۱

لیکن اگر نصف تصویر مین چہرہ موجود ہو خواہ باقی بدن نہ ہو تو ایسی تصویر کا استعمال اکثر فقہاء کے نزدیک جائز نہین مگر بعض حضرات حنفیہ اور اکثر مالکیہ اسکے استعمال کو بھی جائز فرماتے ہین کما فی مکروہات الصلوۃ من رد المحتار قال القہستانی فیہ اشعار بانہ لا تکرہ صورۃ الراس وفیہ خلاف کما فی اتخاذھا کذا فی المحیط (شامی صفحہ ۶۰۶ ج ۱) وفی العالمگیریۃ من الباب الرابع من الکراھیۃ اختلف المشائخ فی راس الصورۃ بلاجثۃ ھل یکرہ اتخاذہ والصلوۃ عندہ انتھی

نصف اعلیٰ کی تصویر جو عام طور پر مروج ہے اس کا استعمال حنفیہ کے نزدیک بالاتفاق ناجائز ہے کیونکہ یہ دراصل ناقص تصویر مین داخل نہین بلکہ مستور البعض ہے وقد مرمنا ما فیہ عن المالکیۃ

وہ تصویرین جو کسی چیز مین پوشیدہ ہون

تصویرین اگر کسی غلاف یا تھیلی وغیرہ مین پوشیدہ ہون یا کسی ڈبہ وغیرہ مین بند ہون تو اس تھیلی

یا دغیرہ کا گھر مین رکھنا جائز ہے اور ملائکہ رحمت کے دخول سے مانع نہین اگرچہ بنانا اور خریدنا ان کا بھی ناجائز ہے لما فی مکروہات الصلوٰۃ من رد المحتار عن البحر اذا کان فوق الثوب الذی فیہ صورۃ ثوب ساتر لہ فلا تکرہ الصلوٰۃ فیہ لاستتارہا بالثوب (شامی ص۶۰ ج۱) و فیہ ایضاً و فی المعراج اما ماتہ من فی یدہ تصاویر لانہا مستورۃ بالثیاب لا تستبین فصارت کصورۃ نقش خاتم اھ

عبارت مذکورہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جن تصاویر کے استعمال کو جائز لکھا گیا ہے اَولٰی اور افضل یہی ہے کہ اون سے بھی تابمقدور اجتناب کیا جائے۔

مسئلہ عبارات مرقومہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر تصویرین کسی کتاب یا رسالہ یا اخبار کے اوراق مین مستور ہون تو اون کا گھر مین رکھنا بھی جائز ہے[ع۵] رہا یہ امر کہ ایسی کتاب اور رسالہ کا دیکھنا بھی جائز ہے یا نہین اس کا حکم آگے آتا ہے۔

[ع۵] کیونکہ حسب تصریح عبارت معراج یہ تنبیہ تصاویر بھی چھوٹی تصاویر کے حکم مین ہین ۱۲ منہ

تصویر سازی اور فوٹو گرافی کی اُجرت

جاندار کی تصویر بنانے اور فوٹو لینے کی اُجرت لینا اور دینا دونون ناجائز ہین لقولہم لو استاجر مصوراً فلا اجر لہ لکون عملہ معصیۃ کذا عن محمد (ج۱ ھ) و فی اجارۃ العالمگیریۃ اُجرۃ التصویر تجب اذا کان الاصباغ من المصور والا لا (عالمگیری کشوری ص۳۲ ج۴)

مسئلہ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس پریس مین جاندار چیزون کی تصاویر چھپتی ہون اوسکی ملازمت بھی طباعت کے کام مین جائز نہین (البتہ صاحب عیال اور حاجتمند آدمی کیلئے مناسب یہ ہے کہ پہلے جائز ملازمت کی تلاش کرے جب ملجائے اُس وقت اس ملازمت کو ترک کرے)

مسئلہ اگر کسی نے تصویر بنوالی تو شرعاً اُسکی اُجرت دینا اوسکے ذمہ واجب نہین

مسئلہ جن تصاویر کے بنانے کی اجازت اوپر عنوان تصویر کشی کے ذیل مین بیان کیگئی ہے مثلاً سر کٹی ہوئی یا ناقص تصویرین یا بچوں کی ناقص گڑیان وغیرہ اُنکے بنانے کی اُجرت لینا اور دینا سب جائز ہین

تصاویر کی تجارت

بیع و شرا مین اگر تصاویر خود مقصود نہ ہون بلکہ دوسری چیزون کے تابع ہوکر آجائین جیسے اکثر کپڑون مین مورتین لگی ہوتی ہین یا برتنون اور دوسری مصنوعات جدیدہ مین اس کا رواج عام ہے تو اسکی خرید و فروخت تبعاً جائز ہے کما یستفاد من بلوغ القصد والمرام معزیاً للہیثمی (بلوغ ص۱۱)

ولما هو من القواعد المسلمة من فقه الاحناف ان كثيرا من الافعال لا يجوز قصدا ويجوز تبعا
كما صرحوا في جواز بيع الحقوق تبعا للدار لا اصالة وقصدا

لیکن جبکہ خود تصاویر ہی کی بیع وشرا مقصود ہو تو خریدنا اور فروخت کرنا دونوں ناجائز ہیں۔ اور اگر تصویر
مٹی کی بنی ہوئی ہو تو شرعًا اوسکی کچھ قیمت کسیکے ذمہ واجب نہیں ہوتی البتہ اگر کسی دہات یا لکڑی وغیرہ
کی ہو تو اوتنی قیمت واجب ہوتی ہے جس قدر اس لکڑی یا دہات کی قیمت تصویر سے قطع نظر کرکے ہوسکتی ہے
البتہ بچّون کے کھلونے اگر مصوّر ہوں تو اونکی بیع وشرا (حسب تصریح امام ابو یوسف رح) کے جائز ہے
اور یہی جمہور کا مذہب ہے لیکن امام مالکؒ سے منقول ہے کہ بچون کے کھلونے اور ناقص تصاویر ین
فروخت کرنے ہی کو پیشہ بنالینا مکروہ ہے (هذا هو التطبيق بين قول مالك رح وقول الجمهور)
(كذا في البلوغ صلا) لما في البلوغ عن نوازل ابن رشد رح ما نصه لا يحل عمل شئ من هذه الصور و
لا يجوز بيعها ولا التجارة لها والواجب ان يمنعوا من ذلك (بلوغ صلا) وفيه قبل ذلك في توجيه قول
مالك رح وهذا محمول على الاكتساب بها وتنزيه ذوي المروات عن تولي بيع ذلك (بلوغ صلا)
ولما في متفرقات البيوع من رد المختار صلاة ج ۴ ما نصه اشترى ثورا او فرسا من خزف
لاجل استيناس الصبي لا يصح ولا قيمة له ولا يضمن متلفه وقيل بخلافه يصح ويضمن قنية
وفي اخر حظر المجتبى عن ابي يوسف رح يجوز بيع اللعبة وان يلعب بها الصبيان (رد محتار)
قال الشامي ولنسبته الى ابي يوسف لا يدل على ان الامام يخالفه لاحتمال ان لا يكون له في المسئلة قول

تصاویر کے دیکھنے کا حکم

جن تصاویر کا بنانا اور گھر مین رکھنا ناجائز ہے اون کا ارادہ اور قصد کے ساتھ دیکھنا بھی ناجائز ہے
البتہ تبعًا بلا قصد نظر پڑ جائین تو مضائقہ نہین جیسے کوئی اخبار یا کتاب مصور ہے مقصود اوس کا مضمون
دیکھنا ہے بلا ارادہ تصویر بھی سامنے آجاتی ہے اس کا مضائقہ نہین۔
وهذا كله مصرح في مذهب المالكية ومؤيد بقواعد مذهبنا۔ ولنصه عن المالكية ما ذكره
العلامة الدردير في شرحه على مختصر الخليل حيث قال يحرم تصوير حيوان عاقل او غيره
اذا كان كامل الاعضاء اذا كان يدوم وكذا ان لم يدم على الراجح كتصويره من نحو قشر
بطيخ ويحرم النظر اليه اذ النظر الى المحرم حرام اهـ (از بلوغ القصد والمرام صلا)
مسئلہ اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ **سینما** کا دیکھنا اگر دوسری خرابیون سے قطع نظر بھی کیجائے
تو اوسکی ممانعت کیلئے صرف یہی کافی ہے کہ اوس مین تصاویر متحرکہ دکھلائی جاتی ہین۔ پھر جب حالات

پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اوس مین اس سے بھی زیادہ بہت سے منکرات و محرمات خود عمل مین آتے ہین اور بہت سے معاصی کیلئے اوس کا دیکھنا سبب قریب بنتا ہے اسلئے اس تماشے کا دیکھنا اور دکھلانا سب ناجائز ہے اسکی خرابیون کی پوری تفصیل اور اوسکے مہلک نتائج کو سیدی وسندی حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ علامہ تھانوی دامت برکاتہم نے ایک مستقل رسالہ تصحیح العلم فی تقبیح القلم مین تحریر فرما دی ہے یہ رسالہ بغرض تمام فائدہ اس رسالہ کے آخر مین بطور ضمیمہ لگا دیا گیا ہے

جس مکان مین تصاویر ہون اوس مین داخل ہونا

آثار صحابہ اس بارہ مین مختلف ہین مگر عام طور پر حضرات صحابہ سے منقول ہے کہ وہ جب کسی ایسے گھر مین پہونچے جس مین تصاویر ہون تو اندر داخل نہین ہوئے بلکہ واپس چلے آئے جیساکہ روایات حدیث مذکورہ باب اوّل مین بعض ایسے واقعات و آثار نقل کئے گئے ہین۔ اسیلئے مذہب جمہور فقہاء و مجتہدین کا اس بارہ مین بھی ہے کہ ایسے مکان اور خیمہ وغیرہ مین داخل ہونا جائز نہین جس مین تصاویر ممنوعہ موجود ہون لما فی رد المحتار ویکرہ الدخول الی بیت فیہ صور علی سقفہ او حیطانہ او علی الستور والازر والوسائد العظام (الی قولہ) وکذا لفسل لتعلیق لتلک الصور والازر علی الجدار ووضع الوسائد العظام علیہ مکروہ (شامی مکروہات الصلوۃ) قال الحافظ البیت اعم من الخیمۃ والبناء کذا فی بلوغ القصد ص۳۰ ومثلہ فی البدائع ص۱۱۶ ج۱

مسئلہ تصویر والے مکان مین اگر کوئی مریض ہو اوسکی عیادت کرنیکے لئے بھی بغیر ضرورت کے وہان جانا جائز نہین کما ثبت من آثار الصحابۃ فی الباب الاول وھو المصرح فی البلوغ حیث قال عیادۃ مریض فی بیت صور (بلوغ ص۲۰)

مسئلہ لیکن ضرورت شدیدہ بہرحال مستثنے ہے مثلاً کسی تصویر والے مکان مین جانا کسی معاش یا معاد کی ضرورت کیلئے ضروری ہے اور اس پر قدرت نہین کہ وہان سے تصاویر ہٹا دے تو ایسے وقت مصوّر مکان مین داخل ہونا جائز ہے لما فی مصنف ابن ابی شیبۃ رح باب من رخص ان یدخل البیت فیہ تصاویر حدثنا معتمر عن ابیہ قال سمعت الحسن یقول اولم یکن اصحاب محمد رح یدخلون الخانات فیھا التصاویر وفیہ عن ابی الضحی قال دخلت مع مسروق صفۃ فیھا تماثیل فنظر الی تماثیل منھا فقال ما ھذا قالوا تمثال مریم (مصنف ابن ابی شیبۃ باب التصاویر جلد۲) ومن ھھنا قال الحافظ ابن التیمیۃ فی الاختیارات العلمیۃ ص۲۵ ویستثنی منھا مواضع الضرورۃ

ومثلہ مرمنا نقلاعن السیر الکبیر

مسئلہ عبارات مرقومہ سے ثابت ہوا کہ اگر کسی دوسرے شخص کے مکان مین تصاویر ممنوعہ موجود ہون اور وہان جانے کے لئے کوئی ضرورت داعی ہو اور اس پر قدرت نہ ہو کہ تصاویر ہٹا دے تو پھر ایسے مکانات مین جانا اور بقدر ضرورت بیٹھنا جائز ہے

مصوّر کپڑے یا مکان مین نماز پڑھنا

مسئلہ مصوّر کپڑا پہنکر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے البتہ بہت چھوٹی تصویر کا جسکی تفصیل اوپر گذر گئی ہے مضائقہ نہین

مسئلہ جس مکان مین ممنوعہ تصویرین لگی ہون یا معلق ہون اوس مین نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، البتہ اگر تصویرین قدمون کے نیچے ہون تو اگر سجدہ تصویر پر نہ کیا گیا تو بعض حضرات کے نزدیک جائز ہے اور بعض اسکو بھی مکروہ فرماتے ہین (ہدایہ وشامی صفحہ ج ۱)

مسئلہ تصویر کے تحت القدم ہونے کے علاوہ سب صورتون مین نماز مکروہ ہے لیکن کراہت کے درجات مختلف ہین سب سے زیادہ سخت کراہت اوس تصویر مین ہے جو نمازی کے سامنے جانب قبلہ مین ہو۔ پھر وہ جو نمازی کے سر پر معلق ہو پھر وہ جو اوسکے داہنے ہو پھر وہ جو بائین جانب ہو۔ اور سب سے کم کراہت اس مین ہے کہ نمازی کے پیچھے کسی دیوار وغیرہ مین ہو (کذا فی ردالمحتار عن البحر صفحہ ۶۰ ج ۱)

لیکن یہ تفاوت کراہت صرف نماز کے متعلق ہے ان تصاویر کے گھر مین رکھنے کا گناہ سب صورتون مین برابر ہے اکما مر من کتب الفقہ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم

دوسرے شخص کے مکان مین سے تصاویر مٹا دینا

اگر کسی شخص کے مکان مین تصاویر ممنوعہ موجود ہون تو ہر مسلمان کے لئے اجازت ہے کہ وہ ان تصاویر کو مٹا دے یا خراب کردے بلکہ اگر قدرت ہو یعنی کسی فتنہ اور جھگڑے کا اندیشہ نہو تو ایسا کرنا واجب ہے

اما فی مکروھات الصلوۃ من رد المحتار قال فی النھر عن الخلاصۃ لمن رای صورۃ فی بیت غیرہ ان یزیلھا وینبغی ان یجب علیہ (شامی صفحہ ج ۱) ومثلہ فی البحر ص ۳۱ ج ۲

واللہ سبحانہ وتعالی

اعلم

خلاصۂ احکام تصاویر

جو احکام تصویر مفصّل مذکور ہو چکے ہین اون سب کا خلاصہ کا یہ ہے کہ **تصویر بنانا** غیر ذی روح کی مطلقًا جائز ہے اور ذی روح کی ناقص تصویر جسمین چہرہ نہو اوس کا بنانا بھی اکثر علماء کے نزدیک جائز ہے گو احتیاط اولیٰ ہے۔ البتہ ذی روح کی مکمل تصویر یا ایسی ناقص جسمین چہرہ موجود ہو اوسکا بنانا حرام ہے خواہ قلمی نقوش سے بنائی جائے یا آلات فوٹو وطباعت سے اور خواہ چھوٹی تصویر ہو یا بڑی اور خواہ محل ذلّت وحقارت مین ہو یا عزّت واکرام مین۔

اور **استعمال تصویر** مین یہ تفصیل ہے کہ بہت چھوٹی تصویرین جنکو زمین پر رکھا جائے تو کھڑے ہوئے آدمی کو اون کے اعضاء کی تفاصیل دکھائی نہ دین ان کا استعمال مطلقًا جائز ہے اسی طرح وہ تصاویر جو ذلّت وامتہان کی جگہ مین ہون مثلًا پامال فرش مین یا جوتہ کے تلہ وغیرہ مین اون کا بھی استعمال مطلقًا جائز ہے۔ بچون کے کھلونے اگر تصویر کی قسم سے ہون اون کا خریدنا اور بیچنا اور استعمال کرنا بھی جائز ہے مگر حتی الامکان بچنا بہتر ہے۔ ناقص تصویرین جسمین چہرہ موجود نہون اون کا استعمال بھی جائز ہے اور غیر ذی روح کی تصاویر کا جواز تو ظاہر ہی ہے۔

فائدہ

احادیث کثیرہ سے بتواتر معنوی یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جس گھر مین تصویر یا کتّا ہو اوس مین فرشتے داخل نہین ہوتے۔ لیکن اس جگہ دو سوال غور طلب باقی رہتے ہین

اوّل یہ کہ یہ حکم تمام ملائکہ کے متعلق ہے خواہ کرام کاتبین اور انسان کی حفاظت کرنے والے فرشتے اور عزرائیل علیہم السّلام ہون یا صرف اون فرشتون کے متعلق ہے جو رحمت ومغفرت کے احکام لاتے ہین اور اونکی برکت سے آدمی کو اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ کی توفیق ہوتی ہے

دوسرا سوال یہ ہے کہ جن تصاویر کا استعمال شرعًا جائز ہے کیا وہ بھی ملائکۃ اللہ کے آنے سے مانع ہوتی ہین یا نہین ان دونون سوالون کا جواب کسی قدر تفصیل سے درج ذیل ہے۔

وہ کون سے فرشتے ہین جو مصوّر مکان مین داخل نہین ہوتے

اس بارہ مین علماء کے مختلف اقوال ہین۔ بعض حضرات کے نزدیک مصور مکان مین داخل ہونے سے باز رہنا صرف ملائکہ وحی جبرئیل واسرافیل وغیرہ کے ساتھ مخصوص ہے عام فرشتون کا یہ حکم نہین۔ اس قول پر یہ اعتراض تو صحیح نہین کہ زمانہ وحی یعنی آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مصوّر مکان مین داخل ہونا اور تصویر کا استعمال کرنا وغیرہ سب جائز ہو جانا لازم آتا ہے کیونکہ جب وحی بند ہوئی توان فرشتون کا زمین پر آنا بھی بند ہوگیا۔ اور یہ اسلئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ وحی بند ہو جانے سے یہ ہرگز لازم نہین آتا کہ ملائکہ وحی جبریل علیہ السلام وغیرہم زمین ہی پر نہ اُترین بلکہ بہت سی احادیث صریحہ صحیحہ سے اون کا قیامت تک ہر زمانہ مین زمین پر تشریف لانا ثابت ہوتا ہے جیسا کہ اکثر مفسرین کے نزدیک تنزل الملائکۃ والروح مین روح سے جبرئیل علیہ السلام مُراد ہین۔ ابن جوزی نے بروایت حضرت انس اور بیہقی وابن حبان وغیرہ نے بروایت سلمان فارسی رضی اور طبرانی نے بروایت میمونہ بنت سعد رضی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بعبارات مختلفہ جبرئیل، میکائیل و اسرافیل وغیرہم کا ہر زمانہ مین زمین پر تشریف لانا نقل کیا ہے

اور یہ جو مشہور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جبرئیل علیہ السّلام زمین پر تشریف نہ لاوینگے اسکو شیخ جلال الدین سیوطی رح نے اپنے رسالہ **الاعلام بنزول عیسے علیہ السّلام** مین رد کر دیا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہین۔

البتہ اس قول پر قوی اعتراض یہ ہے کہ الفاظ احادیث عام ہین اون مین کوئی قرینہ بھی ملائکہ وحی کی تخصیص کا نہین ہے اور یہ دعوی کہ یہ حکم صرف ملائکہ وحی کے ساتھ مخصوص ہے محض دعوی بلا دلیل ہے اسلئے جمہور کے نزدیک قابل قبول نہین۔

اسکے مقابلہ مین بعض حضرات کے نزدیک یہ حکم تمام طبقات ملائکہ کو عام ہے کوئی فرد اس سے مستثنی نہین خواہ کرام کاتبین ہون یا حفاظت کرنے والے فرشتے یا عزرائیل علیہم السّلام۔ محدّث قرطبی کا یہی قول ہے لیکن **جمہور کی تحقیق** اس بارہ مین یہ ہے کہ نہ اس قدر خصوص ہے جو قول اوّل مین اختیار کیا گیا اور نہ اس قدر عموم جسکو قول ثانی مین قرار دیا گیا ہے بلکہ احادیث کثیرہ کی تطبیق و تحقیق کا مقتضی یہ ہے کہ یہ حکم دراصل اون ملائکہ رحمت کے متعلق ہے جو انسان کیلئے رحمت و برکت کا سبب بنتے ہین اور اوسکے لئے حق تعالی سے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہین۔

تو وہ نامہ اعمال کے لکھنے والے یا جنات سے حفاظت کرنے والے فرشتے اس حکم سے مستثنی ہین جنکے متعلق احادیث صحیحہ مین وارد ہے کہ وہ کسی وقت انسان سے جدا نہین ہوتے سوائے تین اوقات کے ایک پاخانہ مین۔ دوسرے بیوی کے ساتھ صحبت کے وقت۔ تیسرے غسل کے وقت

(اخرجہ البزار عن ابن عباس رض مرفوعا ومثلہ عن ابن عمر رض مرفوعا عند الترمذی و قال حسن غریب کذا فی البلوغ صہ)

عہ اور حدیث صحیحہ در بارہ نزول جبرئیل علیہ السلام فی لیلۃ القدر من الملائکۃ اس باب مین اصل واضح ہے ۱۲ م رشیدی

خطابی اور منذری اور قاضی عیاض اور نووی اور دمیری اور ملا علی قاری اور شیخ عبدالرؤف مناوی اور ابن حجر ہیثمی وغیرہم علما محققین کی بھی رائے ہے (وھذا کلہ ماخوذ من بلوغ القصد والمرام ص) علامہ شامی۔ صاحب بحر وغیرہ فقہاء احناف نے بھی اسکو اختیار فرمایا ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کیا تصاویر غیر ممنوعہ فرشتون کے داخل ہونے سے مانع نہین

امام نووی شافعی شارح مسلم وغیرہ کی تحقیق تو اس بارہ مین یہ ہے کہ جن تصاویر کے استعمال کو شریعت نے جائز بھی رکھا ہے وہ بھی ملائکہ رحمت کے اندر آنے سے مانع ہوتی ہین۔ جواز استعمال کا فائدہ اس صورت مین صرف یہ ہوگا کہ استعمال کرنیوالا مجرم اور گناہگار نہ ہوگا۔ لیکن ملائکہ رحمت کے انوار وبرکات سے محرومی جو تصاویر کا لازمی نتیجہ ہے پھر بھی ضرور ہوگی

مگر عام روایات حدیث کی تصریحات واشارات سے جمہور علماء نے اس بحث مین یہ اختیار فرمایا ہے کہ جن تصاویر کے استعمال کی شریعت نے اجازت دی ہے وہ ملائکہ رحمت کے داخل مکان ہونے سے بھی مانع نہین ہوتین۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا واقعہ جو نسائی اور ابن حبان وغیرہ کے حوالہ سے باب اول مین مفصل گذر چکا ہے اوس مین صراحۃً مذکور ہے کہ

> جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت مانگی آپنے فرمایا کہ اندر آجاؤ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ مین کیسے اندر آؤن حالانکہ آپکے گھر مین ایک پردہ ہے جس مین تصوین ہین پس اگر آپکو یہ تصاویر رکھنا ہی ہین تو اونکے سر کاٹ دیجئے یا اس پردہ کو قطع کرکے تکیے بنا دیجئے یا فرش بنا لیجئے (از شامی ص ج)

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جس مین پردہ کو پھاڑکر دو گدے بنا لینا مذکور ہے اوسی روایت مین مسند احمد کے یہ الفاظ بھی مذکور ہین۔

ولقد رأیتہ متکئا علی احدھما وفیہ صورۃ (کذا فی البحر ص۳ ج ۲)

اور مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اون مین سے ایک تکیہ پر تکیہ لگائے ہوئے دیکھا ہے اور اوس مین تصویر اسوقت بھی موجود تھی

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گڑیون پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ناراض نہ ہونا اور گھر سے نکالنے کو نہ فرمانا بھی اسی کا قرینہ ہے کہ وہ بھی مانع ملائکہ نہ تھین۔

الغرض روایات مذکورہ بالا سے یہ بات پوری طرح ثابت ہوگئی کہ چار قسم کی تصاویر جن کا استعمال شرعًا جائز ہے وہ ملائکہ رحمت کے داخل ہونے سے بھی مانع نہین ہوتین واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

وھذا آخر ما اردالعبد الضعیف ایرادہ فی ھذہ الرسالہ + وابداء ما بدالہ وما ذلک الا بتوفیق من بیدہ ملکوت السمٰوات + والحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم الصالحات + وصلی اللہ تعالیٰ علی سید الموجودات وآلہ واصحابہ اجمعین وسلم تسلیما کثیرًا کثیرا۔ وقد وقع الفراغ من تسویدہ فی لیلۃ یوم الاثنین لرابعۃ من ذی القعدۃ سنۃ اثنتین وخمسین بعد ثلثمائۃ والف من الھجرۃ۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان

ہر کہ خواند دعا طمع دارم ۔ زانکہ من بندہ گنہگارم

احقر محمد شفیع عفا اللہ عنہ

خادم دار الافتاء دار العلوم دیوبند

۴ ذی القعدہ ۱۳۵۲ھ

اسلام کی حقانیت وصداقت کا ۔ روشن ترین شاہکار

اشاعت اسلام

یعنی

دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا

اثر خامہ

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب ناظم دار العلوم دیوبند ومفتی عدالت العالیہ دکن مذہب اسلام کی صداقت وحقانیت کا صحیح مرقعہ اسلام کی دلربائی اور اسکی محبوبیت وجاذبیت کے سچے مناظر۔ اسلامی للہیت وروحانیت کے سچے ودلنشین تاریخی مستند وصحیح واقعات معاندین ودشمنان اسلام کے اعتراضات کے دندان شکن جوابات۔ اسلامی فتوحات مذہبی ترقیات وتبلیغی واشاعتی عالمگیریت ووسعت کا اصلی راز اس کتاب میں ہے۔ یہ کتاب اپنی انوکھی شان۔ قوت دلائل۔ سلاست بیان۔ طرز تحریر وانداز تحقیق وغیرہ کے لحاظ سے ممالک ہند وبیرونی ہند کے ہر طبقہ مسلم وغیر مسلم تک سے خراج تحسین وقبولیت حاصل کر چکی۔ کتابت۔ طباعت۔ کاغذ اعلیٰ صفحات ۵۲۵۔ قیمت مجلد رعایتی (سے ۲/)

یہ اور ہر قسم کی ارزاں کتابیں ملنے کا پتہ

(مولوی) محمد شفیع ناظم دار الاشاعۃ دیوبند ضلع سہارنپور

إنّ أصحاب هذه الصور يعذبون يوم القيمة

الحمد لله والمنہ کہ رسالہ التصویر لاحکام التصویر کا حصہ دوم

یعنی

کشف التزویر
عن
احکام التصویر

جس میں

اون تمام شبہات کے محققانہ اور منصفانہ شافی جوابات درج ہیں
جو تصویر کے متعلق بعض روایات اسلامی کے اجمال سے یا مغرب پرستی
اور جدید روشن خیالی کے اثر سے پیدا ہوگئے ہیں

مصنفہ

مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند

پہلی مرتبہ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ ہجری میں

دارالاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور سے شائع ہوا

فہرست مضامین رسالہ کشف التزویر عن احکام التصویر

حصہ دوم

مضمون	صفحہ
مسئلہ تصویر پر چند شبہات اور اون کا ازالہ۔	۱
آیت یعملون لہ ما یشاء من محاریب و تماثیل کی تحقیق۔	״
تصویر کے متعلق بظاہر تعارض حدیث اور اشکال	۲
تطبیق احادیث۔	۴
رفع تعارض کی تقریر۔	۶
رفع تعارض کے تین طریقے۔	۷
احادیث حرمت ناسخ ہیں یا منسوخ۔	۸
تعلیمات اسلام میں تدریج کی رعایت۔	۱۰
حرمت تصویر میں مشرکانہ وغیر مشرکانہ کی تفریق کا بے محل اور غلط ہونا۔	۲۰
احادیث صحیحہ میں باوجود تصویر غیر مشرکانہ ہونے کے اظہار ناراضی۔	۲۲
حضرت صدیقہ رض کی حدیث سے استدلال جواز اور اوسکی تردید۔	۲۳
دیواروں پر پردہ ڈالنا مکروہ ہے	۲۴
حضرت ابن عمر رض اور ابو ایوب رض کا مکالمہ۔	״
مسند احمد کی حدیث سے جواز پر استدلال اور تمام فقہاء و محدثین امت کا خلاف۔	۲۸
حضرت جبرئیل کی حدیث سے استدلال اور اوسکا جواب	۳۰
حضرت عائشہ کی گڑیوں سے جواز تصویر پر استدلال اور اوس کا جواب۔	۳۱
چھوٹی لڑکیوں کیلئے گڑیوں کی اجازت پر محققانہ بحث	۳۱
حضرت ابن عباس اور حضرت مسور رض کا مکالمہ دربارہ تصویر اور اوس سے استدلال جواز کی تردید۔	۳۸
ابو طلحہ انصاری رض کے مصور کپڑا پہننے سے استدلال جواز اور اوس کی تردید۔	۳۹
منقوش تصویر جو مجسمہ نہو اوسکے عدم جواز کی مفصل تحقیق	۴۰
حضرت قاسم بن محمد ابن ابی بکر رض کے قول سے استدلال اور اوس کا جواب۔	۴۶
حضرت عروہ کے تکیہ کی تصویر ونسے استدلال اور جواب۔	۴۷
چند حضرات صحابہ کے بٹن یا انگشتری وغیرہ میں شیر کی تصویر ہونے کا جواب۔	״
تصویر میں ذی روح وغیر ذی روح کی تفریق پر شبہ اور اوس کا جواب۔	۴۹
جو تصاویر محل ذلت میں ہیں اون کی تعریف و تحدید۔	۵۰
ذی روح وغیر ذی روح کی تفسیر	۵۱
تصویر کا سر کاٹ دینے سے غیر ذی روح کی ساتھ ملحق ہوجانا۔	۵۳ و ۵۴
خاتمہ۔	۵۵

تمت الفہرست لکشف التزویر

حصہ دوم

کشف التزویر عن احکام التصویر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ کہ اس رسالہ کے پہلے حصہ مین تصویر کے شرعی احکام عقلی اور نقلی دلائل کیساتھ مفصل آچکے ہین اب دوسرے حصہ مین اُن شبہات کا ازالہ کیا جاتا ہی جو تعلیم جدید کے اثر سے یا بعض روایات حدیث کے اجمال سے پیدا ہو گئے ہین۔ اسمین اپنی قدرت و وسعت کیموافق اس ناکارہ نے اسکی کوشش کی ہی کہ محض مناظرانہ صورت نہو بلکہ محققانہ اور منصفانہ انداز سے ہر شبہ کا تشفی بخش جواب پیش کیا جائے۔

خدا کرے کہ یہ اُمید پوری ہو اور یہ مجموعہ بھی احقر کیلئے اور مسلمانون کیلئے مُفید ثابت ہو وما ذلک علی اللہ بعزیز

مسئلہ تصویر پر چند شبہات اور اُن کا ازالہ

تقریر شبہ | قرآن مجید مین حضرت سلیمان علیہ السلام کی خصوصی فضائل اور اُن پر انعامات آلہیہ کو بیان کرتے ہوئے ارشاد ہوا ہے۔

یعلمون لہ ما یشاء من محاریب وتماثیل وجفان کالجواب الآیۃ	جنات سلیمان علیہ السلام کیلئے بنا دیتے ہین جو وہ چاہتے ہین بڑی بڑی محلات اور تصویرین اور بڑے بڑے برتن مثل حوض کے

اس آیت مین تصریح ہی کہ پیغمبر خدا حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے جنات تصویرین بنایا کرتے تھے جس سے تصویر بنانے اور استعمال کرنے کا جواز بصراحت معلوم ہوتا ہے

جواب | تماثیل کی تفسیر اگرچہ بعض حضرات مفسرین نے درختون کی تصویر سے بھی فرمائی ہی لیکن صحیح یہی ہی کہ اسجگہ عام تصاویر مراد ہین جنمین انبیاء و صلحاء کی تصویرین بھی تھین جنکو مسجدون مین اس غرض سے رکھا جاتا ہی کہ اُنکی یادگارین ہون اور اُنکو دیکھکر لوگون کو عبادت و ریاضت کی طرف رغبت پیدا ہو۔ لیکن مرور ایام کے بعد جاہلون نے خود اُنہین تصویرون کو معبود و مقصود سمجھ لیا اور انہین کی پوجا شروع کر دی اور ہوتے ہوتے یہ تصاویر بُت پرستی کا ذریعہ بن گئین۔

اسیلئے شریعت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) نے شرک بُت پرستی کی جڑ کاٹنے کے لئے نیز کفار کے ساتھ مشابہت سے احتراز کرنیکے لئے تصویر کشی اور استعمال تصویر کی قطعاً ممانعت کردی جسکا بیان احادیث متواترہ قطعیہ کے ذریعہ اس رسالہ مین مختصر طور پر ہو چکا ہے۔

خلاصہ یہ کہ سلیمان علیہ السلام کی شریعت مین تصویر کشی اور تصویر کا استعمال جائز تھا لیکن اس سے ہرگز یہ لازم نہین آتا کہ وہ اس اُمت مرحومہ کیلئے بھی جائز ہو۔ بہت سے ایسے افعال و اعمال قرآن مین منصوص ہین جو پہلی اُمتون کیلئے جائز تھے مگر اُمت مرحومہ پر ناجائز قرار دئے گئے

عامہ مفسرین نے آیت مذکورہ کے تحت مین بھی مضمون ارشاد فرمایا علامہ سید محمود آلوسی مفتی بغداد کے چند الفاظ اس بارہ مین یہ ہین۔

فان الحق ان حرمۃ تصویر الحیوان کاملا لم تکن فی ذلک الشرع وانما هی فی شرعنا (الی ان قال) وکانہ انما حرمۃ التماثیل لانہ بمرور الزمان اتخذہا الجہلۃ مما یعبد فظنوا وضعہا فی المعابد لذلک فشاعت عبادۃ الاصنام او سد الباب للتشبیہ بمتخذی الاصنام بالکلیۃ (روح المعانی صفحہ ۱۱ ج ۲۲) (سورہ سبا)	اس لئے کہ حق یہ ہے کہ حرمت تصویر ان کی شریعت مین نہ تھی بلکہ یہ صرف ہماری شریعت مین ہے اور حرمت تصویر کا سبب اصلی ہی یہ ہوا جو تصاویر بزرگون کی یادگار کے طور پر معبد و ں مین رکھی گئی تھی بعد کے آنے والے جاہلون نے اُنہین کو معبود بنا لیا اور خیال کیا کہ ان کو عبادت خانون مین رکھنے کی غرض ہی یہ یا یون کہا جائے کہ مشابہت کفار سے بالکل بچنے کے لئے تصویر کی مخالفت کی گئی۔

۲

اور امام بغوی رح نے معالم التنزیل مین فرمایا ہے۔

کما ان عیسیٰ علیہ السلام کان یتخذ صورا من الطین فینفخ فیہا فتکون طیرا باذن اللّٰہ	جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مٹی کی مورتین بنالیتے تھے اور پھر ان مین پھونک دیتے تھے تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتے تھے۔

معالم التنزیل کی عبارت مذکورہ سے شبہ زیر بحث کے سوا اسی قسم کے ایک اور شبہ کا بھی جواب ہو گیا وہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیمتعلق خود قرآن مجید مین ارشاد ہے کہ وہ مٹی کے پُتلے جانورون کے بنالیتے تھے اور پھر اُن مین پھونک مارتے تو خدا کے حکم سے زندہ پرند ہو جاتے تھے

اور حاصل جواب ظاہر ہے کہ یہ شریعت عیسوی کا حکم تھا۔ اُمت مرحومہ کی حفاظت اور قیامت تک دین حق کا قیام چونکہ عالم مین مقدر تھا اسیلئے اس اُمت کیلئے شرک و بُت پرستی کے سب راستون کو بھی بند کردیا گیا اور کفار کی مشابہت کو بھی ممنوع قرار دیا گیا

دوسرا شبہ تعارض احادیث اور اسکا حل — حضرت عائشہ کے مصور پردہ کیمتعلق متعدد احادیث اوپر گذر چکی ہین یہ سب

بخاری مین یا مسلم مین یا دونون مین موجود ہین ان احادیث پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوسکتا ہی کہ ان مین شدید اختلافات ہین- ایک مین ہے کہ پردہ مکان کی دروازون پر آویزان تھا- دوسری مین ہے کہ مکان کے اندر کوئی چھوٹی سی کوٹھری بنی تھی اُسمین لٹکا ہوا تھا- ایک مین ہے کہ آپ مکان کے اندر داخل نہین ہوئے- دوسری مین ہی کہ اندر داخل ہوئے تب دیکھا- ایک مین ہے کہ آپنے پردہ کو پھاڑ دیا- دوسری مین ہی کہ ہٹانیکا حکم دیا- ایک مین ہی کہ آپنے برہمی ظاہر کی- دوسری مین نرم الفاظ ہین- ایک مین ہی کہ اُس کپڑے کو پھاڑ کر اُسکے تکیے اور گدّے بنوا لئے تو استعمال فرمایا- دوسری مین ہے کہ وہ آپکے بیٹھنے ہی کے لئے اصل مین خریدا گیا تھا لیکن آپنے اُسکا استعمال ناپسند کیا- ایک مین ہے کہ آپنے فرمایا کہ ان تصویرون کے بنانیوالے پر عذاب ہوگا- دوسری مین اسکے متعلق کوئی ذکر نہین- ایک حدیث مین حضرت عائشہؓ آپسے روایت کرتی ہین کہ آپنے فرمایا جس گھر مین تصویر ہو فرشتے اُسمین داخل نہین ہوتے (صحیح مسلم باب لا تدخل الملائکة بیتا فیہ کلب او صورة)

لیکن اسی جامع صحیح کے اسی باب مین دوسری روایت مین ہی کہ ایک صاحب نے ام المومنین سے دریافت کیا کہ حضرت ابو طلحہ انصاری کہتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس گھر مین کتّا یا تصویرین ہون اُسمین فرشتے داخل نہین ہوتے- کیا آپنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سُنا ہے اُنہون نے جواب دیا کہ نہین
لیکن مین وہ بیان کرونگی جو آپکو کرتے دیکھا ہے آپ کسی غزوہ مین گئے تھے مین نے ایک مصور کپڑا لیا اور اُسکو ۳
دروازہ پر لٹکایا جب آپ واپس آئے اور اُس کپڑے کو دیکھا تو مین نے چہرۂ مبارک مین کراہیت کا اثر پایا پھر آپنے اُسکو کھینچکر پھاڑ دیا یا کاٹ دیا اور فرمایا کہ ہمکو خدا نے پتھر اور مٹی کو کپڑے پہنانیکا حکم نہین دیا- مین نے اُس کپڑے کو پھاڑ کر دو تکیے بنا لئے تو آپنے اُس پر کوئی اعتراض نہین کیا انتہی-

رفع تعارض

اختلافات مذکورہ مین بڑے دو قسم کے اختلافات ہین- ایک تو وہ جنکا تعلق صرف قصہ کیساتھ ہے حکم شرعی پر اُن کا کوئی اثر نہین پڑتا- مثلاً یہ کہ وہ پردہ دروازہ پر تھا یا گھر کے اندر کسی چھوٹی کوٹھری پر- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو گھر مین داخل ہوکر دیکھا یا دروازہ پر کھڑے ہوکر-

دوسرے وہ اختلافات ہین جو حکم کیساتھ متعلق ہین اور جنکی وجہ سے حکم شرعی مین تعارض پڑجاتا ہی مثلاً ایک روایت مین ہی کہ وہ مصور کپڑا آپکے بیٹھنے کے ہی لئے خریدا گیا تھا- مگر آپنے اُسکو بھی جائز نہ رکھا- اور اسی روایت کے دوسرے طریقہ مین ہے کہ وہ دروازہ پر آویزان تھا تو آپنے برہمی ظاہر کی اور جب اسکو قطع کرکے بچھا دیا گیا تو آپنے اُس پر بیٹھنے کو جائز رکھا- قسم اول کے اختلافات شرعاً و عرفاً اہم نہین سمجھے جاتے کیونکہ اس وقت چہرۂ مقصود روشن اور اختلافات کی غبار سے پاک و صاف ہوتا ہے- جن لوگون کو علوم نقلیہ حدیث و تاریخ وغیرہ سے کچھ مناسبت ہے اُنہین اس قسم کے اختلافات متحیر نہین کرتے اور نہ وہ اسکی طرف متوجہ ہوتے اور نہ اسکی

درپے ہوتے ہین اورغالباً یہی بے توجہی ان جیسے اختلافات کا باعث بھی ہوتی ہے کیونکہ واقعات کی روایت کرنیوالے بھی اس قسم کی چیزون کا اس قدر اہتمام نہین کرتے جسقدر احکام کا کیا جاتا ہے۔
یہی وجہ ہے کہ علمائے محدثین ان سب اختلافات کو نقل کرتے جاتے ہین مگر انکی تطبیق یا ترجیح کے پیچھے نہین پڑتے
امام الحدیث حازمی نے اپنی کتاب[۵] مین حضرت صدیقہ کی یہ حدیث باسنادہ روایت کرنے کے بعد ان اختلافات کے بارہ مین بھی فرمایا ہے

وھذا حدیث صحیح ولہ طرق فی الصحاح ویروی بالفاظ مختلفۃ۔ ربما یتعذر علی غیر المتبحر الجمع بینھا ولو لا خشیۃ الاطالۃ لذکرتھا (کتاب الاعتبار)	اور یہ حدیث صحیح ہے اسکے لئے صحاح مین چند طرق ہین اور الفاظ مختلفہ کے ساتھ روایت کی جاتی ہے کہ بسا اوقات غیر ماہر پر ان کا جمع کرنا دشوار ہوجاتا ہے اور اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو مین سبکو ذکر کرتا۔

خود مولانا سید سلیمان صاحب نے بھی ان اختلافات کو نقل کرکے انکے اٹھانیکی طرف توجہ نہین فرمائی اگرچہ صورت جمع طرق حدیث کے تتبع کرنے کے بعد کچھ زیادہ دشوار نہین مگر مین بھی مناسب نہین سمجھتا کہ جن مباحث کو متقدمین نے غیر ضروری سمجھکر ترک کردیا ہو انکو چھیڑ کر اپنی مختصر تحریر کو طویل کرون
اسلئے قسم اوّل کے اختلافات کو چھوڑ کر ان اختلافات و تعارضات کو بیان کیا جاتا ہے جنکی وجہ سے حکم مین تذبذب پیدا ہونیکا خطرہ ہے ۴

(۱) واقعہ مذکور جسکی ایک روایت مین ہے کہ آپنے پردہ کو پھاڑ دیا اور دوسری مین ہے کہ ہٹانے کا حکم دیا یہ تعارض بھی اگرچہ انہین اختلافات مین سے ہے جنسے حکم حدیث متاثر نہین ہوتا مگر ممکن ہے کہ کوئی صاحب ہٹانیکے حکم کو اس پر محمول کرین کہ اس پردہ کو سامنے سے ہٹا کر گھر مین رکھا گیا اور اس سے استعمال تصویر مین کوئی سہولت نکالنا چاہین اسلئے عرض کیا جاتا ہے کہ جن روایات مین ہٹانے کا حکم وارد ہے انہین کے دوسرے طرق مین یہ بھی وارد ہے کہ آپنے اسکو پھاڑ دیا اور صدیقہ نے اسکے دو تکیے بنائے اور ظاہر ہے کہ ہٹانیکے حکم اور پھاڑ دینے مین کوئی منافات نہین (ملاحظہ ہو فتح الباری باب التصاویر)

(۲) ایک مین ہے کہ برہمی ظاہر کی۔ اور دوسری مین نرم الفاظ ہین مگر ممانعت بہرحال مذکور ہے۔ اور ایک آقا اپنے خادم کو برہم ہوکر کسی امر سے منع کرے یا نرم الفاظ مین۔ خادم پر بہرحال اسکی فرمانبرداری واجب ہے۔ اسی طرح قرآن و حدیث جس امر سے منع کرین مسلمان کا فرض ہے کہ اس سے باز رہے خواہ برہمی کے ساتھ منع کیا جائے یا نرم الفاظ مین اسلئے حکم پر اس تعارض سے بھی کوئی اثر نہین پڑتا۔

[۵] کتاب الاعتبار فی بیان الناسخ والمنسوخ من الآثار ۱۲

(۳) ایک مین ہے کہ اُس کپڑے کو پھاڑ کر اُسکے تکیے اور گدّے بنے تو استعمال فرمایا اور دوسرے مین ہے کہ وہ آپکے بیٹھنے ہی کیلئے اصل مین خرید اگیا تھا لیکن آپنے اُس کا استعمال ناپسند کیا۔ یہ تعارض سب سے بڑا تعارض ہے اور اس لحاظ سے کہ اُسکا اثر حکم پر پڑتا ہے ایک اہمیت رکھتا ہے اسلئے محدّثین نے عامۃً اسکی طرف توجہ فرمائی ہے۔ شرح بخاری عینی۔ فتح الباری۔ قسطلانی۔ سندہی وغیرہ مین اس پر مختلف وجوہ سے روشنی ڈالی گئی ہے

لیکن حدیث کے ہر باب مین وہی فیصلہ زیادہ قابل قبول ہونا چاہئے جو خود حدیث سے ہوجائے حدیث کی ہر مشکل کے حل کرنے کیلئے بہترین طریق یہی ہے کہ اُس حدیث کے طرق روایت کو حسب طاقت جمع کیا جائے اور سبکو ملاکر اُن سے واقعہ کی تنقیح کیجائے۔ یہان بھی اسی عروۂ وثقی کو تھامنا چاہئے تاکہ جو کچھہ کہا جاوے قوی اور پائدار ہو

اس طریق سے یہ اشکال بالکل صاف ہوجاتا ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضؓ کی جس حدیث مین یہ مذکور ہے کہ وہ کپڑا اصل مین آپکے بیٹھنے ہی کیلئے خرید اگیا تھا مگر آپنے اُس کا استعمال ناپسند فرمایا۔ اُسی حدیث کے آخر مین ایک طریق مین مذکور ہے کہ اُسکے بعد صدیقہ نے اُسکے دو تکیے یا گدّے بنالئے اور اُسوقت آپنے اُس کا استعمال فرمایا۔ اور کوئی اعتراض نہین کیا۔ یہ طریق صحیح مسلم مین موجود ہے جسکے آخر مین ہے۔

وزاد فی حدیث ابن اخی الماجشون قالت فاخذتہ فجعلتہ مرفقتین فکان یرتفق بھما فی البیت (صحیح مسلم) 5

اور ابن اخی الماجشون کی حدیث مین اتنا زیادہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ پھر مینے اُسکے دو گدّے بنالئے جنکو آپ گھر مین استعمال کرتے تھے۔

اسطرح پر دونون روایتون کا تعارض تو بالکل اُٹھ گیا اور دونون کے ملانے سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ مصوّر کپڑی پر بیٹھنا جائز ہے البتہ اب یہ اشکال باقی ہے کہ جب بآخر الامر آپنے مصوّر کپڑے پر بیٹھنا تجویز فرمایا بلکہ خود بھی استعمال کیا تو شروع مین اس پر ناراضی اور اعراض کی وجہ کیا تھی۔ سو اس کا جواب صاف ہے کہ اگرچہ پامال فرش مین تصویر کا رکھنا حرام نہین جیسا جبریل علیہ السّلام کی حدیث مذکور شاہد ہے مگر آپنے اپنے لئے تصاویر پر بیٹھنا بھی بغرض اظہار نفرت پسند نہ فرمایا بلکہ تصاویر کو چاک کردیا۔ اور کپڑے کے دو گدّے بنے تب استعمال فرمایا کیونکہ جبریل علیہ السّلام کی حدیث مذکور سے استعمال تصویر کے دو طریق جائز معلوم ہوتے ہین۔

(ا) ایک یہ کہ مصوّر کپڑے کو پامال وممتہن فرش بنایا جاوے (ب) دوسرے یہ کہ تصاویر کے سر کاٹ دئے جاوین۔ اِن دونون مین سے جو صورت بھی اختیار کرلی جائے جواز کے لئے کافی ہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید تقوی کیلئے دونون کو جمع فرمالیا یعنی تصاویر کو چاک بھی کیا اور پامال فرش بھی بنادیا۔ ورنہ فرش گدّا بنانے کے لئے کپڑے کو چاک کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

البتہ اُس پر یہ اشکال ہوگا کہ مسند احمد کی ایک روایت مین یہ تصریح موجود ہی کہ اس کپڑے کو پھاڑنے کے بعد جب گدّا بنا لیا گیا پھر بھی اُسمین تصویر موجود تھی اور آنحضرت اُس پر بیٹھتے تھے لیکن دل تو یہ بھی بعید نہین کہ حدیث مین سر کٹی ہوئی تصویر کو تصویر کہا گیا ہو کیونکہ حدیث کے الفاظ یہ ہین۔

فکان فی البیت یجلس علیہ وفیہ صورۃ (مسند احمد) وہ گھر مین تھا اور اُس مین تصویر تھی۔

اسکے علاوہ مصوّر کپڑے کی تذلیل اور اُس پر بیٹھنے سے اظہار نفرت کیلئے صرف اتنا کافی تھا کہ اسکو چاک کردیا جائے آیندہ یہ ضرور نہین کہ اُسکی دھجیان بکھیری جائین

دیکھو! اگر آپ کو کسی کتاب کا کوئی مضمون ناگوار ہوتا ہے اور غصہ سے آپ اسکو چاک کردیتے ہین تو اسکے درپے نہین ہوتے کہ اسکے حرف حرف کو کاٹ ڈالا جائے۔ بہرحال حضرت عائشہ کی ان دونون حدیثون مین کوئی تعارض نہین

(۴) ایک مین ہے کہ آپنے فرمایا کہ ان تصویر والون کے بنانیوالے پر عذاب ہوگا دوسرے مین اسکے متعلق کوئی ذکر نہین ہے

جن لوگونکو فنون نقلیہ سے کچھ بھی مناسبت ہے وہ جانتے ہین کہ یہ اختلاف درحقیقت کوئی تعارض نہین نقل مین یہ بات بکثرت پیش آتی ہے کہ کسی ناقل نے پورا واقعہ من وعن بیان کیا اور کسی نے مختصر کردیا اور جبکہ دوسری روایات صحیحہ سے یہ امر حد یقین کو پہونچ گیا ہو کہ تصاویر بنانیوالون پر عذاب ہوگا تو اس اختلاف نقل سے حکم شرعی پر کوئی اثر نہین پڑتا۔ ۶

(۵) ایک حدیث مین حضرت عائشہ آپ سے روایت کرتی ہین کہ آپنے فرمایا جس گھر مین تصویر ہو فرشتے اُس مین داخل نہین ہوتے (صحیح مسلم)

لیکن اسی جامع صحیح کے اسی باب مین دوسری روایت مین اس سے انکار معلوم ہوتا ہے جسکو ہم بہ تفصیل نقل کر آئے ہین۔

یہ الفاظ حدیث بیشک متعارض ہین لیکن احادیث سے اس امر کا ثبوت کہ "جس گھر مین تصاویر ہوتی ہین اُس مین ملائکہ داخل نہین ہوتے" پایۂ تواتر کو پہونچ چکا ہے اسلئے بالفرض اگر حضرت عائشہ رض اسکے راوی ہوتیں اور انکار بھی فرمائین تب بھی دوسری روایات اسکے ثبوت کیلئے کافی ہین بہرحال تصویر کا شرعی حکم اس سے متاثر نہین ہوسکتا۔ اسلئے یہ خلاف بھی اُنہی اختلافات مین سے ہے جنکا اثر فقط قصہ تک محدود رہتا ہے واللہ اعلم بالصواب

اس تحریر سے حضرت عائشہ کی حدیث زیر بحث مین کوئی معتد بہ اختلاف یا تعارض باقی نہین رہا اور جب بات صاف ہوگئی تو اب ہم اُس اصل تعارض کیطرف متوجہ ہوتے ہین جو تصاویر کے باب مین احادیث حرمت اور احادیث جواز مین نظر آتا ہے۔ مولانا سید سلیمان صاحب نے اس تعارض کو اُٹھانے کیلئے یہ تقریر کی ہے

ان دو مختلف مفہوم احادیث کو باہم مربوط کرنے کیلئے محدثین نے تین طریقے اختیار کئے ہین اوّل یہ کہ ایک دوسرے کی تاویل اور کسر انکسار کے بعد ان کو جمع کیا جائے لیکن یہ جمع بین الضدین کی کوشش ہے دوم یہ کہ جن احادیث سے رخصت یا کراہت تنزیہی سمجھی جاتی ہے اُنمین تصاویر سے مُراد غیر ذی روح کی تصاویر ہین اور جن مین حرمت اور ممانعت قطعی کا

ذکر ہے اُسسے ذی روح کی تصاویر مراد ہین لیکن میرے نزدیک یہ دفعہ مصالحت اسلئے صحیح نہین کہ رخصت اور کراہت تنزیہی کا بعض حدیثون مین بہ تصریح ذکر ہے کہ اُن ہین ذی روح یعنی پرندے اور گھوڑے کی تصویر تھی (مسلم ومسند احمد وابوداوٗد) سوم یہ کہ تصاویر کی رخصت کا واقعہ آغاز اسلام مین تھا۔ حرمت کی حدیث احادیث رخصت کی ناسخ ہے یہ محدث داوٗدی کی رائے ہے لیکن عامہ محدثین ابن حجر اور ابن التین نے اسکی تردید کی ہے اور میرے نزدیک یہ اسلئے غیر صحیح ہے کہ اصول اسلام کا مجری یہ ہے کہ عقائد اور متعلقات عقائد مین اسلام نے کسی رواداری کو ایک لمحہ کیلئے بھی دخل نہین دیا ہے ان چیزون مین اسلام نے اس غرض سے کہ تمام مراسم وذرائع متعلقات شرک بت پرستی کی بیخ کنی کردیجائے پہلے سخت شدت کا برتاؤ کیا لیکن جیسے جیسے ان خطرات کا انسداد ہوتا گیا اور عرب سے ان مراسم مشرکانہ کا استیصال ہوتا گیا۔ اس شدت کی گرفت بھی ڈھیلی ہوتی گئی اسکی تائید علامہ عینی کے قول سے ہوتی ہے جو آغاز مضمون مین نقل کیا گیا اس بنا پر ان احادیث کی تطبیق کی صحیح صورت یہ ہے کہ احادیث حرمت قطعی آغاز اسلام سے متعلق ہین اور احادیث رخصت وکراہت بعد کی ہین جو پہلے حکم کی مشرح یا مخصص یا ناسخ ہین یعنی یہ کہ پہلے مشرکانہ ذی روح وغیر ذی روح تمام تصویرین ناجائز تھین۔ اور آپکی شدت غضب ومخالفت کے احکام کا تعلق اسی دور سے ہے اور ان کا تعلق دور رخصت سے ہے تو وہ صرف مشرکانہ تصاویر سے متعلق ہے انتہی کلامہ

بالجملہ مولانا کی رائے رفع تعارض کے بارہ مین یہ ہے کہ طریق نسخ کو اختیار کرتے ہوئے احادیث حرمت کو احادیث رخصت سے منسوخ قرار دیا جائے جسکا نتیجہ آپکے خیال مین یہ ہے کہ غیر مشرکانہ تصاویر (عیسےٰؑ اور مریمؑ اور بتون کی تصاویر کے علاوہ سب جائز ہین حرمت کے تحت مین اگر ہین تو فقط یہی مشرکانہ تصویر باقی رہین لیکن تھوڑا سا غور کرلینے کے بعد یہ بات مخفی نہین رہتی کہ رفع تعارض کیلئے خواہ صورت نسخ اختیار کی جاوے یا تطبیق وغیرہ کا کوئی اور راستہ اور پھر صورت نسخ مین یہ بھی احادیث رخصت کو منسوخ قرار دیا جاوے جیسا کہ مولانا کی رائے ہے یا احادیث حرمت کو (جیسا کہ محدث داوٗدی وغیرہ کی رائے ہے۔ بہر حال اس نتیجہ پر پہونچنا بہت مشکل ہے کیونکہ رفع تعارض کیلئے محدثین کے تین راستے ہوتے ہین نسخ، ترجیح، تطبیق۔ اگر دو متعارض روایتون کی تاریخ معلوم ہوکر یہ فیصلہ ہو جائے کہ اُن مین ایک مقدم ہے۔ اور دوسری مؤخر تو طریق نسخ متعین ہو جاتا ہے مؤخر کو ناسخ اور مقدم کو منسوخ سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر کسی کی تاریخ معلوم نہ ہو تو پھر کبھی وجوہ ترجیح کی تلاش کی جاتی ہے اور ان مین سے راجح کو عمل کیلئے اختیار کرلیا جاتا ہے اور کبھی تطبیق وتوفیق کی کوشش کی جاتی ہے

اور ہمنے جہانتک غور کیا مسئلہ زیر بحث مین رفع تعارض کے تینون راستون مین سے کوئی راستہ ہمین اس نتیجہ پر نہین پہونچاتا کہ غیر مشرکانہ تصاویر مطلقاً جائز ہو جائیں۔

مسئلہ زیر بحث مین احادیث متعارضہ کو باہم مربوط کرنے کیلئے مولانا نے محدثین کے تین طریقے نقل کئے ہین تطبیق، نسخ۔ پھر نسخ کی دو صورتین ہین کہ احادیث رخصت منسوخ ہون یا احادیث حرمت جن مین سے پہلے دو طریقون کو رد کرتے ہوئے آخری طریق کو بہتر قرار دیا ہے لیکن حق پوشی ہوگی اگر ہمین مولانا کا پاس ادب یا زور تحریر اسکے ظاہر کرنے سے روکدے کہ یہ طریق بہ نسبت پہلے دو طریقون کے کسی طرح راجح اور قابل اختیار نہین۔

اوّل تو نسخ کا دعوی ہی ایک ایسا دعوی ہے کہ جس کا ثبوت آسان نہین اُس کے لئے ضرورت ہے کہ ناسخ و منسوخ دونون کی تاریخ کسی یقینی یا ظنّی طریق سے معلوم ہو جائے احکام شرعیہ خصوصاً حرام وحلال کی بارہ مین اتنی جسارت نہین کیجا سکتی کہ محض تخمین اور وہمیات سے ایک کو ناسخ اور دوسرے کو منسوخ قرار دیا جائے اور مولانا کی ساری تحریر مین سوائے ایک تخمینی اور قیاسی بات کے اور کوئی دلیل ہماری نظر سے نہین گذری جس سے روایات کی تاریخ اور اُن کا تقدّم اور تاخّر معلوم ہوکر نسخ کے دعوی سے عہدہ برائی ہوسکے۔

خصوصًا جبکہ ایک حرام کی حرمت کو منسوخ کرکے اُسکی حلّت ثابت کرنی ہو اور جبکہ ہماری اس بحث مین روایات کی تاریخ اور اُن کا تقدم وتاخر کسی نقل صحیح سے معلوم نہین ہوسکتا تو رفع تعارض کی بہترین صورت یہی ہوسکتی ہے کہ توفیق وتطبیق کی کوشش کیجائے جسکی بلا اعتبار یہ صورت ہے کہ جن احادیث مین تصاویر کی رخصت معلوم ہوتی اُن مین صرف دو اقسام تصاویر مراد لیجائین جو جمہور اُمت کے نزدیک حسب تصریحات نصوص حرمت سے مستثنیٰ مین مثلاً سر کٹی ہوئی یا پامال یا بچون کی گڑیان یا بہت چھوٹی تصویرین اور جنمین حرمت کا ارشاد ہے کہ اُن مین انکے علاوہ اور تصاویر مراد ہین۔ اس طرح احادیث مین کوئی تعارض نہین رہتا اور نہ اسکی ضرورت پیش آتی ہے کہ محض ایک ضعیف قیاس کی بنا پر بعض احادیث نبویہ کو بدون علم تاریخ کے منسوخ قرار دیا جائے۔ ۸

طریق نسخ کی دشوار گذاری اور اُسکے بارہ مین لوگون کی بے احتیاطیون پر نظر ڈالتے ہوئے امام المحدثین ابوالفرج عبدالرحمن ابن جوزی رح نے ناسخ ومنسوخ مین ایک رسالہ لکھا ہے جسمین اُنہون نے ذخیرہ حدیث مین سے اپنے وسیع علم اور حافظہ کے موافق کل احادیث منسوخہ کو جمع فرماکر یہ دعوی کیا ہے

فرأيت ان افرد في هذا الكتاب قدر ما صح نسخه او احتمل واعرض عما لا وجه لنسخه ولا احتمال فمن سمع بخبر يدعى عليه النسخ وليس في هذا الكتاب فليعلم وهاء تلك الدعوى	مین نے مناسب سمجھا کہ اس کتاب مین اُن احادیث کو علیحدہ جمع کردون جنکا منسوخ ہونا ثابت یا محتمل ہے اور اُن سے اعراض کرون جنکے منسوخ ہونیکی کوئی وجہ اور کوئی احتمال نہین پس جو شخص کسی حدیث کی متعلق سنے کہ اُسکے منسوخ ہونیکا دعوی کیا جاتا ہے اور وہ اس کتاب مین موجود نہو تو سمجھ لے کہ وہ دعوی بے دلیل

اور جب دیکھا جاتا ہے کہ اس کتاب مین احادیث متعلقہ تصویر مین سے نہ احادیث رخصت کا ذکر ہے اور نہ احادیث حرمت کا تو معلوم ہوجاتا ہے کہ امام الحدیث ابن جوزیؒ کے نزدیک احادیث تصویر مین نسخ جاری نہین ہوا۔ احادیث حرمت ورخصت مین سے کوئی ناسخ ومنسوخ نہین اور اسوقت تطبیق کے سوا اور کونسا طریق اختیار کیا جاسکتا ہے وہوالمراد

ثانیًا اگر نسخ ہی کا راستہ اختیار کرنا ہے تو پھر قرائن اور آثار کو دیکھتے ہوئے وہ صورت بہتر معلوم ہوتی ہے جسکو محدث داؤدی وغیرہ نے اختیار فرمایا ہے اور جسکو ہمنے احادیث تصویر کے بعد بحوالہ حازمی رح نقل بھی کیا ہے کہ نسخ کے اگر کچھ دلائل جمع ہوسکتے ہین تو اسی صورت کیلئے ہوسکتے ہین۔

حافظ حدیث ابوبکر حازمی نے اپنی کتاب الاعتبار فی بیان الناسخ والمنسوخ من الآثار مین اسی طریق نسخ کو اختیار فرمایا ہے اور پھر اسکی بنا بھی کسی قیاسی اور ذہنی بات پر نہین رکھی بلکہ اسکے لئے الفاظ حدیث سے اس قسم کے آثار اور شواہد جمع کردئے ہین کہ جنسے اگر یقین نہین تو ظنِ غالب ضرور حاصل ہوسکتا ہے مثلاً انہون نے احادیث حرمت کے موخر اور احادیث رخصت کے مقدم ہونے پر حضرت عائشہؓ کی وہ حدیث پیش کی ہے جسمین وہ فرماتی ہین کہ

میرے گھر مین ایک مصوّر پردہ تھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کی طرف نماز پڑھا کرتے تھے پھر آپنے فرمایا کہ اسکو ہٹادو۔ مین نے ہٹاکر اس کو قطع کرکے دو تکیے بنالئے۔"

اور فرمایا ہے - ثم فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعائشۃ اخریہ عنی ما یؤید ما قلنا لانہا ذکرتہ بلفظ ثم وھذہ الکلمۃ موضوعۃ للتراخی والمھلۃ

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اخریہ عنی مین ہمارے کلام (احادیث حرمت کے رخصت سے موخر ہونے) کی تائید ہوتی ہے کیونکہ عائشہ صدیقہ نے اس واقعہ کو بلفظ ثم روایت کیا ہے اور یہ لفظ تاخیر اور مہلت کے لئے وضع کیا گیا ہے

بالجملہ اس روایت کے الفاظ مین اسکی تصریح موجود ہے کہ پہلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مصوّر پردہ کی طرف نماز بھی پڑھتے تھے اسکے بعد اپنے اُسکے ہٹانے اور پھاڑ کر تکیہ بنانے کیلئے فرمایا - نیز اسی امر کے اثبات کے لئے حازمی نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی وہ حدیث بھی پیش کی ہے جسمین 9

جبرئیل علیہ السّلام نے کہا مین کیسے اندر آون آپکے حجرہ مین ایک پردہ ہے جسمین تصاویر ہین یا تو انکے سر کاٹ دیجئے یا انکا پامال فرش بنا دیجئے۔

اس روایت مین بھی اسکی تصریح موجود ہے کہ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مین تصویرین موجود تھین اسکے بعد جبرئیل علیہ السّلام نے آکر اُن کے سر کاٹنے یا فرش مین پامال کرنے کے متعلق کہا - اور مین کہتا ہون کہ صحابہ کے وہ کثیر التعداد واقعات بھی اس امر کے قوی دلائل ہین جنمین بیان کیا گیا ہے کہ آپکی وفات کے بعد انہون نے تصاویر کے استعمال کو ناجائز سمجھا اور اُس پر احادیث حرمت سے استدلال کیا - کیونکہ اگر یہ حرمت منسوخ ہوچکی تھی تو پھر ناجائز سمجھنے اور احادیث حرمت سے استشہاد کرنے کے کیا معنے اِن دونون روایتون سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ پہلے تصاویر کے معاملہ مین سہولت اور رخصت تھی حرمت وممانعت بعد مین کی گئی اسلئے اگر کوئی یہ کہے کہ تصاویر کے باب مین احادیثِ حرمت نے تمام احادیث رخصت کو منسوخ کردیا تو اسکی فی الجملہ گنجایش ہے البتہ چونکہ منسوخ کرنیوالی احادیث مین بھی سرکٹی ہوئی اور پامال تصویرون کو مستثنے کیا گیا ہے اسلئے وہ اپنی اباحت اصلیہ پر باقی رہینگی - رہا سید صاحب کا یہ فرمانا

کہ اصول اسلام کا مجری یہ ہے کہ عقائد اور متعلقات عقائد مین اسلام نے کبھی رواداری کو ایک لمحہ کے لئے بھی دخل نہین دیا۔ ان چیزون مین اسلام نے اس غرض سے کہ تمام مراسم وذرائع ومتعلقات شرک بت پرستی کی بیخ کنی کردی جائے پہلے شدت کا برتاؤ کیا الی آخرہ"

سو صحیح ہے کہ اسلام نے ان چیزون مین سخت شدّت کا برتاؤ کیا لیکن ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ اُس نے ہدایت و ارشاد مین حکیمانہ اصول کو ہاتھ سے نہین دیا جس کام مین سختی اور شدّت کا برتاؤ کیا تھا اُس مین اوّل ہی شدّت سے کام لیکر لوگون کو متنفر نہین ہونے دیا بلکہ بتدریج اُس مین شدّت اختیار کی اگر نصر سے کام لیا جائے تو اصول اسلام کا مجری یہ ثابت ہوگا کہ اُس نے اکثر احکام مین تدریج سے کام لیا ہے اُسکی پہلی تعلیم شہادت ان لاالہ الااللہ تھی اُسکے بعد تمام احکام اصول و فروع کی تدریجی تعلیم ہوتی تھی پہلے صحابہؓ اپنے غلام کو عبدی اور باندی کو امتی کہکر پکارتے تھے لیکن چونکہ اس مین صورۃً ایہام شرک تھا اسلئے بعد مین اسکی بھی ممانعت کردی گئی (کمارویناہ من صحیح مسلم فی ماسبق) اس قسم کی نظائر سے معلوم ہوتا ہے کہ متعلقات عقائد مین بھی تدریج سے کام لیا گیا ہے -

اسکے علاوہ تصاویر کی بہت اقسام وہ بھی ہین جنکو عقائد سے کوئی تعلق نہین محض تزئین وغیرہ کے کام آتی ہے الحاصل رفع تعارض کے طریقون مین سے نہایت آسانی کے ساتھ اُس تطبیق کو اختیار کیا جاسکتا جسکو ہم عرض کر آئے ہین اور اگر نسخ کے طریق کو اختیار کرنا ہے تو اُسکی وہ صورت بھی قریب الی الفہم اور قرائن و شواہد سے مؤید ہے جسکو **حازمی** رح نے اختیار فرمایا ہے لیکن اُس کی دوسری صورت کہ احادیث حرمت آغاز اسلام سے متعلق ہین اور احادیث رخصت بعد کی ہین جو پہلے حکم کی ناسخ ہین وہ اپنے ثبوت ۱۰
مین ایسے قرائن و شواہد کی محتاج ہے جو ابتک اُسکو میسّر نہین ہوسکے -

اور محض یہ تخمینہ کہ جیسے بعض احکام عقائد مین پہلے سخت شدت کا برتاؤ کیا پھر خطرات کے انسداد کے بعد اُس شدّت کی گرفت بھی ڈھیلی ہوگئی - ایسے ہی تصویر کے معاملہ مین بھی ہونا چاہئے سو اس جیسے قیاسات کے سہارے نسخ کا دعوی نہین کیا جاسکتا ہے نسخ کے لئے ضرورت ہے کہ کسی نقل صحیح سے منسوخ کا تقدّم اور ناسخ کا تاخّر ثابت ہوجائے - اسکے علاوہ یہ دعوی خود دلیل کا محتاج ہے کہ اسلام نے عقائد و متعلقات عقائد مین پہلے ہی شدّت کا برتاؤ کیا ہے بلکہ اصول اسلام کا مجری یہ ہے کہ اُسنے حکیمانہ اصول کے موافق ہر حکم کو خواہ وہ عقائد سے متعلق ہو یا فروع سے - شروع مین نہایت نرمی اور سہولت کے ساتھ جاری کیا ہے تاکہ وہ منحرف قلوب جو ابھی تک اسلام کی پاکیزہ تعلیم سے مانوس نہین ہوئے متوحش نہو جائین پھر جون جون اسلام اُن کے دلون مین گھر کرتا گیا اور وہ مانوس ہوتے گئے - احکام مین بھی تدریجی اضافے ہوئے پھر جب پورے مانوس ہوچکے تو اُن کی طبائع سے مراسم شرک بُت پرستی اور خصائل ذمیمہ کا کلی استیصال کرنے کیلئے کبھی ایسے احکام بھی نافذ کئے گئے جو دراصل مقصود نہ تھے - اور اُس وقت بیشک چند روز کے لئے اُن کے متعلقات و شبہات مین بھی سخت شدّت کا برتاؤ کیا گیا چنانچہ جب کچھ عرصہ کے بعد یہ رذائل اور مراسم شرک

ان کی طبائع سے مٹ چکین تو یہ شدت بھی اُٹھالی گئی اور حکم اپنی اصلی حالت پر باقی رہ گیا

مثلاً منظور یہ تھا کہ شراب حرام کردی جائے تو پہلے پہلے نہایت نرم الفاظ مین اُس کی برائیان اور خراب نتائج بتلائے گئے مگر حرمت کی تصریح نہین کی گئی اور بہت سے مسلمان اس وقت تک شراب پیتے رہے پھر جب اُس کی خرابیان لوگون کے دل نشین ہو چکین اس وقت صاف صاف حرمت کے احکام نازل ہو گئے اور جب لوگ اُسکے ترک کے عادی ہو چلے تو اُن کی طبائع سے اُس کی محبت نکالنے کیلئے شدت اختیار کیگئی۔ اُن برتنون کا استعمال بھی ناجائز کردیا گیا جن مین شراب رکھی جاتی تھی پھر جب غرض حاصل ہو گئی تو یہ ممانعت اُٹھالی گئی۔ عقائد وغیر عقائد مین بھی دستور العمل رہا ہے۔ اسلام نے جس روز دنیا کو دعوت حق کیلئے للکارا ہے اُسی روز عقائد کا سارا دفتر اُسکے سامنے نہین رکھدیا اور کفر و شرک کے ماؤف دماغون کو پہلے ہی عقائد کے سینکڑون احکام کی تکلیف نہین دی بلکہ اُس کا پہلا سبق صرف کلمہ شہادت ہوتا تھا۔ اسکے بعد تدریجاً تمام احکام اصول و فروع بتلائے جاتے تھے۔

شریعت کے اکثر احکام اس اسلوب پر جاری ہوئے ہین کہ شروع مین تدریج سے کام لیکر آہستہ آہستہ اپنی حد مقررہ پر پھونچایا گیا۔ پھر کبھی اُن کو اسی حد پر رہنے دیا اور کبھی حسب ضرورت چند روز کیلئے اُس مین زیادہ تشدد اور سختی سے کام لیا گیا۔ تاکہ کفر و شرک کی دیرینہ عادتین اُن کی طبائع سے بالکلیہ مٹ جائین ۱۱
اور چونکہ یہ شدت خود مقصود نہ ہوتی تھی اسلئے چند روز کے بعد اُٹھالی جاتی تھی۔

فطرت کا قانون ہے کہ جب کتاب کا ورق مڑ جائے اور اس کو سیدھا کرنا منظور ہو تو اُس کو فقط سیدھا کرنا کافی نہین ہوتا بلکہ اُس کو دوسری جانب موڑدو اور پھر سیدھا کرد تاکہ وہ اپنی جگہ پر ٹھیر جائے۔

اس لئے جس طرح یہ احتمال ہے کہ احادیث حرمت آغاز اسلام سے متعلق ہوں اور احادیث رخصت بعد کی ہون ایسے ہی یہ احتمال بھی ہے اور مؤید بالقرائن ہے کہ احادیث رخصت آغاز اسلام سے متعلق ہون اور اُس وقت اُس قیاس کی حقیقت بھی کھل گئی جس کی بنا پر احادیث حرمت کو منسوخ قرار دیا جاتا تھا۔

رہی وہ تائید جو علامہ عینی کے قول سے پیش کی ہے تو چونکہ وہ محض علامہ کا قول ہے جسکی کوئی شرعی دلیل نقل نہین کی اس لئے زیادہ سے زیادہ تائید کا کام دے سکتا ہے فقط اس قول کی بنا پر نسخ کا دعویٰ صحیح نہین ہوسکتا اور تائید جب ہو کہ پہلے کسی شرعی دلیل سے مدعا کی بنیاد قائم ہو جائے۔

عہ یہ مثال جامع العلوم حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سابق صدر مدرس دارالعلوم دیوبند نے مجاہدات صوفیہ کے متعلق احقر کے والد ماجد دام مجدہم کے ایک سوال کے جواب مین بیان فرمائی تھی۔

میری اتنی گذارش کے بعد غالبًا یہ بات مخفی نہیں رہی کہ رفع تعارض کی تین صورتوں میں سے جس صورت کو صحیح صورت کہکر انتخاب کیا گیا ہے وہی سب میں زیادہ ضعیف اور محتاج دلیل ہے۔

اس کے بعد میں کہتا ہوں کہ اگر فرض کر لیا جائے کہ جس صورت کو مولانا نے صحیح فرمایا ہے وہی صحیح اور اصح اور اصوب واحسن ہے تب بھی اس کا نتیجہ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا احادیث رخصت احادیث حرمت کی ناسخ ہیں لیکن اس امر کے تو خود مولانا بھی قائل نہیں کہ تصاویر کی حرمت بالکلیہ منسوخ ہو کر علی الاطلاق اُن کی اجازت دیدی گئی بلکہ زیادہ سے زیادہ اس بات کے قائل ہیں کہ پہلے ہر قسم کی تصویریں حرام تھیں اسکے بعد بعض کی رخصت دیدیگئی اور اس وقت میں کہہ سکتا ہوں کہ علی التسلیم اگر پہلے تمام تصویریں حرام تھیں اور بعد میں بعض کی اجازت ہوئی تو وہ بعض وہی تین قسم کی تصویریں تھیں جن کا ذکر اوپر گذرا یعنی پامال وممتہن تصویریں۔ سرکٹی ہوئی تصویریں حضرت عائشہ کی گڑیاں۔

لیکن اس سے اس نتیجہ پر پہونچنا کہ مشرکانہ تصاویر تو اپنی حرمت اصلیہ پر باقی رہیں اور غیر مشرکانہ تمام تصویریں جائز ہوگئیں۔ کسی طرح سمجھ میں آنے کے قابل نہیں۔ ۱۲

حرمت تصویر میں مشرکانہ اور غیر مشرکانہ کی تفریق

بعض حضرات نے نئے فیشن کی تمام تصاویر کو حلال کرنے کے لئے تمام صحابہ وتابعین اور ائمہ مجتہدین کے خلاف ایک نیا راستہ اختیار کیا ہے کہ تمام مسئلہ کا مدار بحث اسی کو بنادیا ہے اس لئے ہم اُن کی تقریر اور اُس کے جواب کو کسی قدر تفصیل سے لکھتے ہیں کیونکہ اس کے ضمن میں اور بھی بہت سے شبہات کا جواب ہو جائیگا۔ اُن کی تقریر یہ ہے۔

اسلام میں تصاویر کے شرعی حکم کے متعلق یہ فیصلہ سمجھنا چاہئے کہ جو تصویریں مشرکانہ ہیں۔ یعنی اُن چیزوں کی تصویریں جن کی پوجا اور پرستش کیجاتی ہے مثلاً ہندو دیوتاؤں کی تصویریں، کیتھولک عیسائیوں میں حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم، اور شہیدوں کی تصویریں وہ قطعًا ناجائز اور حرام ہیں۔ اور اُن کے بنانے والے سخت ترین عذاب کے مستوجب ہیں لیکن جو تصویریں محض زیبائش وآرائش کے کام میں آتی ہیں ادنیٰ اور بہتر تو یہ ہے کہ

اُن سے بھی احتراز کیا جائے لیکن اگر کوئی استعمال کرے تو انشاء اللہ عاصی نہ ہوگا

اور حسب ذیل احادیث و آثار جو یقیناً شارع کے آخری حکم کی تعمیل ہے، ہم اپنے

ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔"

اجمالی جواب

یہ اِن حضرات کا دعویٰ ہے جس کے ثبوت کے لئے اُنہوں نے وہ چند آثار صحابہ اور احادیث پیش کی ہیں جن کو ہم نے اسی رسالہ کے باب اول میں احادیث رخصت کے عنوان سے حدیث ع۲۴ لغایت ع۲۹ میں نقل کیا ہے اور خود حضرات صحابہ ہی کے اقوال سے ثابت کیا ہے کہ اُن سے غیر مشرکانہ تصاویر میں سے صرف چار قسم کی تصویروں کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ بہت چھوٹی تصویریں سرکٹی ہوئی تصویریں۔ بچوں کی گڑیاں جو ناتمام تصویریں ہوں۔ پامال اور ممتہن تصویریں۔

یہ جدید تخیل کہ پوجا و پرستش کی مورتوں کے علاوہ تمام تصاویر جائز ہوں اُن تمام روایات میں بلکہ کل ذخیرہ احادیث میں کسی دلیل سے قطعاً ثابت نہیں۔ اس قسم کے واقعات و روایات اگر ہزار بھی ہوں تو اُن سے مشرکانہ و غیر مشرکانہ کی تقسیم در بارہ حُرمت و رخصت کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس دعویٰ کے ثبوت میں ان روایات و آثار کو پیش کرنا بلاشبہ "چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا" کے مضحکہ خیز استدلال سے کسیطرح کم نہیں۔

۱۳ کیونکہ ان روایات نے اگر مذکور الصدر چار قسم کی اجازت دی ہے تو باقی سب اقسام تصاویر کی حُرمت کا اعلان بھی اس کی ساتھ ہی کر دیا ہے۔ خواہ باصطلاح معترض مشرکانہ ہوں یا غیر مشرکانہ اور زیادہ تعجب یہ ہے کہ بعض وہ روایات حدیث جو شروع سے ع۲۴ تک نقل کی گئی ہیں ان حضرات کی نظروں سے غائب نہیں۔ جن میں امور ذیل بوضاحت مذکور ہیں۔

(۱) الف حضرت عائشہ رض نے ایک مصور پردہ اپنے ایک طاق یا بخاری پر ڈال لیا تھا اس کی وجہ سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور اس کو پھاڑ کر گدے بنالئے گئے

حدیث عـ۲ بحوالہ بخاری و مسلم

(ب) ایک صحابی کا حضرت ابن عباس سے تصاویر بنا کر فروخت کرنے کی اجازت لینا اور اُن کا منع فرمانا (حدیث عـ۳ بحوالہ بخاری و مسلم)

(ج) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر ایک مرتبہ مصور پردہ ہونے کی وجہ سے جبرئیل علیہ السلام کا آپ کے پاس آنے سے باز رہنا اور تصاویر کا سر کاٹ دینے کا مشورہ دینا حدیث عـ۴ بحوالہ ابوداؤد و نسائی وغیرہ۔

کیا کوئی سلیم العقل مسلمان یہ گمان کر سکتا کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے گھر میں پوجا و پرستش کی مورتیں لگا رکھی تھیں یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پردہ پر ایسی مورتوں کو جگہ دی تھی یا اُن صحابی نے پوجا پاٹ کے بتوں کے بنانے کی اجازت ابن عباس رضی سے طلب کی تھی کیونکہ یہ وہ چیز ہے کہ ایک موحد مسلمان سے نہایت بعید ہے بارگاہ نبوت و رسالت اور اس کے حاضرین مجلس یقیناً اس بلا سے بہت بالاتر ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ تصاویر صرف ایسی ہی تصاویر تھی جیسے آجکل محض آرائش مکان کے لئے مختلف چیزوں کی تصاویر بنائی اور لگائی جاتی ہیں پھر اُن تصاویر پر ممانعت فرمانا اور ناراض ہو کر پردہ پھاڑ ڈالنا وغیرہ کس لئے تھا۔ کیا اس مجموعہ احادیث سے یہی مستفاد نہیں ہوتا کہ بجز تصاویر کی اقسام اربعہ کے جن کو خود احادیث مرفوعہ و موقوفہ نے مستثنےٰ کر دیا ہے ہر قسم کی تصاویر ممنوع الاستعمال ہیں خواہ باصطلاح معترض مشرکانہ ہوں یا غیر مشرکانہ۔ ۱۴

اس سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ ہماری اس گذارش کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مشرکانہ تصاویر کی حرمت و ممانعت کے لئے روایات حدیث نہیں آئیں۔ بلکہ غرض یہ ہے کہ حرمت و ممانعت صرف مشرکانہ میں منحصر نہیں۔ بلکہ جو تصاویر باصطلاح معترض مشرکانہ نہیں وہ بھی بجز اقسام اربعہ مذکورہ کے حرمت و ممانعت کے تحت میں داخل ہیں اور یہ تفصیل کہ پوجا و پرستش کی مورتیں حرام۔ باقی سب جائز۔ یہ ایک ایسا تخیل ہے کہ تمام نصوص حدیث اور آثار صحابہ کے قطعاً خلاف ہے تمام ذخیرہ حدیث اور آثار سلف میں اس کے لئے کوئی دستاویز نہیں مل سکتی۔ ائمہ اربعہ اور تمام مجتہدین اُمت کے اجماع کے خلاف ہے۔ اور وہ چند آثار یا احادیث

عـ۵ یہ اس لئے کہا گیا ہے کہ درحقیقت کوئی تصویر غیر مشرکانہ نہیں کیونکہ اگر ابتدائی حالت کو دیکھا جائے تو عیسیٰ و مریم اور ست دیو مہادیو کی مورتیں بھی مخترکانہ تعظیم محض یادگار کی نیت سے قائم کیا گیا تھا انتہائی لوگوں کی جہالت سے وہ مشرکانہ بن گئیں اور نظر انتہا پر سنگی تو آج اسکی کون ضمانت کر سکتا ہے کہ جو تصاویر اب تک پرستش کے کام میں نہیں آتی کل کو انکی بھی پوجا ہونے لگے گی ۱۲ محمد شفیع غفرلہ

جو اس کے ثبوت میں پیش کیجاتی ہے۔
اُن کو اس مقصد سے کوئی ادنیٰ تعلق نہیں مزید توضیح اور بہت سے جدید فوائد کے لئے ہر حدیث کو علیحدہ علیحدہ شرح لکھا جاتا ہے۔ واللہ ولی التوفیق وعلیہ التکلان۔

(۱) بحوالہ کتب صحاح ومسانید گذر چکا ہے کہ حضرت عائشہ کے حجرہ میں ایک مصور پردہ تھا جس میں پرندہ یا گھوڑے کی تصویر تھی آنحضرت نے فرمایا کہ یہ ہٹا دیا جائے کہ اس سے نماز میں خلل پڑتا ہے۔ اور بعض روایتوں میں ہے کہ آپ نے فرمایا، اس سے آرائش دنیا یاد آتی ہے۔ اگر اس قسم کی تصویر بھی ناجائز ہوتی تو آپ فوراً اس کے مٹا دینے کا حکم دیتے۔

مولانا نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ مصور پردہ کا استعمال جائز ہے لیکن مجھے اس میں دو وجہ سے کلام ہے۔ اول اس حدیث سے مصور پردہ کا جواز ہرگز ثابت نہیں ہوتا بلکہ عدم جواز ثابت ہوتا ہے۔ اس حدیث سے تصویر کا جواز ثابت کرنا ایک حیرت انگیز اجتہاد ہے کیونکہ اسی حدیث کے دوسرے طرق اور دوسرے الفاظ میں (جیسا کہ بحوالہ بخاری ومسلم گذر چکا ہے) اس قسم کے الفاظ موجود ہیں کہ آپ اس مصور پردہ کو دیکھکر غضبناک ہوئے "آپ نے اُس کو پھاڑ دیا" "آپ نے اُس کو پھاڑ کر تکیے یا گدے بنانے کا حکم دیا" (وغیرہا من الالفاظ المرویہ) منجملہ اُن کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ "آپ نے فرمایا کہ اس سے نماز میں خلل پڑتا ہے یا آرائش دنیا یاد آتی ہے"

جن کے مجموعہ پر نظر ڈالتے ہوئے کوئی سلیم القلب یہ جرأت نہیں کرسکتا کہ اس حدیث سے تصویر کا جواز نکالے۔ یہ عجب طرفہ تماشا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تو ایک چیز سے غصہ ہوں اس کو پھاڑیں یا پھاڑنے کا حکم دیں اور فرمائیں کہ اس سے نماز میں خلل پڑتا ہے یا آرائش دنیا یاد آتی ہے (اور آپکی اُمت اُس سے یہ نتیجہ نکالے کہ یہ چیز جائز ہوگئی۔

ہاں ممکن ہے کہ حدیث کے ان الفاظ سے کہ "اس سے نماز میں خلل پڑتا ہے، اس سے آرائش دنیا یاد آتی ہے" کسی کو یہ خیال پیدا ہو کہ یہ اس کے جواز کا فتویٰ ہے کیونکہ ہر وہ چیز جس سے آرائش دنیا یاد آئے حرام و ناجائز نہیں۔ زیادہ سے خلاف تقوی ہے اس کا یہ خیال اوّل تو اس لئے غلط ہے کہ حدیث سے کسی مسئلہ کا فیصلہ اُس وقت کیا جاسکتا ہے کہ جب اُس کے تمام طرق کو حسب طاقت جمع کرلیا جائے اور دیکھ لیا جائے کہ دوسرے روایت کرنیوالوں نے اس واقعہ کو کس صورت سے نقل کیا ہے تاکہ مختلف

بیانات سے واقعہ کی اصلی کیفیت معلوم ہو جائے اور حدیث زیر بحث میں ابھی گذر چکا ہے کہ مختلف الفاظ مروی ہیں جن کے مجموعہ کو دیکھکر کسی طرح جواز متصور نہیں۔ اس لئے فقط ایک لفظ کو دیکھکر حکم لگا دینا ایک اصولی غلطی ہے۔

دوسرے خود اِن الفاظ مذکورہ سے بھی جواز سمجھنا مشکل ہے۔ کیونکہ ان میں مذکور ہے کہ آپ نے اُس پردہ کے ہٹانے کا حکم دیا جس سے خود اُسکا عدم جواز ثابت ہوتا ہے اور صحیح مسلم میں ان کے آخر میں اتنا اور مذکور ہے کہ عائشہ صدیقہؓ نے اسکو وہاں سے ہٹا کر قطع کر کے اُس کے دو تکیے یا گدّے بنائے۔ (کما رویناہ فیما سبق)

یہ بھی اسکا قرینہ ہے کہ حضرت عائشہ نے آپکے کسی دوسرے صریح ارشاد سے (جسکو اس راوی نے ذکر نہیں کیا) یا الفاظ مذکورہ اور آپکے انداز بیان سے اس اُس کے سالم استعمال کرنے کو ناجائز سمجھا۔

حافظ نے فتح الباری میں اسی مضمون کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

والامر بالازالۃ مستلزم للنہی عن الاستعمال (فتح الباری) ہٹانیکا حکم دنیا استعمال کی ممانعت کو مستلزم ہے

آخر میں ممانعت کا سبب بیان کرتے ہوئے آپ کا یہ فرمانا بھی کہ وہ اس سے آرائش دنیا ۱۶ یاد آتی ہے یا نماز میں خلل پڑتا ہے، جواز کی دلیل نہیں ہوسکتا کیونکہ تصویر کی ممانعت جیسا کہ میں عرض کر آیا ہوں بہت سے اسباب پر مبنی ہے جن میں سے بعض مستلزم کراہت ہیں اور بعض مستلزم حرمت ہیں اور کہیں کسی کو ذکر کر دیا جاتا ہے اور کہیں کسی کو۔ اور مصور پردہ میں علاوہ اُن وجوہ کے جن پر ممانعتِ تصویر مبنی ہے ایک وجہ ممانعت زائد ہے کیونکہ متعدد احادیث و آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ دیواروں پر پردہ ڈالنا ہی قطع نظر اس سے کہ وہ مصور ہے یا نہیں شرعاً مکروہ ہے اور بعض علماء حرمت کے بھی قائل ہیں امام بخاریؒ نے اپنی جامع صحیح میں روایت کیا ہے۔

ودعا ابن عمر ابا ایوب فرأی فی البیت ستراً علی الجدار فقال ابن عمر غلبتنا علیہ النساء فقال من کنت اخشی علیہ فلم اکن اخشی	اور ابن عمرؓ نے ابو ایوب انصاری رضؓ کو دعوت دی انہوں نے آکر دیکھا تو گھر میں ایک دیوار پر پردہ پڑا ہوا تھا (جسکو آپنے مکروہ سمجھا) ابن عمر نے عذر کیا کہ اس معاملہ میں عورتیں ہم پر

علیك والله لا اطعم لكم طعاما فرجع (صحیح بخاری کتاب النکاح باب هل یرجع اذا رأی منکرا فی الدعوة)

غالب آگئیں ہم نے قصداً ایسا نہیں کیا۔ ابوایوبؓ نے فرمایا کہ مجھے اور کسی پر اسکا خطرہ ہو تو ہو مگر آپؓ مجھے یہ خوف نہ تھا کہ اسمیں مبتلا ہو جائینگے۔ واللہ میں تمہارے یہاں کھانا نہ کھاؤنگا اور یہ کہکر لوٹ گئے

اس کے بعد حضرت ابن عمر کو بھی ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ ایک جگہ دعوت ولیمہ میں تشریف لیگئے۔ وہاں دیواروں پر پردے پڑے ہوئے تھے تو آپ نے بھی ابو ایوب رضؓ کی سنت پر عمل کیا اور وہاں سے لوٹ آئے (فتح الباری نقلاً عن البیہقی)

علماء نے صحابہ کے اس اختلاف عمل سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ دیواروں پر پردہ ڈالنا مکروہ تنزیہی ہے۔ کیونکہ اگر حرام ہوتا تو حضرت ابن عمر بھی ہرگز ایسا نہ کرتے اور بعض دوسرے صحابہ جو حضرت ابن عمر کے ولیمہ میں شریک ہے حالانکہ اُن کے یہاں دیواروں پر پردے پڑے تھے وہ بھی شریک نہ رہتے۔ لہذا ابو ایوبؓ کے فعل کو کراہت تنزیہہ پر اُتار اگیا۔ ذکذا فی الفتح کتاب النکاح)

الحاصل مصور پردہ کی ممانعت مختلف اسباب پر مبنی ہے جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ
17 آرائش دنیا میں سے ہے اور حدیث مذکور میں فقط اسی سبب کو ذکر کیا گیا ہے جس کا تعلق مطلقاً دیواروں پر پردہ ڈالنے سے ہے مصور و غیر مصور ہونے کو اس میں دخل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ باتصویر پردہ معلق تھا تو آپؐ نے اُس کے ہٹانے کا حکم دیا (اور بعض روایتوں میں ہے کہ آپ اسکو دیکھکر غضبناک ہوئے یا اسکو پھاڑ ڈالا) اور جب اسی پردہ کے گدّے بنالئے گئے تو آپ نے کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ بعض صحیح روایتوں میں ہے کہ آپ اُس پر بیٹھتے تھے۔ حالانکہ صریح روایات سے ثابت ہے کہ اُس وقت بھی اُس میں تصویر موجود تھی۔ جو اس امر کی بیّن شہادت ہے کہ جو وجہ ممانعت اس حدیث میں بیان کیگئی ہے اسکو پردہ کے باتصویر ہونے سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ وجہ فقط اُس کراہت کی ہے جو دیواروں پر پردہ ڈالنے میں ہے ورنہ اگر تصویر آرائش دنیا کی یاد دہانی کا ذریعہ ہے تو جس طرح معلق ہونے کی حالت میں اُس سے دنیا یاد آتی ہے ایسے ہی فرش بننے کے وقت بھی دنیا کی یاد آئے گی۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ کپڑا جب دیواروں پر ڈالا جائے تو وہ محض غیر ضروری آرائش ہے اور جب

بچھا دیا جائے تو یہ بات باقی نہیں رہتی۔

اس تمام تحریر سے بحمد اللہ تعالےٰ یہ بات صاف ہو گئی کہ مصور پردہ کی ممانعت چند وجوہ پر مبنی ہے جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اسباب آرائش و تزئین میں سے ہے جو کراہت تنزیہی کو مستلزم ہے لیکن اس کراہت میں گل بوٹے کی منقش محرابیں اور مصلےّ بھی داخل ہیں اور غیر مصور پردے بھی جیسا کہ خود مولانا موصوف کی تصریح ہے کہ۔

"اس حدیث سے نہ صرف تصویر کی کراہت تنزیہی ثابت ہوتی ہے بلکہ جس طرح یہ تصویر نماز کے آگے مکروہ ہے اُسی طرح منقش و رنگا رنگ جانمازیں اور مساجد کی بیلوں اور گل بوٹے کی محرابیں بھی مکروہ ہیں، چنانچہ اسی بنا پر آپ نے منقش چادر (انبجانی) بھی نماز میں ناپسند فرمائی"

اگرچہ یہ مولانا کے حافظہ کی خطا اور حافظہ پر اعتماد کرنے کی غلطی ہے کہ آپ نے انبجانی کو ناپسند فرمایا کیونکہ حدیث کا مضمون اس کے بالکل خلاف ہے اور واقعہ بالکل برعکس، تمام کتب صحاح میں ہے کہ آپ نے منقش کپڑے کو رد کر کے انبجانی کو پسند کیا۔

بہر حال اس میں کلام نہیں کہ وہ چیز جو قلب کو اپنی طرف مشغول کرے اور آرائش دنیا کی یاد دہانی کرے وہ مکروہ تنزیہی ہے۔ ١٨

اور اس وجہ سے جیسے مصوّر پردہ مکروہ تنزیہی ہے ایسے ہی وہ غیر مصور پردہ بھی کراہت سے خالی نہیں رہتا جو آرائش کے لئے دیوار پر لٹکایا جائے۔

حدیث مذکورہ میں راوی نے ممانعت کے متعدد اسباب میں سے فقط یہی سبب ذکر کیا ہے جو مستلزم کراہت ہے اُس کے دوسرے اسباب جو مستلزم حُرمت ہیں ذکر نہیں کئے۔ دوسرے روایت کرنے والوں نے ان کو بھی نقل کر دیا ہے۔

اس لئے اس سے یہ حکم نہیں لگایا جا سکتا کہ مصور پردہ کا استعمال جائز مع الکراہت ہے۔ اس کے ثبوت میں حدیث ذیل کافی ہے جو حدیث زیر بحث کی صحیح نظیر ہے۔

حافظ ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاویٰ میں روایت کیا ہے کہ ایک صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن کے بدن پر کوئی ریشمی کپڑا تھا آپ نے فرمایا

لیس ھذا من لباس المتقین (فتاوی ابن تیمیہ جلد ۴) یہ پرہیز گاروں کا لباس نہیں۔

اس حدیث کا مضمون یہ ہے کہ ریشمی لباس متقی اور پرہیزگار لوگوں کا لباس نہیں جس میں عدم جواز کا شائبہ نہیں صرف خلاف تقویٰ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن بایں ہمہ کسی نے نہیں کہا کہ اس حدیث سے ریشمی لباس حلال ہو گیا۔ غالباً شبہ کرنے والے حضرات بھی اس حدیث کی وجہ سے ریشمی لباس کو مردوں کے لئے حلال نہیں سمجھتے جس کی وجہ اسکے سوا کیا ہو سکتی ہے کہ فیصلہ تنہا اسی حدیث سے نہیں کیا جاتا بلکہ ریشمی لباس کے متعلق جتنی حدیثیں وارد ہیں ان سب کے مجموعہ کو دیکھکر حکم لگایا جاتا ہے۔ اور چونکہ دوسری احادیث میں اس کی قطعی حرمت کیساتھ پہننے والے پر سخت سخت وعیدیں وارد ہیں اس لئے اس کو باتفاق حرام سمجھا جاتا ہے کوئی اس کے جواز کا قائل نہیں۔

حدیث زیر بحث میں بھی اسی طریق سے کیوں نہ کام لیا جائے کہ اس حدیث کے الفاظ بالفرض اگر مقتضی حرمت نہیں تو دوسری متعدد روایتیں حرمت ثابت کرنے کے لئے موجود ہیں اسی لئے فقط اس کے الفاظ دیکھکر جواز کا فتویٰ دیدینا جائز نہیں۔

آخر میں مصور پردہ کے جواز پر مولانا کا یہ استدلال بھی قابل داد ہے کہ۔

"اگر اس قسم کی تصویریں بھی ناجائز ہوتی تو آپ فوراً اس کے مٹانے کا حکم دیتے"

یہ کیا ضروری ہے کہ جب ایک چیز کا استعمال کسی خاص طریقہ پر ناجائز ہو تو وہ چیز بالکل بیکار ہو جائے اور اس کا صفحہ ہستی سے مٹا دینا اسلامی فرض ہے کیونکہ اگر اس کے استعمال کا ایک خاص طریقہ ممنوع ہے تو دوسرے طرق سے استعمال کر سکتے ہیں۔

دیکھو سونے چاندی کو برتن بنا کر استعمال کرنا بنص حدیث حرام ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آیا کہ ان کو بالکل مٹا دیا جائے اور ان کے ضائع کرنے کو مذہبی فرض سمجھا جائے غالباً مولانا کو بھی اس سے انکار نہ ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کے لئے حریر اور تمام ریشمی کپڑے حرام کئے۔ لیکن اس کے مٹانے اور ضائع کرنے کا حکم نہیں فرمایا بلکہ بعض صحابہ کو خود بطور عطیہ عنایت فرمایا البتہ اس کے استعمال کا جائز طریقہ بتلا دیا کہ اپنی عورتوں کو پہنا ئیں اسی طرح اگر آپ نے مصور کپڑے کے ایک طریق استعمال کو حرام قرار دیا تو کیا ضروری ہے کہ

اُس کے مٹانے کا بھی حکم دلایا جائے جبکہ اُس کا دوسرا طریق استعمال جائز ہے (یعنی فرش بنا کر)

بالجملہ اول تو اس حدیث سے مصور پردہ کا جواز ثابت نہیں دوسرے اگر تسلیم کر لیا جائے کہ اس حدیث سے مصور پردہ کا جواز ثابت ہو گیا تب بھی یہ حدیث مولانا موصوف کے دعوے کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ علی التسلیم اس سے زیادہ یہ ثابت ہوا کہ غیر مشرکانہ تصاویر میں سے ایک خاص قسم کی تصویر جائز ہے لیکن "ہنوز دلی دور است" اس سے تمام غیر مشرکانہ تصاویر کا مطلقاً جائز ہونا بمراحل دور ہے کیونکہ نہ تو اس حدیث میں اس کی طرف کوئی اشارہ ہے اور نہ یہ ثابت ہوا کہ اس کے جواز کی علت فقط اُس کا غیر مشرکانہ ہونا ہے تا کہ آئندہ قیاس سے اس میں تعمیم کر لیجائے۔

اسی لئے علمائے امت صحابہ و تابعین اور اُن کے بعد ائمہ مجتہدین اور اُن کے متبعین میں سے کسی نے اس حدیث سے تصاویر کے باب میں مشرکانہ اور غیر مشرکانہ کی تفصیل قائم کر کے غیر مشرکانہ تصاویر کو مطلقاً جائز نہیں کیا۔ اور کسی کا دماغ اُس مضمون پر نہیں پہونچا جو آج چودھویں صدی میں حل ہوا۔ ۲۰

البتہ اس حدیث اور اس کے تمام طرق روایت سے فقہائے امت نے ضرور سمجھا ہے کہ تصویر اگر پامال فرش میں ہو تو مضائقہ نہیں۔ اور یہ انہیں چار قسموں میں سے ہے جس کو ہم خود جائز لکھ چکے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۲) وہ جو مصور پردہ حجرہ کے دروازہ پر حضرت عائشہ رضہ نے لٹکایا تھا اور جس کو آپ نے پھاڑ ڈالا تھا یا پھاڑ ڈالنے کا حکم دیا تھا حضرت عائشہ نے اُس کے دو تکیے بنا لئے تھے جن کو آپ تامل استعمال فرماتے فرماتے تھے حالانکہ وہ تصویر اُس میں اُسی طرح موجود تھی جیسا کہ امام احمدؒ نے مسند (جلد ۶ صفحہ ۲۴۷) میں اس کی تصریح روایت کی ہے۔

تمام فقہاء محدثین نے اس حدیث سے اس امر پر استدلال کیا ہے کہ اگر تصاویر محل عظمت میں نہ ہوں بلکہ مستحقر و پامال ہوں مثلاً وہ فرش و قالین میں ہوں تو جائز ہے لیکن اگر وہ دیوار یا کھڑی ہوں تو جائز نہیں لیکن آگے حضرت ابو طلحہ کی حدیث آتی ہے جس سے یہ تفریق ناقابل اعتبار ہو جاتی ہے۔

اس سے پہلے کہ میں اس حدیث کے متعلق کچھ عرض کروں۔ مولانا کے دعوے کی یاد دہانی کرتا ہوں جس کے اثبات کے لئے یہ احادیث پیش کیجارہی ہیں تاکہ ناظرین سہولت کیساتھ فیصلہ کر لیں کہ اس دلیل کو آپ کے دعوے کے ساتھ کہاں تک ربط اور لگاؤ ہے۔

آپکا دعویٰ ہے کہ "غیر مشرکانہ تصاویر تمام جائز الاستعمال ہیں" جس کی دلیل میں حدیث پیش کی ہے کہ حضرت عائشہ کے مصور پردہ کو جب آپ نے غصہ سے پھاڑ ڈالا اور انہوں نے اُس کے دو تکیے بنالئے تو آپ ان پر بے تامل بیٹھتے تھے۔ حالانکہ اُس میں بھی تصویر اُسیطرح موجود تھی لیکن ناظرین انصاف کریں کہ اس دلیل کو اس دعویٰ سے کیا تعلق ہے نہ اس میں مشرکانہ وغیر مشرکانہ کی تفصیل ہے اور نہ غیر مشرکانہ تصاویر کا علی الاطلاق جواز۔ اس سے اگر کوئی بات ثابت ہوتی ہے تو وہی جو کہ تمام محدثین وفقہائے نے فرمایا ہے کہ تصاویر اگر محل عظمت میں ہوں تو ناجائز ہیں اور اگر مستحقر و پامال ہوں تو جائز۔ اس پر مولانا کا یہ فرمانا عجیب ہے کہ "آگے ابوطلحہ کی حدیث آتی ہے جس سے یہ تفریق ناقابل اعتبار ہو جاتی ہے" میں اس کے متعلق اُس وقت عرض کروں گا جب حضرت ابوطلحہ کی حدیث آئیگی تاکہ ناظرین فیصلہ کر لیں کہ احادیث
۲۱ کی رو سے کونسی تفریق قابل اعتبار ہے اور کونسی ناقابل اعتبار۔ مشرکانہ وغیر مشرکانہ کی یا ممتہن وغیر ممتہن کی۔ لیکن اتنی بات تو باجمال کہی جاسکتی ہے کہ وہ مکالمہ خیر اور حق پر نہیں ہوسکتا جس میں (باقرار خود) تمام محدثین اور تمام فقہا ایک طرف ہوں اور اکیلے مولانا سید سلیمان صاحب ایک طرف۔

| مولانا کا استدلال خود اُن کے دعوے کی تردید کرتا ہے | اور اگر غور و تامل سے کام لیا جائے تو یہی حدیث آپ کے

دعوے کی صریح تردید کرتی ہے تائید اور استدلال کجا سے ما درچہ خیالیم فلک درچہ خیال۔

کیونکہ وہ تصویریں جو حضرت عائشہ کے پردہ میں تھیں دو حال سے خالی نہیں۔ یا مشرکانہ ہونگی یعنی اُن چیزوں کی تصویریں جن کی عبادت کیجاتی ہے یا غیر مشرکانہ یعنی اُن چیزوں کے علاوہ اور چیزوں کی تصویریں۔

اگر وہ تصویریں مشرکانہ تھیں تو مولانا کے دعوے پر وہ ہر حال میں حرام ہونی چاہئیں معلق پردہ میں ہوں یا تکیے اور گدے میں۔ پھر اس کے کیا معنے کہ جب وہی مصور پردہ گدا

بنا کر بچھا دیا گیا تو آپ اُس پر بے تامل بیٹھنے لگے۔ حالانکہ اُس وقت بھی اُس میں تصویر موجود ہے اور اگر غیر مشرکانہ تھیں تو مولانا کے نزدیک وہ ہر حال میں حلال ہیں معلق ہوں یا مفروش۔ پھر اُن کو معلق پردہ میں دیکھکر آپ کا غضبناک ہونا اور پھاڑ ڈالنا کیا معنے رکھتا ہے۔ نظرِ انصاف چاہیئے، یہی حدیث صاف صاف کہہ رہی ہے کہ شارع علیہ السلام کی نظر میں جواز وعدم جواز تصویر کے باب میں مشرکانہ وغیر مشرکانہ کی تفصیل نہیں ورنہ اس پردہ کی تصاویر کو یا بہر صورت حرام سمجھا جاتا یا بہر حال جائز۔ یہ اختلاف عمل کہ معلق کو حرام سمجھا جائے اور مفروش کو جائز کسی طرح مناسب نہ ہوتا۔

الحاصل اس حدیث سے وہی تفریق ناقابلِ اعتبار ہو جاتی ہے جو مولانا کے نزدیک بہت قابلِ اعتبار ہے اور درحقیقت اس حدیث سے تفصیل مذکور پر استدلال کرنا ایک ایسی بات ہے کہ اگر معارف کی مطبوعہ تحریر میرے سامنے نہ ہوتی تو میں مولانا سلیمان صاحب کی طرف اس کی نسبت بھی نکرتا۔ بلکہ منسوب کرنیوالوں کی تکذیب کرتا۔ یہ قوت اجتہاد اور تمام محدثین وفقہائے امت کا مقابلہ انا للہ حق تعالیٰ اپنی خشیت عطا فرمائے تو معلوم ہو کہ یہ کیسی ناجائز جسارت ہے

۲۲ (۳) "ترمذی اور کتب سنن میں ہے اور ترمذی نے اُس کو صحیح کہا ہے کہ حضرت میمونہ یا حضرت عائشہ کے حجرہ میں ایک تصویر دار پردہ اور ایک مجسمہ تھا حضرت جبرئیل نے کہا یا رسول اللہ مجسمہ کا سر کٹوا دیجئے کہ وہ بیجان درخت کی طرح ہو جائے اور پردہ کو فرش بنا دیجئے کہ پامال ہو"

اس حدیث میں دو قسم کی تصویروں کا ذکر ہے۔ مُجسمہ اور مصوّر پردہ جن میں سے مجسمہ کو تو خود مولانا بھی جائز نہیں رکھتے مصور پردہ اور تمام غیر مشرکانہ تصاویر کے جواز پر اس حدیث کو بطور استدلال پیش کیا ہے لیکن یہ حدیث ٹھیک حدیث سابق کی نظیر ہے جو بجائے اس کے کہ مولانا کے دعوے کی تائید و تشیید کرے اُس کی بنا کو متزلزل کرنیوالی ہے کیونکہ اس پردہ کی تصویریں اگر مشرکانہ یعنی اُن چیزوں کی تصویریں تھیں جنکی عبادت کیجاتی ہے تو وہ مولانا کے دعوے پر بہر حال حرام ہونی چاہئیں پردہ میں معلق ہوں یا فرش وغیرہ میں پامال جس سے حدیث کے الفاظ کو صاف انکار ہے اور اگر غیر مشرکانہ تھیں تو وہ آپ کے خیال میں مطلقاً جائز ہونی چاہئیں فرش میں پامال ہو کر بھی اور پردہ میں معلق ہو کر بھی جو حدیث مذکور

کے صریح مخالف ہے اور یہ اس امر کی کھلی شہادت ہے کہ شارع علیہ السلام کو اس حدیث میں تصاویر مشرکانہ اور غیر مشرکانہ کی تفریق کرنی منظور نہیں اس لئے اس حدیث سے وہی تفریق ناقابل اعتبار ثابت ہوتی ہے جس کے قابل اعتبار بنانے کیلئے اسکو پیش کیا گیا ہے۔

(۴) "صحیح بخاری اور ابوداؤد کتاب الادب میں ہے کہ حضرت عائشہ اور اُن کی سہیلیاں آپکے سامنے گڑیاں جو قطعاً مورتیں تھیں کھیلتی تھیں"

(۵) "مسند احمد اور ابوداؤد کے اُسی باب میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ غزوۂ تبوک یا خیبر سے (راوی کو یاد نہیں) واپس تشریف لائے حجرہ میں ایک پردہ پڑا تھا ہوا چلی تو پردہ کھل گیا آپنے دیکھا کہ چند گڑیاں رکھی ہیں اُنکے بیچ میں ایک گھوڑے کی مورت ہے جس کے دو بازوؤں میں دو پر لگے ہیں۔ آپنے دریافت کیا کہ عائشہ یہ کیا ہے جواب دیا کہ یارسول اللہ یہ گھوڑا ہے فرمایا کہ گھوڑے کے بھی پر ہوتے ہیں۔ عرض کیا یارسول اللہ آپنے نہیں سُنا کہ حضرت سلیمان کے گھوڑوں کے پر تھے آپ یہ سنکر مسکرائے۔

اس حدیث میں بڑی اہم چیز یہ ہے کہ تاریخ مذکور ہے یعنی ۷ھ یا ۹ھ کا واقعہ ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تصاویر غیر مشرکانہ کا جواز آغاز اسلام میں نہیں بلکہ آخر اسلام میں تھا۔ ۲۳

انہیں حدیثوں کی بنا پر محدثین اور فقہاء نے گڑیوں کو جائز کہا ہے۔ لیکن کیا اسکا سبب صرف یہ نہیں ہے کہ گڑیاں پرستش کے کام میں نہیں آتیں"

اِن دونوں حدیثوں کا مضمون یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کی گڑیوں کو منع نہیں فرمایا اور اتنی بات بالکل صحیح اور مسلم ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اسکو مولانا کے دعوے کیساتھ کیا تعلق ہے اور اس سے غیر مشرکانہ تصاویر کے جواز مطلق کی کہانتک تائید ہوتی ہے۔

اگران احادیث کو محکم (غیر منسوخ) تسلیم کرلیا جائے اور اُن تمام محدثین کے اقوال سے قطع نظر کرلیجائے جو انکو منسوخ فرماتے ہیں تو ان دونوں حدیثوں سے یہ بات ثابت ہوگی کہ غیر مشرکانہ تصاویر کی ایک خاص قسم یعنی کھیلنے کی گڑیاں جائز الاستعمال ہیں۔ لیکن صرف اتنی بات سے تمام غیر مشرکانہ تصاویر کا مطلقاً جواز اُس وقت تک ثابت نہیں ہوسکتا جب تک

یہ ثابت نہ کر دیا جائے کہ ان کے جواز کا سبب فقط یہ ہے کہ ان کی پوجا و پرستش نہیں ہوتی۔ چنانچہ خود مولانا نے بھی اس کی ضرورت محسوس کرکے آخر کلام میں فرمایا ہے۔

"لیکن کیا اس کا سبب صرف یہ نہیں ہے کہ گڑیاں پرستش کے کام میں نہیں آتیں"۔

مگر یہ محض ایک دعویٰ ہے جس پر کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ علما نے اُس کے مختلف اسباب بیان کئے ہیں جن کو میں انشاء اللہ تعالےٰ کسی قدر تفصیل سے ہدیۂ ناظرین کروں گا۔

چھوٹی لڑکیوں کیلئے گڑیوں کی اجازت پر محققانہ بحث

گڑیوں کے بارہ میں ہمیشہ سے فقہا و محدثین میں اختلاف ہے۔ ایک جماعت علمائے متقدمین کی اُن کو بھی ایسا ہی حرام بتلاتی ہے جیسی تمام مورتیں اور دوسرے حضرات اُن کو تمام مورتوں سے مستثنیٰ کر کے جائز فرماتے ہیں۔

حرام کہنے والی جماعت میں۔ امام الحدیث بیہقی اور ابن جوزی۔ اور منذری اور حلیمی اور ابن بطال اور محدث داودی وغیرہم ہیں۔ اور ابوزید نے امام دار الہجرت مالک ابن انسؓ سے بھی نقل کیا ہے کہ آپ لڑکیوں کے لئے گڑیاں خریدنے کو مکروہ سمجھتے تھے[1] یہ بھی اسی جماعت کی تائید میں پیش کیا جاتا ہے۔ ۲۴

یہ جماعت اپنے استدلال میں وہ تمام احادیث پیش کرتی ہے جو ممانعت تصویر میں وارد ہیں۔ اور اُن احادیث کو جن سے گڑیوں کا جواز سمجھا جاتا ہے منسوخ قرار دیتی ہے چنانچہ بیہقی رح نے حضرت عائشہ کی گڑیوں کی حدیث کو روایت کرکے کہا ہے۔

ثبت النهی عن اتخاذ الصور فیحمل علی ان	چونکہ مورتیں رکھنے کی ممانعت ثابت ہو چکی ہی اس لئے حدیث کو ایسی
الرخصة لعائشة فی ذلك كان قبل	محمول کیا جاویگا کہ گڑیوں کی یہ اجازت حضرت عائشہ کو حرمت سے
التحريم وبه جزم ابن الجوزی (فتح الباری کتاب الادب ج ۱۰)	پہلے تھی (جو منسوخ ہو چکی ہے) ابن الجوزی رح نے اسی کو یقین سمجھا ہے

اور منذری نے کہا ہے کہ کبھی ایسی چیزوں کو بھی گڑیا کہدیا جاتا ہے جو دراصل مورت نہیں ہوتیں اور نہ پوری صورت ادا کرتی ہیں (جیسے بعض لڑکیاں کپڑے کی دو بتیاں صلیبی شکل پر باندھ کر اُس کو گڑیاں کہا کرتی ہیں) اب اگر حضرت عائشہ کی گڑیاں بھی اسی طرح کی تھیں تب تو وہ تصویریں نہیں اُن کے جواز میں کلام نہیں لیکن اگر وہ گڑیاں

[1] نووی شرح مسلم میں ... قول نقل کرکے فرماتے ہیں کہ ... اس پر محمول ہے کہ گڑیوں کی صورت کو ... بنا لیا جائے مطلقاً گڑیوں سے کھیلنے کی ممانعت اس سے مراد نہیں (نووی باب تحریم تصویر صفحہ ۲۰۵ ج ۲)

واقعی مورتیں تھیں تو یہ واقعات حرمت سے پہلے سمجھے جائینگے اور آخر الامر گڑیاں مثل تمام مورتوں کے ناجائز رہنگی۔ اور محدث حلیمیؒ سے بھی یہی مضمون نقل کیا جاتا ہے (فتح الباری)۔

واقع میں احادیث منسوخ ہیں یا غیر منسوخ اور پہلی جماعت کی رائے درست ہے یا دوسری جماعت کی۔ میں اس وقت اس کے متعلق کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ اور نہ مجھے یہ حق حاصل ہے کہ جس مسئلہ میں اکابر متقدمین کا اختلاف ہو میں اس کے فیصلہ کے لئے بیٹھوں۔ البتہ یہ بات یقینی ہے کہ ان کے غیر منسوخ ثابت کرنے کیلئے وہ استدلال کسی طرح کافی نہیں جس کو مولانا سید سلیمان صاحب نے ان کے محکم ہونے کی سند میں نہایت اہمیت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ:۔

"اس حدیث میں بڑی اہم چیز یہ ہے کہ تاریخ مذکور ہے یعنی ۹ یا ۱۰ھ کا یہ واقعہ ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تصاویر غیر مشرکانہ کا جواز آغاز اسلام میں نہیں بلکہ آخر اسلام میں تھا"

لیکن ظاہر ہے کہ محض کسی چیز کا آخر اسلام میں ہونا اس کی دلیل نہیں بن سکتا کہ وہ منسوخ نہیں خصوصاً اس وقت جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میں چند سال باقی ہوں جن میں نسخ کے احتمالات کی بہت گنجائش ہے اس لئے فقط اتنی بات سے کہ وہ ۹ یا ۱۰ھ میں ہے کسی چیز کے غیر منسوخ ہونے پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ ۲۵

محدثین نے ایسی حدیثوں کو بھی کسی چیز کے غیر منسوخ ہونے کی دلیل تسلیم نہیں کیا جنمیں تصریح ہے کہ یہ آپ نے اس وقت ارشاد فرمایا جبکہ آپ کی وفات میں صرف ایک ماہ باقی ہے بلکہ فرمایا ہے کہ نسخ کا احتمال آخرین لمحہ حیات تک باقی ہے۔

تصدیق کیلئے دیکھو حافظ عبد الرحمن ابن جوزی کا رسالہ ناسخ و منسوخ جس میں آپ نے مردار جانور کے چمڑہ کے متعلق یہ بحث کرتے ہوئے کہ اس کا استعمال جائز ہے یا ناجائز۔ دو متعارض حدیثیں نقل کی ہیں جن میں سے ایک میں ہے کہ آپ نے ایک مردار بکری کو دیکھکر فرمایا کہ تم نے اس کے چمڑے کو کیوں نہ استعمال کیا جو اباحت کی روشن دلیل ہے۔ اور دوسری میں ہے ایک صحابی فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حکمنامہ آپ کی وفات سے ایک ماہ پہلے پہونچا جس میں مذکور تھا کہ مردار کے چمڑے اور اس کے پٹھوں کو استعمال مت کرو جس سے صاف حرمت مستفاد ہوتی ہے۔

اس کے بعد نقل کیا ہے کہ بعض محدثین نے حدیث ثانی کو حدیث اول کیلئے ناسخ سمجھا ہے کیونکہ اس میں تاریخ مذکور ہے کہ یہ ارشاد آپ کی وفات سے صرف ایک ماہ پہلے کا ہے۔ لیکن اس کے بعد ہی اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

یجوز ان یکون حدیث الاباحۃ قبل موتہ بیوم۔ جائز ہے کہ حدیث اباحت (پہلی حدیث) آپ کی وفات سے ایک ہی روز پہلے ہو لہٰذا قبل وفات بشہر نسخ کی دلیل نہیں ہوسکتا۔

بہرحال حضرت عائشہ کی حدیث زیر بحث کا واقعہ اگر بالفرض ۹ھ کا بھی تسلیم کیا جائے تب بھی یہ اس کے غیر منسوخ ہونے کی دلیل نہیں ہوسکتا واللہ اعلم۔

دوسری جماعت جو گڑیوں سے کھیلنے کو جائز بتلاتی ہے اُن میں ائمہ حدیث ابن حبان اور نسائی اور شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ اور امام الحدیث خطابی اور قاضی عیاض وغیرہم ہیں اور قاضی عیاضؒ نے نقل کیا ہے کہ جمہور علمائے اُمت کا یہی مسلک ہے۔

اس جماعت کا استدلال انہیں احادیث مذکورہ سے ہے جن میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ کو گڑیوں کھیلنے سے منع نہیں فرمایا۔ اور یہ حضرات اُن احادیث کا جن میں مطلقاً مورتوں کی ممانعت وارد ہے یہ جواب دیتے ہیں کہ بچوں کے کھیلنے کی گڑیاں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں اور دلیل میں حضرت عائشہ کے واقعات پیش کرتے ہیں۔ ۲۶

لیکن اس کے بعد کہ جمہور علماء حضرت عائشہ کی گڑیوں کے جواز پر متفق ہیں پھر سبب جواز اور وجہ استثنا میں باہم مختلف ہیں اور اس بارہ میں علماء کے دو قول نقل کئے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت عائشہ کے لئے گڑیوں کی اجازت اس لئے دی گئی کہ وہ اس وقت صغیرہ نابالغہ تھیں اور بہت سے وہ امور جو بڑوں کیلئے جائز نہیں ہوتے بچوں کیلئے اُن کی شرعاً وعرفاً اجازت دیجاتی ہے۔ اسی بنا پر علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں اس حدیث کے ذیل میں فرمایا ہے:-

"گڑیاں کھیلنا بھی علی الاطلاق جائز نہیں بلکہ صرف نابالغ لڑکیوں کے لئے جائز ہے۔ بالغ عورتوں کیلئے اُن کی بھی ایسی ہی ممانعت ہے جیسی تمام مورتوں کی۔" (عمدۃ القاری ص۱۷۰ ج۱۰)

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ بھی اسی حدیث کو صحیحین اور مسند احمد سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں

ان عائشۃ وجواری کن معہا یلعبن بالبنات | عائشہ صدیقہؓ اور چند اور لڑکیاں اُن کے ساتھ گڑیوں سے

وھذا اللعب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یراھن فیرخص فیہ للصغار ما لا یرخص فیہ للکبار (الاختیارات العلمیہ ص۱۴ للحافظ ابن تیمیہ)	کھیلتی تھیں اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم دیکھتے تھے پس بہت کاموں کی چھوٹی لڑکیوں کو اجازت دیجاتی ہے اور بڑی عورتوں کو اُس کی رخصت نہیں دیجاتی ہے۔

خطابی نے بھی گڑیوں کی رخصت کی یہی وجہ قرار دی ہے اور حافظ الدنیا حافظ ابن حجر رح نے خطابی کا یہ قول نقل کرکے کسی قدر جرح وقدح کے بعد بالآخر اسی کو راجح قرار دیا ہے کہ حضرت عائشہ رض اُس وقت نابالغہ تھیں اور اسی وجہ سے اُن کو گڑیوں سے منع نہیں کیا گیا۔

اور قاضی عیاض رح نے جمہور علماء سے اس رخصت کا سبب یہی نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ چھوٹی لڑکیوں کو گڑیوں کی اجازت اس لئے دیجاتی ہے تاکہ وہ شروع سے خانہ داری کا سلیقہ سیکھیں

امام المحدیث ابن حبان نے اپنی کتاب صحیح میں اس حدیث کا ترجمہ باب (عنوان) اِن الفاظ میں کیا ہے۔

الاباحۃ لصغار النساء اللعب باللعب (فتح الباری) چھوٹی لڑکیوں کیلئے گڑیوں کھیلنے کی اباحت۔

یہ بھی اسی کی دلیل ہے کہ ابن حبان کے نزدیک حضرت عائشہ کو گڑیوں کی اجازت بوجہ صغرسنی کے دیگئی ورنہ اصل ممانعت اور عدم جواز میں وہ بھی دوسری مورتوں کی نظیر ہیں ۲۷
اور قاضی عیاض کے اُس قول سے جو اُنہوں نے جمہور سے نقل کیا ہے یہ بھی ثابت ہوا کہ چھوٹی لڑکیوں کے لئے بھی گڑیوں کے سوا دوسری تصویریں جائز نہ رکھی جائینگی۔

الحاصل حضرت عائشہ کیلئے گڑیوں کی رخصت کا سبب جمہور فقہاء محدثین اور اکثر علماء کے نزدیک یہ ہے کہ آپ اُس وقت نابالغہ تھیں۔

(۲) اور بعض اکابر علماء نے فرمایا ہے کہ حضرت عائشہ کیلئے گڑیوں کی اجازت کا سبب یہ تھا کہ اُن کی گڑیاں درحقیقت مورتیں نہ تھیں اور نہ وہ پوری صورت ادا کرتی تھیں۔ محض مشابہت کی بنا پر اُن کو گڑیاں کہا جاتا ہے۔

امام غزالی رح کے نزدیک یہی تحقیق ہے۔ خطابی کے بعض اقوال بھی اسی کی تائید کرتے ہیں۔ اور منذری اور حلیمی کا قول بھی گذرا ہے کہ کبھی ایسی چیزوں کا نام گڑیا رکھدیا جاتا ہے جو درحقیقت گڑیا نہیں ہوتی اور حضرت عائشہ کی گڑیوں میں بھی یہی احتمال ہے بلکہ احادیث

حرمت تصاویر پر نظر ڈالتے ہوئے یہی احتمال زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔
اکثر علمائے امت، فقہاء و محدثین، جو گڑیوں کھیلنے کو جائز قرار دیتے ہیں سبب جواز میں اُن کے یہ دو قول ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ درحقیقت کسی مورت کا استعمال مسلمان کیلئے جائز نہیں۔ پھر گڑیوں کو لڑکیوں کے لئے یا اس لئے جائز رکھا گیا کہ وہ نابالغ اور غیر مکلف ہیں اور سلیقہ خانہ داری میں اُن کو گڑیوں سے مدد ملتی ہے اور یا اس لئے کہ وہ گڑیاں حقیقۃً مورتیں نہ تھیں۔
لیکن اس رخصت کا یہ سبب کسی نے بیان نہیں کیا کہ چونکہ گڑیاں غیر مشرکانہ مورتیں ہیں اسلئے اُن کی اجازت دی گئی حالانکہ یہ بات بہت سہل اور مختصر تھی اور یہ اس امر کی کھلی دلیل ہے کہ تمام علمائے اُمت کی نظر میں گڑیوں کی اجازت کا سبب اُن کا غیر مشرکانہ ہونا نہیں (جیسا کہ مولانا سید سلیمان صاحب نے فرمایا ہے) اور اگر بالفرض منجملہ اسباب رخصت کے اس کو بھی ایک سبب قرار دیا جائے تو کم از کم یہ کہنا تو کسی طرح درست نہ ہوگا کہ اس رخصت کا سبب صرف یہی ہے اور آپ معلوم کر چکے ہیں کہ مولانا کا دعویٰ (تمام غیر مشرکانہ تصاویر کا جواز) اسی پر موقوف ہے ودونہ خرط القتاد۔ ۲۸
خلاصہ یہ کہ ان دونوں حدیثوں سے اسکے سوا کچھ ثابت نہیں ہوتا کہ گڑیوں کے بارہ میں چھوٹی لڑکیوں پر تشدد نہ کیا جائے لیکن نہ اس لئے کہ ان مورتوں کا استعمال شرعاً جائز ہے بلکہ اس لئے کہ اول تو اکثر یہ گڑیاں درحقیقت مورتیں نہیں ہوتیں اور پھر چھوٹی لڑکیاں مکلف نہیں کہ اُن پر اس جیسی چیزوں میں گرفت کیجائے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(۶) "مسند ابی داؤد طیالسی کے حوالہ سے حضرت ابن عباسؓ کا یہ واقعہ مختصراً گذر چکا ہے کہ وہ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے جس میں تصویریں بنی تھیں ایک شخص نے اعتراض کیا تو انہوں نے کہا میں نے دیکھا نہیں تھا اس کے بعد فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے اس لئے اس کو منع فرمایا ہے کہ اس سے غرور و فخر پیدا ہوتا ہے اور بحمد اللہ ہم لوگ ایسے نہیں ہیں لیکن چونکہ ان بزرگوں کے نزدیک یہ بھی خلاف اولیٰ اور خلاف تقویٰ تھا اس لئے حضرت ابن عباس نے حکم دیا کہ اس کی صورت بگاڑ دیجائے۔" عـــه

عـــه حدیث کے صحیح الفاظ یہ ہیں کہ تصاویر کے سر کاٹ دئے جائیں جس سے معلوم ہوا کہ جب تک تصویر کا چہرہ باقی ہے اسوقت تک استعمال جائز نہیں ۱۲ منہ۔

حضرت ابن عباسؓ کے اس واقعہ سے کسی تصویر کا جواز ثابت ہو یا نہ ہو لیکن اتنی بات بے شبہ ثابت ہوتی ہے کہ مولانا موصوف کا دعویٰ جس کے ثبوت میں اس کو پیش کیا گیا ہے یعنی تمام غیر مشرکانہ تصاویر کا جواز حضرت ابن عباس کے نزدیک بالکل واقعہ کے خلاف ہے جس پہ خود اُن کا کلام شاہد ہے۔

کیونکہ آپ نے اس اعتراض کو اس طرح اٹھایا کہ ان تصاویر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے ناجائز قرار دیا تھا کہ وہ غرور و تکبر پیدا کرتی ہیں اور یہ وجہ چونکہ ہم میں موجود نہیں اس لئے ہم پر یہ دفعہ جرم بھی عائد نہیں ہو سکتی۔

اگر تمام غیر مشرکانہ تصاویر حضرت ابن عباس کے نزدیک جائز ہوتیں تو بے تکلف یہ کہدیا جاتا کہ تمہارا یہ اعتراض جہالت اور بیجا نکتہ چینی پر مبنی ہے۔ یہ تصاویر غیر مشرکانہ ہیں جنکی شرعاً اجازت ہے۔ اور رفع اعتراض کے لئے ایک ایسی توجیہ کی پناہ نہ لیجاتی جس پر ظاہر بین نظروں کو اعتراض کا موقع ملے۔ کیونکہ حضرت ابن عباسؓ کے عذر مذکور پر ایک ظاہر بین آدمی یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر حضرت ابن عباس رضؓ غرور و تکبر سے پاک ہیں تو حضرت عائشہ رضؓ کا دامن تقدس بھی
۲۹ اس عیب کے ساتھ ملوث نہ تھا پھر اگر حضرت عائشہ کیلئے تصویر رکھنی ناجائز اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غضبناک ہونیکا باعث ہے تو اُس کی کوئی وجہ نہیں کہ حضرت ابن عباس رضؓ اس سے مستثنیٰ ہوں۔

بہرحال اگر حضرت ابن عباس کے خیال میں غیر مشرکانہ تصاویر تمام جائز الاستعمال ہوتیں تو وہ صاف فرماتے کہ یہ تصاویر ہرگز قابل اعتراض نہیں کیونکہ غیر مشرکانہ ہیں۔ ایک ایسا عذر پیش نہ کرتے کہ جس میں علاوہ اس بات کے کہ معترض کو اعتراض کا موقع ہے ایک مسئلہ شرعیہ کی تحقیق بھی پوری نہیں ہوتی۔

اس لئے میرے خیال میں واقعہ کی اصلیت یہ ہے کہ یہ تصاویر چھوٹی چھوٹی تصویریں تھیں جن کے متعلق ناظرین حصہ اول باب سوم میں معلوم کر چکے ہیں کہ اُنکا استعمال کپڑے وغیرہ کے تابع ہو کر جائز ہے۔ اور اس کی شہادت میں خود حضرت ابن عباسؓ کا وہ قول پیش کرنا کافی ہے جو آپ نے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ:۔

ما علمت بہ (مسند ابی داؤد طیالسی ص۳۵۹)　　مجھے اس میں تصویریں ہونے کا علم نہیں ہوا تھا۔

کیونکہ ایک موٹی بات ہے کہ اگر وہ تصویریں بڑی بڑی تھیں تو کیسے متصور ہے کہ حضرت ابن عباس رضؓ اُس چادر کو اوڑھے رہتے اور ان تصاویر پر نظر نہ پڑتی۔ خصوصاً جبکہ تصویر بھی ایک دو نہیں بلکہ متعدد ہوں۔ بدن پر ایک کپڑا ہو اور اُس میں بڑی بڑی متعدد تصویریں ہوں۔ تو ایک صحیح الحواس آدمی تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے دیکھا نہیں تھا۔ (فما ظنک بحبر الامۃ)

ہاں یہ ممکن ہے کہ کسی کپڑے میں چھوٹی چھوٹی تصویریں ہوں اور اُس کے پہننے والے کی نظر اُس پر نہ پڑے۔

حبر الامۃ حضرت ابن عباس رضؓ نے اعتراض کے جواب میں دو باتیں ارشاد فرمائیں۔ ایک یہ کہ "مجھے علم نہ تھا"، دوسرے یہ کہ "اُن کی ممانعت فخر و تکبر کی وجہ سے ہے اور ہم بحمد اللہ اس سے پاک ہیں"۔ لیکن یہ دونوں باتیں اُس وقت صادق ہو سکتی ہیں جبکہ یہ تصویریں بہت چھوٹی چھوٹی ہوں۔ ورنہ ان میں سے ایک بھی سمجھ میں آنیکے قابل نہیں کیونکہ تصویروں کے بڑی بڑی ہونے کی صورت میں اُن کا علم نہ ہونا بھی ایک حیرت انگیز امر ہے اور یہ بھی کہ حضرت ابن عباس بوجہ متکبر نہ ہونیکے حرمتِ تصویر سے مستثنیٰ ہو جائیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۳۰
نے اُن صحابہ کو بھی مورتوں کے رکھنے سے منع فرمایا جو قطعاً متکبر نہ تھے اور نہ اُن پر اس کا خطرہ تھا کہ ان میں تکبر پیدا ہو جائیگا۔

ہاں اگر وہ تصویریں چھوٹی ہوں تو دونوں باتیں متصور ہیں۔ اُن سے نظر چوک جانا بھی اور یہ بھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان جیسی چھوٹی تصاویر سے مثل تمام ملون و منقش کپڑوں کے اس لئے ممانعت فرماتے تھے کہ اُن سے طبیعت میں فخر و غرور پیدا ہوتا ہے۔ اور حبر الامت اللہ کے فضل سے اس سے مامون و محفوظ تھے اس لئے اُن کیواسطے کوئی اندیشہ نہ تھا البتہ چونکہ ان بزرگوں کے نزدیک اس پر بھی یہ خلاف تقویٰ تھا اس لئے اُن تصاویر کے سر کاٹنے کا حکم دیا۔

اس لئے کیا ضرورت ہے کہ ایک صاف اور سیدھے معنے چھوڑ کر واقعہ کی تصویر اس طرح کھینچی جائے کہ اُس سے حبر الامت کے دامنِ تقدس پر ایک بدنما دھبہ لگتا ہو اور اُن

عہ اور اگر یہ واقعہ اس وقت کا تسلیم کر لیا جائے جبکہ حضرت ابن عباس رضؓ کی بینائی جاتی رہی تھی جب بھی بعید ہے کیونکہ پاس رہنے والے احباب کا اسپر متنبہ نہ کرنا بعید ہے ۱۲

کا کلام بے معنے ٹھیرتا ہو۔

اِن سب باتوں پر نظر ڈالتے ہوئے بالآخر یہی کہنا پڑتا ہے کہ یہ تصویریں چھوٹی چھوٹی تھیں۔ اور اس وقت اِس واقعہ سے اس کے سوا کچھ ثابت نہیں ہوتا کہ بہت چھوٹی چھوٹی تصویریں اگر کپڑے وغیرہ میں موجود ہوں تو اُن کا رکھنا بھی (تبعاً للثوب وغیرہ) جائز ہے بشرطیکہ طبیعت میں تفاخر و تکبر پیدا نہو اور بایںہمہ خلاف تقویٰ ہے جس سے احتیاط و احتراز اولیٰ ہے۔

خلاصہ یہ کہ ایسی تصویریں مورت کے حکم سے نکلکر تمام گل بوٹوں کے حکم میں ہوجاتی ہیں۔ یعنی اگر فخراً اور تکبراً نہ پہنا جائے تو جائز ہے مگر متقین کے لئے پھر بھی مناسب نہیں۔

یہ جو کچھ عرض کیا گیا ہے صرف اس لئے کہ ہمارے خیال میں (بلکہ حقیقت میں) واقعہ کی اصل یہی ہے۔ ورنہ ہم عرض کر آئے ہیں کہ اگر اس واقعہ میں یہ بھی تسلیم کرلیا جائے کہ یہ تصاویر بڑی تصویریں تھیں تب بھی یہ واقعہ مولانا کے دعوے کے لئے کوئی مفید استدلال نہیں بنتا اور نہ صرف یہ کہ مفید نہیں بلکہ صاف لفظوں میں اُس کی تردید کرتا ہے (کما مرّ منا آنفاً) واللہ اعلم بالصواب۔

۴۱ (۷) "بخاری و مسلم ابوداؤد (باب التصاویر) میں ہے کہ زید ابن خالد تابعی نے حضرت ابوطلحہ انصاری رضؓ سے ہدایت کی ہے کہ جس گھر میں تصویر ہو اُس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے، لیکن یہ کہ کپڑے پر وہ تصویر نقش ہو۔ چنانچہ زید کو لوگوں نے اس کے بعد دیکھا کہ وہ اس قسم کا کپڑا استعمال کرتے تھے اس حدیث کی بنا پر بعض محدثین نے منقوش تصاویر کو عموماً جائز سمجھا ہے۔"

معارف کے دوسرے نمبر میں اسی سلسلہ میں جہاں چند احادیث و آثار کا اضافہ کیا گیا ہے اُن میں بھی اسی حدیث کو بتغیر الفاظ و واقعہ مکرر شمار کرایا گیا ہے اس لئے اُس کو بھی یہیں درج کیا جاتا ہے تاکہ دونوں کا جواب ساتھ ہوجائے۔

(۱۴) حضرت ابوطلحہ بیمار پڑے تو حضرت سہیل ابن حنیف اُن کی عیادت کو گئے اسی اثنا میں حضرت ابوطلحہ نے ایک آدمی کو بلاکر کہا کہ نیچے کا قالین نکال لو حضرت سہیل نے کہا کہ آپ اس کو کیوں نکلواتے ہیں فرمایا کہ اس میں تصویریں بنی ہیں اور اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ارشاد ہے وہ آپ کو معلوم ہے حضرت سہیل نے کہا لیکن آپ نے یہ بھی تو فرمایا ہے ''الا رقما فی ثوب'' یعنی کپڑے میں نقش ہوکر ہو تو جائز ہے۔

فرمایا ہاں یہ سچ ہے لیکن میرے دل کو یہی زیادہ پسند ہے۔

یہ حدیث ترمذی میں ہے اور امام نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے

جیسا کہ میں نے پہلے لکھا ہے کہ جواز کے باوجود احتیاط و احتراز اولیٰ ہے۔

یہ دونوں حدیثیں اگرچہ دو مختلف عنوانوں سے روایت کی گئی ہیں مگر بلحاظ معنے کے ایک ہیں مولانا نے ان سے استدلال کیا ہے کہ تصاویر کے باب میں مشرکانہ کو ناجائز اور غیر مشرکانہ تصاویر کو جائز سمجھا جائے لیکن میرے نزدیک یہ استدلال چند وجہ سے مخدوش ہے۔

اوّل تو یہی کہ اگر اس حدیث کو بلا تاویل و توجیہ اسی ہئیت اور انہیں معنے پر رکھا جائے جو مولانا نے مراد لئے ہیں تب بھی اس سے تصاویر کے معاملہ میں منقوش اور مجسمہ کی تقسیم ہو کر منقوش تصاویر کا مطلقاً جواز سمجھا جائیگا خواہ مشرکانہ ہوں یا غیر مشرکانہ جس کو مولانا کے دعوے سے کوئی لگاؤ نہیں۔ نہ مشرکانہ و غیر مشرکانہ کی تفصیل سمجھی جاتی ہے۔ اور نہ غیر مشرکانہ علی الاطلاق جواز (فکیف الاستدلال)۔

دوسرے یہ کہ حضرت ابوطلحہ کی حدیث کے الفاظ زیر بحث یہ ہیں۔

الا رقماً فی ثوب	ملائکہ اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جسمیں تصویر ہو مگر یہ کہ وہ کپڑے ۳۲

لیکن اگر ان الفاظ کے وہی معنے ہیں جن سے حلّتِ تصویر پر استدلال کیا گیا ہے تو احادیث نبویہ ایک متہافت اور متناقض کلام ہو جاتی ہیں جن سے شانِ نبوت بالیقین اعلیٰ و ارفع ہے۔ کیونکہ آپ مذکورالصدر احادیث میں یہ پڑھ چکے ہیں کہ۔

حضرت ابوہریرہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جبرئیل علیہ السّلام تشریف لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر کوئی پردہ تھا جس میں تصویریں بنی تھیں جبرئیل علیہ السّلام لوٹ گئے اور پھر جب ملاقات ہوئی تو آپ سے کہا کہ یا تو ان تصاویر کے سر کٹوا دیجئے اور یا اس پردہ کو پامال فرش بنا دیجئے

(مضمون مارواہ البخاری ومسلم واصحاب السنن)

جس سے بلاشبہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ تصاویر بھی ممنوع و مکروہ ہیں جو کپڑوں میں نقش ہوں۔ اور حضرت عائشہ کی احادیث میں گذر چکا ہے کہ۔

اُنہوں ایک تصویر دار پردہ دروازہ یا طاق وغیرہ پر لٹکایا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

غضبناک ہوئے اور اس کو پھاڑ ڈالا۔ (بخاری و مسلم مختصراً)

یہ سب احادیث بالتصریح اس کے یقینی دلائل ہیں کہ کپڑے کی تصاویر بھی ناجائز الاستعمال ہیں اور اس وقت اگر حدیث زیر بحث میں لفظ رقم سے تصویر ذی روح مراد لیجائے اور کہا جائے کہ کپڑے کی منقوش تصاویر علی الاطلاق جائز ہیں تو ان تمام احادیث کا کیا جواب ہوگا۔

چونکہ اِن میں سے کسی کی تاریخ اور اُن کا باہمی تقدم وتاخر بھی معلوم نہیں اس لئے ناسخ و منسوخ قرار دینا تو ممکن نہیں اور کلامِ نبوی کا تعارض سے پاک ہونا بھی یقینی۔

اِن سب باتوں پر نظر ڈالتے ہوئے ایک حریت کے مدعی کو بھی بالآخر وہی راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے جو تمام علمائے اُمت نے کیا ہے۔

علما کے اِن دونوں مختلف المفہوم حدیثوں کی تطبیق میں (قدیماً وحدیثاً) دو قول ہوئے ہیں۔ نوویؒ نے شرح مسلم میں اور شیخ بدر الدین عینی نے شرح بخاری میں ان کی تطبیق اسطرح کی ہے کہ حدیث مذکور میں لفظ رقم سے تصاویر مراد نہیں بلکہ نقش و نگار بیل بوٹے مراد ہیں اور زرقانی نے شرح موطا میں الا رقما کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

رقما بفتح الراء وسكون القاف اى نقشا ووشيا (زرقانی صفحہ ۱۹۰ ج ۴) — رقم بفتح راء اور سکون قاف ہے یعنی نقش و نگار۔ ۲۳

ان سب اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ احادیث سابقہ سے ذی روح کی تصاویر کی حرمت ثابت ہوتی ہے اور حدیث زیر بحث سے اُن کی اباحت ثابت نہیں ہوتی بلکہ غیر ذی روح مثل پھول پھل وغیرہ کی اجازت نکلتی ہے اس لئے کوئی تعارض نہیں نیز جو الفاظ حدیث حضرت ابو طلحہ کے واقعہ میں اسوقت ہمارے سامنے ہیں انمیں بھی کسی لفظ سے اسکی یقینی تعیین نہیں کہ یہ تصاویر جنکے متعلق گفتگو تھی کسی جاندار کی تصاویر تھیں ممکن ہے کہ کسی اور طریق میں اسکی تصریح ہو تو اسکا جواب اسکو دیکھکر ہو سکتا ہے لغت عرب بھی اِن اقوال کا مؤید ہے کیونکہ لغت میں رقم کا اطلاق مورتوں پر نہیں کیا جاتا بلکہ خطوط و نقوش اور بیل بوٹے کو کہا جاتا ہے۔ اہل لغت رقم کا ترجمہ اِن الفاظ میں کرتے ہیں

والرقم ضرب مخطط من الوشی۔ (قاموس لسان العرب) — رقم دھاری دار نقش و نگار کی ایک قسم ہے۔

اور اسی لئے صاحب مجمع البحار نے بھی اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے یہی کہا ہے کہ حدیث میں رقم سے نقوش پھول پھل وغیرہ کے مراد ہیں۔

اِن اقوال کی تائید اُس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضؓ کے یہاں تشریف لیگئے اُن کے دروازہ پر ایک ملون و منقش پردہ پڑا ہوا تھا آپ نے یہ دیکھکر فرمایا:-

مالنا وللدنیا و الرقم - ہمیں زینتِ دنیا اور نقش و نگار سے کیا تعلق۔

اس حدیث میں رقم کا اطلاق منقش پردہ پر کیا گیا ہے جو اس کی بیّن دلیل ہے کہ رقم کے معنے محض نقش و نگار بیل بوٹے وغیرہ کے ہیں۔

اور جب لفظ رقم کے حقیقی معنے نقش و نگار کے ہیں اور دوسری حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے تو خواہ مخواہ اُس سے تصویر مراد لیکر احادیث میں تعارض ڈالنے سے کیا فائدہ۔

اور امام طحاوی رحؒ نے اِس مضمون پر بحث کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس حدیث کے الفاظ الارقما فی ثوب (مگر یہ کہ کپڑے میں نقش ہو) میں دو احتمال ہیں۔ (۱) یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے کپڑے کی تصویریں علی الاطلاق مراد ہوں۔ (۲) اور یہ بھی احتمال ہے کہ کپڑے کی تصویر سے مراد فقط وہ تصویریں ہوں جو پامال اور مُہان کپڑوں میں ہیں۔

لیکن چونکہ دوسری متعدد روایات سے معلق کپڑوں کی تصویریں ناجائز ثابت ہوتی ہیں اور مفروش و پامال کی جائز۔ اس لئے مناسب ہے کہ حدیث زیر بحث میں بھی دوسرا احتمال مراد لیا جائے تاکہ احادیث باہمی تصادم سے بچ جائیں اور اسی بنا پر فرمایا ہے۔

سلہ نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ نقش و ملون پردہ بھی خلاف تقویٰ ہے ۱۲۰ منہ۔ ۳۴

فلما احتمل ما ذکرنا وکان فی حدیث مجاھد عن ابی ھریرۃ عنہ علیہ السلام ما وصفنا علمنا ان الثیاب المستثناۃ ھی الثیاب المبسوطۃ کھیئۃ البسط لا ما سواھا من الثیاب المعلقۃ والملبوسۃ وھذا قول ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد رحمھم اللہ (معانی الآثار طحاوی)

پس جبکہ یہ حدیث وہ احتمال رکھتی ہے جو ہم نے ذکر کیا اور حضرت ابوہریرہؓ کی مذکورہ بالا حدیث سے کپڑے کی تصویر بھی ممنوع اسلئے ہم سمجھے کہ حدیث زیر بحث میں جو کپڑے مستثنے کئے گئے ہیں فقط بچھے ہوئے کپڑے ہیں مثل فرش وغیرہ کے۔ اُن کسوا لٹکے ہوئے اور پہننے کے کپڑے اس استثنا میں داخل نہیں۔ اور یہی قول ہے ابوحنیفہ و ابویوسف و محمد رحمہم اللہ کا۔

خلاصہ یہ کہ حدیث میں الا رقما سے کپڑے کی فقط وہی تصویریں حرمت سے مستثنیٰ ہوں گی جو مفروش اور پامال ہوں امام محمد رحؒ نے بھی موطا میں اس روایت کو نقل کرکے یہی توجیہ فرمائی ہے۔ (موطا ص ۱۲۴) اور حافظ رحؒ نے بھی فتح الباری میں اس بحث پر ایک مفصل تحریر

کے بعد اسی رائے کو ترجیح دی ہے (ص ۳۲۶ ج ۱)۔

اور اس وقت ناظرین خود معلوم کر سکتے ہیں کہ اس حدیث سے مولانا کا اپنے دعوے پر استدلال کرنا کتنا وقیع اور قابلِ قدر استدلال ہے۔

تیسرے یہ استدلال اس وجہ سے بھی مخدوش ہے کہ خود مولانا کا بھی اس حدیث پر عمل نہیں کیونکہ اس کا فیصلہ تو (آپ کے خیال میں) یہ ہے کہ کپڑوں کی منقوش تصویریں علی الاطلاق جائز ہیں اُن کی عبادت ہوتی ہو یا نہیں۔ اس میں قابل عبادت اور غیر قابلِ عبادت کی کوئی تفصیل نہیں۔

اور مولانا اس کے خلاف قابلِ عبادت اور غیر قابلِ عبادت کی تفصیل کرتے ہوئے تمام مشرکانہ تصاویر کو حرام قرار دیتے ہیں۔ اگرچہ وہ کپڑوں میں ہوں اور تمام غیر مشرکانہ کو جائز خواہ وہ کسی چیز میں ہوں۔ اور جب اس حدیث کے یہ معنے آپ کے نزدیک بھی تسلیم نہیں تو پھر اس سے اپنے مدعا پر استدلال کیسا؟

ایفائے وعدہ | مولانا نے حدیث (۲) کے ذیل میں جس میں مذکور تھا کہ جبرئیل علیہ السلام نے مصور پردہ کے متعلق فرمایا کہ "اس کو بچھا دیجئے تاکہ پامال ہو" فرمایا تھا کہ:-

"تمام محدثین وفقہا نے اس سے استدلال کیا ہے کہ تصویر اگر پامال ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں لیکن پھر حضرت ابو طلحہ کی حدیث آتی ہے جس سے یہ تفریق ناقابلِ اعتبار ہو جاتی ہے"۔ 45

اور ہم نے وعدہ کیا تھا کہ ہم اس کے متعلق اس وقت عرض کریں گے جب حضرت ابو طلحہ کی حدیث ناظرین کے سامنے ہوگی۔ تاکہ وہ بسہولت کسی نتیجہ پر پہنچ سکیں۔

اب یہ حدیث ناظرین کے سامنے ہے وہ خود فیصلہ کر لیں کہ اس سے کونسی تفریق ناقابل اعتبار ثابت ہوتی ہے۔ وہ کہ جو مولانا کی ہے۔ یا وہ جو تمام محدثین وفقہا فرماتے ہیں۔ کیونکہ آپ معلوم کر چکے ہیں کہ اول تو اس حدیث میں الارقما فی ثوب سے نقش ونقوش بیل بوٹے وغیرہ مراد ہیں اس سے کسی تصویر کا جواز ثابت ہی نہیں ہوتا (جیسا کہ میں نے مفصل عرض کیا ہے)۔

اور اگر تسلیم کیا جائے کہ حدیث میں لفظ رقما سے تصویر ہی کا استثنا کیا گیا ہے تب بھی گذر چکا ہے کہ اس سے کپڑے کی تصویر کا مطلقاً جواز مراد نہیں ہو سکتے بلکہ مفروش کپڑے مراد ہوں گے ورنہ حضرت جبرئیل وحضرت عائشہ وغیرہم کی احادیث کے خلاف ہوگا جیسا کہ خود مولانا بھی علی الاطلاق

کپڑے کی تصویر تجویز نہیں فرماتے۔

اور اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ اس سے کپڑے کی تصویریں علی الاطلاق جائز ہوتی ہیں تب بھی اس سے اگر ممتہن وغیر ممتہن کی تفریق ناقابل اعتبار ہو جاتی ہے تو مشرکانہ وغیر مشرکانہ کی تفریق بھی کچھ قابل اعتبار نہیں رہتی۔

اس کے بعد ہم ناظرین کو دکھلانا چاہتے ہیں کہ مولانا نے تمام محدثین وفقہا کی مخالفت کے پردہ میں کسکی مخالفت کی ہے اور اُس جسارت اور آزادی نے جس کو اہل عصر کی اصطلاح میں روشنخیالی کہا جاتا ہے آپ کو کس امر عظیم کا مرتکب بنا دیا ہے۔

یہ تفریق ممتہن وغیر ممتہن کی جس کو مولانا نے تمام محدثین وفقہا سے نقل کر کے ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔ درحقیقت جمہور صحابہ و تابعین بلکہ خود حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے فعلاً و قولاً باسانید صحاح وحسان روایت کیجاتی ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

"(۱) کئی مرتبہ مفصل گذر چکا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مصور پردہ کے متعلق آپ سے کہا کہ اس کو بچھا دیجئے تاکہ پامال ہو (سنن نسائی)"

۳۶ "(۲) حضرت عائشہ کے مصور پردہ کے متعلق گذر چکا ہے کہ آپ اُس کو دیکھکر غضبناک ہوئے اور جب اُنہوں نے اُس کو بچھا دیا تو آپ نے کوئی اعتراض نہیں کیا (بخاری و مسلم)"

"(۳) حضرت ابوہریرہ مرفوعاً روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن تصاویر کی رخصت دی ہے جو پاؤں میں روندی جاتی ہوں اور کھڑی تصویروں سے منع فرمایا ہے (جمع الفوائد مصنف محمد ابن محمد ابن سلیم المغربی و معجم اوسط للطبرانی)"

یہ تینوں مرفوع روایتیں اُسی تفریق کو تصریحاً ثابت کرتی ہیں جو تمام محدثین وفقہا نے کی ہے۔ کیا اس جیسی صریح روایات کے بعد بھی کسی مسلمان کے لئے اس تفریق کو ناقابل اعتبار بنانے کی گنجائش ہے۔ اس کے بعد آثار صحابہ کا مطالعہ کیجئے۔

"(۴) حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ صحابہ رضہ کھڑی ہوئی تصاویر کو ناجائز سمجھتے تھے اور پامال میں کوئی مضائقہ نہیں جانتے تھے (فتح الباری بحوالہ ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۲۶ ج ۱۰)"

"(۵) حضرت ابن سیرین تابعی اور سالم ابن عبد اللہ ابن عمر الفاروقی اور عکرمہ ابن خالد اور سعید

ابن جبیر سے روایت ہے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ تصویر میں کوئی مضایقہ نہیں جبکہ وہ پامال ہو (فتح الباری بحوالہ ابن ابی شیبہ)۔

"(۶) حضرت عروہ سے بھی (جو امام المحدثین اور حضرت عائشہ رض کے بھانجے ہیں یہی تفریق ثابت ہے)۔

(فتح الباری بحوالہ ابن ابی شیبہ)۔"

علامہ عینی نے شرح بخاری میں الارقما والی حدیث نقل کرکے لکھا ہے:-

وقالوا کرہ علیہ السلام ما کان ستراً ولم یکرہ ما یبسط علیہ ویوطأ وبھذا قال سعد ابن ابی وقاص وسالم وعروۃ وابن سیرین وعطاء وعکرمۃ وقال عکرمۃ فیما یوطأ من الصور ھو ذل لھا وھذا اوسط المذاھب وبہ قال مالک والثوری وابو حنیفۃ والشافعی رح۔ (عمدۃ القاری ص۳۱۳ ج۱۰)	علما صحابہ وتابعین وغیرہم نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن تصاویر کو ناجائز سمجھتے تھے جو پردہ میں معلق ہوں۔ اور جو پامال ہوں اُن کو جائز ہی فرمایا ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص نے (ایک جلیل القدر صحابی ہیں) اور سالم اور عروہ اور ابن سیرین اور عطاء اور عکرمہ رضی اللہ عنہم نے اور عکرمہ نے فرمایا ہے کہ پامال تصاویر میں اُنکی اہانت ہے اور یہی متوسط مذہب ہے اور یہی فرمایا ہے امام مالک اور سفیان ثوری اور ابو حنیفہ اور شافعی رحمہم اللہ نے۔

۳۷

اے مسلم قلب کیا اتنی صریح صریح روایات و آثار کے بعد بھی تجھے گنجائش ہے کہ تو اس تفصیل کو ناقابل اعتبار سمجھے اور اے محمد رسول اللہ کا وظیفہ پڑھنے والی زبان کیا اب بھی تجھے ہمت ہے کہ اسکو ساقط الاعتبار کہے۔

اگر تسلیم کر لیا جائے کہ مولانا سید سلیمان صاحب کی بلند پروازی اُن کو وہاں پہونچا دیتی ہے جہاں (باقرار خود) تمام اُن محدثین و فقہائے اُمت کا دماغ نہ پہونچ سکے جنکی عمریں اسی دشت کی سیاحی میں ختم ہو گئیں اور اُن کی روشنخیالی اُن کیلئے ایسے مضامین حل کر دیتی ہے جن کے ادراک سے اُمت کے تمام محدثین و فقہا عاجز ہو گئے ہوں۔

تو یہ بات تو کوئی عاقل ہرگز تسلیم نکریگا کہ اُن کی پرواز جمہور صحابہ و تابعین اور خود رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) سے بھی آگے ہے۔

ایک حضرت سہیل ابن حنیف کو محض مشتبہ قول سے تمام فقہا و محدثین اور جمہور صحابہ و تابعین

کا قول رد اور نا قابلِ اعتبار ہو جاتا ہے۔ اور یہ کیوں، اسلئے کہ وہ اپنے مطلب کے موافق ہے اور تمام فقہاء محدثین اور جمہور صحابہ و تابعین کے فرمانے سے حضرت سہیل ابن حنیف کا قول متروک العمل بھی نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ آپکی رائے کے مقلد نہیں العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔

"(۸) ابن ابی شیبہ نے حضرت قاسم ابن محمد ابن ابی بکر الصدیق رضہ جو مدینہ کے اُن سات فقہا میں تھے جن سے فقہ مدینہ مرتب ہوئی ہے بسند صحیح روایت کی ہے کہ اُن کا بھی (یعنی کپڑے کی تصاویر مطلقاً جائز ہیں) مذہب تھا۔ چنانچہ مکہ میں اُن کے گھر میں بعض عجائب المخلوق عنقا اور قندس کی تصویریں تھیں۔"

میں نے مانا کہ حضرت قاسم ابن محمد کا یہ مذہب تھا اور وہ نہایت اکابر فقہا میں سے ہیں۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ آپ کے دعوے پر اس سے استدلال ہو سکتا ہے یا نہیں کیا اس مذہب سے مشرکانہ و غیر مشرکانہ کی تفریق ثابت ہوتی ہے، یا تمام غیر مشرکانہ تصاویر کا جواز نکلتا ہے۔ نہیں اور بالکل نہیں۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ منقوش تصاویر جو مجسمہ نہ ہوں سب جائز ہیں خواہ مشرکانہ ہوں یا غیر مشرکانہ۔ پھر مجھے معلوم نہیں کہ یہ مذہب مولانا کے دعوے کا استدلال کیسے بن گیا۔

اس کے علاوہ میں نے ابھی عرض کیا ہے کہ آپ خود اس مذہب کے خلاف ہیں اسلئے جب حضرت قاسم ابن محمد کو آپ کوئی جواب دینگے ہم بھی اُس کا اتباع کرینگے اور اگر آپ کسی وجہ سے اُن کے مذہب کا خلاف کر سکتے ہیں تو دوسروں کو اس سے کس نے روکا ہے بالخصوص جبکہ یہ مذہب تمام صحابہ و تابعین اور جمہور فقہا و محدثین کے خلاف ہے اگر تقلید کرنی ٹھیریگی تو کوئی عاقل جمہور علمائے اُمت کو چھوڑ کر ایک متفرد عالم کی تقلید پسند نکریگا۔ ۳۸

پھر نہیں معلوم کہ وہ حضرات جنھیں جمہور صحابہ و تابعین اور تمام فقہاء محدثین کی تقلید میں ظلمت نظر آتی ہے وہ (مطلب کے موافق دیکھکر) کسی کسی متفرد عالم کے سامنے سرِ تسلیم کیونکر خم کرتے ہیں اُن کے اقوال سے جمہور کے اقوال کو قابلِ رد سمجھا جاتا ہے۔ اس کے بعد ہم ناظرین کو دکھلانا چاہتے ہیں کہ علمائے اُمت کی اس مذہب کے متعلق کیا رائیں ہیں۔

شیخ محی الدین نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں۔

ھو مذھب باطل۔ (یہ ایک باطل مذہب ہے کہ صریح احادیث کے خلاف ہے)۔

حافظ ابن حجر رح ہیلوئے ادب کی رعایت کرتے ہوئے ذرا نرم الفاظ میں لکھتے ہیں۔

لکن الجمع بین الاحادیث الواردۃ فی ذلک یدل علی ان مذہب مرجوح وان الذی رخص فیہ من ذلک ما یمتھن لاما کان منصوبا۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۳۲۶)

لیکن احادیث واردہ کا مجموعہ اس کی دلالت کرتا ہے کہ یہ مذہب مرجوح ہے اور یہ کہ کپڑے کی تصاویر میں سے جس کی اجازت دی گئی ہے فقط وہ ہیں جو پامال و ممتہن ہوں نہ وہ جو لٹکے ہوئے ہوں۔

"(۹) حضرت عائشہ کے بھانجے عروہ بن زبیر امام محدثین ہیں اُن کے تکیوں پر پرندوں اور مرد و نساء کی تصویریں بنی تھیں وہ اُن پر ٹیک لگا کر بیٹھتے تھے (فتح الباری بحوالہ ابن ابی شیبہ)۔"

قدیم سے سنتے تھے کہ دلیل وہی دلیل ہو سکتی ہے جو دعوے کے مطابق ہو۔ لیکن اس دورِ جدید کے طرزِ عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بیشمار تغیرات کی وسعت میں یہ قاعدہ بھی داخل ہو گیا ہے آج یہ بھی جائز ہے کہ دعویٰ کچھ کہتا ہو اور دلیل کچھ اور۔

حضرت عروہ کا یہ واقعہ تو صحیح اور درست ہے لیکن یہ دیکھو کہ اس سے دعوے پر کس طرح استدلال ہو سکتا ہے۔ نہ اس میں مشرکانہ و غیر مشرکانہ کی تفصیل ہے اور نہ وہ فیصلہ جو مولانا نے کیا ہے۔

اس سے تو صرف یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ پامال و ممتہن تصاویر رکھنا جائز ہے جو ہمارے کلام ۳۹
میں متعدد مرتبہ گذر چکا ہے اور یہ اسلئے کہ تکیے اور گدّے وغیرہ اکثر پامال ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے تمام فقہا نے تکیوں کی تصاویر کو جائز کہا ہے۔ البتہ چونکہ مدار اُن کے پامال ہونے پر ہے اسلئے صاحب بدائع وغیرہ نے تکیوں میں بھی یہ تفصیل کی ہے کہ اگر تکیے بڑے بڑے ہوں جن پر تصویریں کھڑی ہوئی معلوم ہوتی ہوں تو وہ بھی جائز نہیں۔

وکذا یکرہ الدخول الی بیت فیہ صورۃ علی الوسائد العظام (بدائع ج ۱ ص ۱۱۶)

اور ایسے ہی اُس گھر میں داخل ہونا بھی مکروہ ہے جس میں بڑے تکیوں پر تصویریں بنی ہوئی ہوں۔

اور تعجب ہے کہ امام المحدثین عروہ جن کا یہ واقعہ ہے وہ خود جمہور علما کی طرح یہی فیصلہ فرماتے ہیں کہ تصویریں اگر ذلیل و پامال ہوں تو جائز ہیں ورنہ نہیں۔ (دیکھو عینی شرح بخاری ص ۳۱۳ ج ۱۰)

اس لئے اس واقعہ سے تمام غیر مشرکانہ تصاویر کے جواز پر استدلال کرنا ایک بے معنے استدلال ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

"(۱۰) ابن سعد نے بسند روایت کی ہے کہ حضرت عروہ کے بٹن میں آدمیوں کے چہروں کی تصویریں

بنی تھیں (جزء تابعین مدینہ ص۱۳۶)"

"(۱۱) ابن اثیر نے اسد الغابہ میں حضرت انس بن مالک کے حالات میں لکھا ہے کہ اُن کی انگوٹھی کے نگینہ پر ایک شیر غراں کی تصویر بنی تھی۔ اس سے فقہا نے یہ استنباط کیا ہے کہ بہت چھوٹی تصویریں جائز ہیں"

"(۱۲) حضرت ابوہریرہ کی انگوٹھی میں جو نگینہ تھا اُس میں دو مکھیوں کی تصویر بنی تھی"

"(۱۳) حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک انگوٹھی دستیاب ہوئی تھی جس کے متعلق یہ معلوم ہوا تھا کہ یہ دانیال نبی کی انگوٹھی ہے اور اس کے نگینہ میں ایک مرقع تھا دو شیر داہنے بائیں کھڑے تھے۔ بیچ میں ایک لڑکا تھا۔ حضرت عمر نے یہ انگوٹھی حضرت ابوموسیٰ اشعری کو عنایت فرمائی"

اِن چاروں واقعات کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض صحابہؓ بہت چھوٹی تصویریں رکھنے کو جائز سمجھتے تھے لیکن کیا محض اتنی بات سے یہ واقعات مولانا کے دعوے کے دلائل بن جائیں گے نہیں اور ہرگز نہیں اور کیسے بن سکتے ہیں جبکہ یہ واقعات تماماً نہ مشرکانہ وغیر مشرکانہ کی تفریق کرتے ہیں اور نہ تمام غیر مشرکانہ تصاویر کو جائز ثابت کرتے ہیں۔ البتہ اِن سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ بہت چھوٹی تصویریں جائز ہیں اور یہ وہی ہے جو ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں اور یہی تمام فقہا و محدثین کا متفق علیہ مذہب ہے۔ ۴۰

ہاں اس میں خلاف ہے کہ چھوٹی بڑی کا معیار کیا رکھا جائے۔ اور اس بارہ میں طحطاوی کا قول یاد فیصلہ کن نظر آتا ہے جو انہوں نے حلبی اور قہستانی سے نقل کیا ہے یعنی:-

"وہ تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ اگر اُس کو زمین پر رکھ دیا جائے اور خود کھڑے ہو کر اُس کی طرف دیکھیں تو اُس کے اعضا کی تفصیل بدون غور و خوض کے معلوم نہ ہو سکے (طحطاوی و شامی درمختار ص۲۷۳)"

الحاصل اِن چاروں واقعات سے نہ مشرکانہ وغیر مشرکانہ کی تفصیل نکلتی ہے اور نہ غیر مشرکانہ کا جواز۔ اس لئے یہ چاروں استدلال بھی اس بات میں دلائل سابقہ کی نظیر ہیں کہ ان کیلئے دعوے کے مطابق ہونا ضروری نہیں چاہے اُن کا مفہوم کچھ ہو دعوے کے مخالف یا مطابق۔ مولانا کا دعویٰ اُن سے بہر کیف ثابت ہو سکتا ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

یہ احادیث و آثار کے چودہ واقعات ہیں۔ جن سے مولانا نے اپنے دعوے یعنی تصویر کے بارہ میں مشرکانہ وغیر مشرکانہ کی تفریق اور غیر مشرکانہ کے علی الاطلاق جواز پر استدلال کیا ہے۔

اسمیں شک نہیں کہ بحیثیت تعداد یہ دلائل ایک شان رکھتے ہیں لیکن کاش مولانا موصوف یہ اصول تسلیم کر لیتے کہ دلائل کی کمیت و کثرت مفید نہیں بلکہ کیفیت مفید ہوتی ہے۔ دلیل اگر مثبتِ مدعا اور مطابقِ دعوے ہو تو دو دلیلیں بھی کفایت سے زائد ہیں ورنہ ایک ہزار دلائل سے بھی کچھ نہیں ہوتا۔

طوفانِ نوح لانے سے اے چشم فائدہ   دو اشک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں

آپ نے چودہ واقعات پیش کئے اور میرے خیال میں اس قسم کے واقعات اس سے بھی زیادہ ہیں۔ جن کی اگر شمار کیجائے تو شاید بیس سے بھی بڑھ جائیں۔ لیکن نتیجہ کوہ کندن و کاہ برآوردن کے سوا کچھ نہیں کیونکہ ان سب واقعات و احادیث کا حاصل اس سے زیادہ نہیں کہ شرعاً چار قسم کی تصویریں جائز الاستعمال ہیں۔ پامال و ممتہن۔ سرکٹی ہوئی۔ بہت چھوٹی۔ حضرت عائشہ کی گڑیاں۔ اور یہ وہ نتیجہ ہے جو ہمیں اس دوسری سے پہلے ہی تسلیم ہے اور جس میں جمہور فقہاء و محدثین بھی متفق ہیں۔ ہمیں مولانا موصوف سے اگر اختلاف ہے تو صرف اسمیں کہ ہمارے خیال میں ان چار قسم کی تصاویر غیر مشرکانہ کے علاوہ کل مورتیں ناجائز ہیں خواہ مشرکانہ ہوں یا غیر مشرکانہ اور آپ کے نزدیک ان کے علاوہ بھی جو تصاویر غیر مشرکانہ ہوں اُنکا استعمال حلال طیب ہے۔ اس لئے مختلف فیہ فقط وہ تصاویر غیر مشرکانہ ہیں جو ان چار قسموں کے علاوہ ہوں۔ اور اسی پر دلائل پیش کرنے کی ضرورت تھی۔ ۱۴۱

لیکن ناظرین معلوم کر چکے کہ ان چودہ دلائل میں ایک بھی اس کے ثبوت کا کفیل نہیں ان میں سے کسی سے نہ مشرکانہ و غیر مشرکانہ کی تفریق سمجھی جاتی ہے اور نہ یہ کہ تمام غیر مشرکانہ تصاویر جائز ہیں۔ ہاں یہ ضرور سمجھا جاتا ہے کہ مذکورۃ الصدر چار قسم کی تصویروں کا استعمال درست و مباح ہے جو ہمیں قبل اس سے کہ مولانا ان چودہ واقعات کو پیش کریں بلا خلاف تسلیم ہے۔

یہ عجیب دلائل ہیں کہ اُن سے جتنی بات مسلّم و متفق علیہ ہے اُس کا تو ثبوت پیش کیا جاتا ہے اور جس بات میں خلاف ہے اُس کی طرف التفات تک نہیں۔ اور اس قسم کے دلائل چودہ نہیں اگر چودہ سو بھی ہوں تو کیا اُن سے اثبات دعوے کی توقع کیجا سکتی ہے۔ ؟

شبہ ذی روح و غیر ذی روح کی تفریق صحیح نہیں

معارف نے اپنے دعوے کی تائید کے ضمن میں فرمایا ہے "اکثر محدثین و فقہائے جواز و عدم جواز تصاویر کے باب میں ذی روح اور غیر ذی روح کی تفریق کی ہے اور لکھا ہے کہ غیر ذی روح تصاویر اسلئے جائز ہیں کہ وہ پوجی نہیں جاتیں" لیکن میرے نزدیک

تو یہ تفریق صحیح نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ قابلِ عبادت اور غیر قابلِ عبادت کی تفریق کیجائے ہندوستان کے لوگ جانتے ہیں کہ اس ملک کے کتنے فرقے درخت پرستی میں مبتلا ہیں۔ اس بنا پر کیا ان قاص درختوں کی تصویر کشی جائز قرار دیجائیگی کہ وہ غیر ذی روح ہیں۔

اس اعتراض کے دو جزء ہیں (۱) یہ کہ ذی روح و غیر ذی روح کی تفصیل جو جمہور فقہاء و محدثین نے کی ہے صحیح نہیں۔ (۲) یہ کہ قابلِ عبادت و غیر قابلِ عبادت کی تفصیل صحیح ہے۔

دوسرے جزء کے تسلیم کرنے سے کسی کو انکار نہیں جیسا کہ میں تصویر کشی کے متعلق بحث کرتے ہوئے عرض کر چکا ہوں۔ تمام فقہاء و محدثین بھی تصویر کے جواز و عدم جواز کے بارہ میں اس تفریق کو تسلیم کرتے ہیں چنانچہ امام المحدثین خطابی کا قول گذر چکا ہے۔

واما ما عبد من دون الله ولو كان من الجمادات كالشمس والقمر فينبغي ان يحرم تصويره — اور وہ چیزیں جنکی اللہ کے سوا عبادت کی گئی ہے مثل چاند سورج کی مناسب ہے کہ ان کی تصویر بھی حرام ہو۔

اور شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا ہے۔

فان كل ما عظم بالباطل من كان او زمان او حجر او شجر او بنية يجب قصد اهانته كما تهان الاوثان المعبودة وان كانت لولا عبادتها لكانت كسائر الاحجار	ہر وہ چیز جس کی تعظیم باطل (عبادت) کیجا اُس کی اہانت اور تذلیل کا ارادہ کرنا واجب ہے خواہ وہ مکان ہو یا زمانہ شجر ہو یا حجر یا کوئی اور مکان جیسے پوجاپاٹ کے بتوں کو ذلیل کیا جاتا ہے حالانکہ اگر ان کی عبادت نہ ہوتی تو تمام پتھروں کی طرح ان کی بھی تحقیر واجب نہ ہوتی۔
(فتاویٰ ابن تیمیہ ص۴۴ ج۲)	

خلاصہ یہ کہ ہر وہ چیز جس کی تعظیم باطل عبادت وغیرہ کیجائے مسلمان کیلئے اُسکی اہانت و تذلیل واجب ہے جیسا کہ اس میں ذی روح و غیر ذی روح کی تعمیم ہے ایسے ہی یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ تصویر ہی ہو۔ البتہ اگر قابلِ عبادت و غیر قابلِ عبادت کی تفریق کو صحیح کہا جائے تو اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ ذی روح و غیر ذی روح کی تفریق صحیح نہ ہے۔ کیا یہ جائز نہیں کہ ایک شئے کی مختلف وجوہ سے متعدد تقسیمات کیجائیں۔ اس میں کونسا حرج ہے کہ تصویر کے بارہ میں ان دونوں تفریقوں کو جاری رکھا جائے اور کہا جائے کہ وہ تصاویر جنکی عبادت ہوتی ہے مطلقاً ناجائز ہیں خواہ ذی روح کی ہوں یا غیر ذی روح کی۔ اور جنکی پوجا پرستش نہیں ہوتی اُن میں سے ذی روح کی تصاویر (باستثنائے اقسام مذکورہ)

ف اس مسئلہ کی پوری تفصیل حصہ اول کے باب سوم میں گذر چکی ہے ۱۲ منہ

ناجائز ہیں۔ اور غیر ذی روح کی مطلقاً جائز (اور یہی تمام محدثین و فقہا کا مذہب ہے) یہ تمام گذارش جزء ثانی کے متعلق تھی۔

باقی اعتراض کا جزء اول یعنی ذی روح و غیر ذی روح کی وہ تفریق جو تمام محدثین و فقہائے کی ہے اس کا صحیح نہ ہونا سو اس کو وہ شخص تو ہرگز تسلیم نہ کریگا جسکے پہلو میں دل ہو اور اُسے اپنی عاقبت پیش نظر ہو۔ کیونکہ یہ درحقیقت تمام اُمتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا تخطیہ اور اُن پر بدفہمی کی تہمت ہے جس کے بُرے نتائج عجب نہیں کہ آفتابِ نبوت کی بے ادبی اور گستاخی تک پہونچ جائیں نعوذ باللہ منہ ونلوذ الیہ اور یہ اسلئے کہ یہ حضرات احکام شرعیہ کے بارہ میں تنے بہادر اور متجاسر نہ تھے جتنے کہ آج چودہویں صدی کے آزاد خیال حضرات۔ یہ اس شوارگذار منزل میں پھونک پھونک کر قدم رکھتے تھی انکا ہر قول اور ہر فتوی قرآن و حدیث و آثار صحابہ کا تمسک اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا جسکی تغلیط و توہین درحقیقت قرآن و حدیث کی تغلیط و توہین ہے مجھے بہت پسند آیا وہ قول جو بعض آزاد خیال اہل عصر نے اپنے تذکرہ میں نقل کیا

"عمارتِ شریعت کی ہر پہلی اینٹ پچھلی اینٹوں کے لئے بنیاد ہے اگر اُس کو نقصان پہونچا یا گیا تو پوری عمارت ہل جائیگی اور یاد رہے کہ سلف کی محبت اور تعظیم ہی اہل سنت ہونے کی سب سے بڑی اور پہلی پہچان ہے۔"

۴۴

چنانچہ مسئلہ زیر بحث بھی اس دعوے کا ایک شاہد ہے۔ کیونکہ تفریق ذی روح و غیر ذی روح میں جو قول علمائے سلف سے منقول ہے وہ درحقیقت احادیث مرفوعہ اور آثار صحابہ کا ترجمان ہے جنکی تفصیل مندرج ذیل ہے۔

" (۱) بحوالہ بخاری و مسلم گذر چکا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن مصور سے بطور عذاب کہا جائیگا کہ اپنی بنائی ہوئی صورت میں جان بھی ڈالو اور ظاہر ہے کہ یہی تب کہا جا سکتا ہے کہ جب تصویر ذی روح کی ہو۔ اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ غیر ذی روح کی تصویر کشی جائز ہے اور جب اس کی تصویر بنانا جائز ہوا تو اُس کا گھر میں رکھنا بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا جس سے تفریق مذکور بلا تامل سمجھی جاتی ہے۔"

" (۲) حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک طویل حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا:۔

انھن ثلاث لن یلج ملک مادام فیھا ابدا احدمنھا کلب اوجنابۃ اوصورۃ روح۔ (مسند احمد ج۱)	تین چیزیں ہیں کہ جب تک وہ گھر میں ہیں گی کوئی فرشتہ رحمت اُس میں داخل ہوسکے گا: ایک اُن میں سے کتّا ہے اور ناپاک آدمی اور تصویر ذی

یہ دونوں حدیثیں جواز و عدم جواز تصاویر کے باب میں تصریحاً وہی تفریق کرتی ہیں جو تمام محدثین وفقہا نے فرمائی ہے۔ یعنی ذی روح وغیر ذی روح کی الخ کیا اس کے بعد بھی کوئی مسلمان یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ تفریق صحیح نہیں، اسکے بعد آثار صحابہ ملاحظہ ہوں۔

"(۳) تصویر کشی پر بحث کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضہ کا واقعہ بحوالہ بخاری وسلم مفصل گذر چکا ہے کہ اُنھوں نے غیر ذی روح کی تصاویر بنانے کی اجازت دی اور جب بنانا جائز ہے تو اُن کا گھر میں رکھنا کیوں جائز نہو گا۔ کیا بغیر کسی جگہ میں رکھے ہوئے بھی کوئی تصویر بن سکتی ہے؟"

"(۴) بحوالہ صحیح بخاری گذر چکا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے عذاب مصورین والی حدیث کی شرح میں یہ الفاظ فرمائے ہیں:۔ یرید التماثیل اللتی فیھا الارواح (بخاری کتاب اللغات باب شہود) حدیث میں اُن چیزوں کی تصاویر مراد ہیں جن میں ذی روح ہوں۔

"(۵) اس ضمن میں حضرت علی رضہ کا قول گذر چکا ہے۔ ۴۴

قال من صور تمثال ذی الروح کلف یوم القیامۃ ان ینفخ فیہ الروح ولیس بنافخ (بدائع ص۱۱۶ ج۱)	حضرت علی رضہ نے فرمایا کہ جو شخص ذی روح کی تصویر بنائے اُس کو قیامت کے دن تکلیف دیجائیگی کہ اسمیں روح پھونکے اور وہ پھونک نہ سکیگا۔"

ناظرین نے دیکھ لیا کہ مولانا موصوف نے جمہور فقہا و محدثین کے پردہ میں کسکی تردید و تضعیف کی ہے نہ صرف حبر الاُمۃ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی، بلکہ خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ سلم تک بھی اسکا اثر پہنچا ہے اور یہ کوئی تعجب کے قابل نہیں بلکہ یہ جمہور سلف صالحین کی مخالفت کا لازمی نتیجہ اور اُس بے پروائی کا ثمرہ ہے جس کا نام آزادی یا روشنخیالی رکھا جاتا ہے۔

مولانا نے یہ اعتراض کرتے ہوئے اپنے دعوے پر چند احادیث بطور استدلال پیش کی ہیں جو معہ جواب درج کیجاتی ہیں لیکن پہلے اس پر تنبیہ کردینا ضروری ہے کہ جمہور کو قابل عبادت و غیر قابل عبادت کی تفریق سے انکار نہیں۔ اسلئے اسپر دلائل پیش کرنیکی بھی حاجت نہیں مختلف فیہ فقط ذی روح وغیر ذی روح کی

تفریق ہے جمہور اُس کو صحیح کہتے ہیں اور مولانا نے اس کو غلط بتلادیا ہے اور اسی پر دلائل پیش کرنے کی ضرورت ہے لیکن ناظرین دیکھینگے کہ عادتِ قدیمہ کے موافق یہاں بھی معاملہ برعکس ہے۔ متفق علیہ پر دلائل قائم کئے جاتے ہیں اور مختلف فیہ سے اغماض کیا جاتا ہے وہی ہذہ۔

(۱) ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان لا یترک فی بیتہ شیئاً فیہ صلیب الا نقضہ (کتاب اللباس)	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ایسی چیز نہ چھوڑتے تھے جس پر صلیب بنی ہو لیکن اُس کو ہٹا دیتے تھے۔

یہ حدیث صحیح بخاری۔ ابوداؤد ۔ مسند احمد اور نسائی میں ہے۔ ان میں سے بعض روایتوں میں چیز کے بجائے کپڑے کی تخصیص ہے۔

(۲) ترمذی تفسیر سورہ توبہ میں ہے کہ حضرت عدی ابن حاتم جب حاضر خدمت ہوئے تو چونکہ وہ پہلے عیسائی تھے اس لئے اُن کے گلے میں صلیب پڑی تھی۔ آپ نے فرمایا اے عدی اپنے گلے سے اس بت کو اتار ڈالو۔

ان احادیث سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہونچتی ہے کہ غیر ذی روح بھی اگر عبادت مشرکانہ کے کام میں آتا ہو تو اُس کی تصویر کشی بھی جائز نہیں اور وہ بھی بُت کے حکم میں ہے۔

۸۵ یہ سب کچھ صحیح لیکن نتیجہ تحصیل حاصل کے سوا کچھ نہیں کیونکہ میں نے ابھی فقہا و محدثین کے اقوال نقل کئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس سے ان کو بھی انکار نہیں۔ پھر اس پر استدلال پیش کرنیسے کیا فائدہ۔

اس کے بعد فاروق اعظم کے ایک واقعہ سے استدلال کیا ہے جس کو آپ نے تاریخ طبری سے نقل کیا ہے لیکن ساتھ ہی پہل سکی جوابدہی سے بھی سبکدوش کردیا کیونکہ نقل کرکے آپ خود ہی فرماتے ہیں۔

"امام موصوف نے بحیثیت مورخ اس واقعہ کو لکھا ہے۔ اور سند ناتمام لیکن متعدد راویوں کی مجموعی تائید سے نقل کی ہے۔ تاہم محدثین پر اسکے تسلیم کرنے کے لئے زور نہیں دیا جاسکتا"

بہرحال یہ واقعہ خود مولانا کی نظر میں بھی استدلال کے قابل نہیں بلکہ اسکا ذکر صرف تکثیر تعداد کیلئے ہے۔

اس کے بعد اس مدعا کی تائید میں مسند احمد سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ نے ایک دن حضرت علیؓ کو مامور فرمایا۔ اور حکم دیا۔

لا یدع بھا (المدینۃ) وثنا الا کسرہ ولا قبراً	مدینہ میں وہ کوئی بت نہ چھوڑیں جس کو نہ توڑدیں اور نہ کوئی

الا سواہ ولا صورۃ الا لطخها (علیہ) قبر جس کو برابر نکردیں۔ اور نہ کوئی تصویر جس کو خراب کر دیں

لیکن اِس سے انکار کس کو ہے جسکے لئے اِس استدلال کی ضرورت ہو میں خود اپنی ابتدائے تحریر میں لکھ چکا ہوں کہ دنیا میں شرک و بت پرستی کی اصل تصویر سے قائم ہوئی ہے۔ مگر اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ تصاویر غیر مشرکانہ بالکل جائز ہو جائیں اور نہ اس کو ذی روح وغیر ذی روح کی تفریق سے کوئی تعلق۔

الحاصل احادیث و آثار کی رو سے وہ تفریق بالکل صحیح ہے جس کو بعض اہل عصر کی روشنخیالی غیر صحیح بتلاتی ہے۔ ہاں قابلِ عبادت وغیر قابلِ عبادت کی تفریق سے بھی انکار نہیں۔ بلکہ اگر ذرا تامل سے کام لیا جائے تو اس موقعہ پر قابلِ عبادت وغیر قابل عبادت کی وہ تفریق مناسب نہیں جس کو مولانا موصوف نے اختیار کیا ہے۔ کیونکہ اس کو تصویر کیساتھ کوئی خصوصیت نہیں بلکہ جیسا کہ میں مفصل عرض کر چکا ہوں وہ ہر چیز جس کی عبادت کیجائے مسلمان کے لئے اُس سے اظہار نفرت اور اُنکی اہانت واجب ہے خواہ وہ تصویر ہو۔ یا شجر حجر ایک مٹی کا تودہ ہو یا بہنے والی گنگا جسکی تائید میں شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ کا فتویٰ نقل کر چکا ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مذاہب فقہاء | احادیث و آثار کے بعد مولانا نے فقہ کی طرف توجہ فرمائی ہے اور اقوالِ فقہا سے استدلال کا ارادہ کیا ہے۔ میں حیرت میں ہوں کہ بار الہا یہ کیسا استدلال اور کیسی تائید ہے۔ فقہائے مذہب بعد صاف صاف مولانا کے دعوے کے خلاف اعلان کرتے ہیں جس کا خود آپنے بھی بارہا اقرار کیا ہے۔ لیکن پھر انہیں اقوال کو فرمایا جاتا ہے کہ یہ ہماری تائید کرتے ہیں اگر تائید اسی کا نام ہے تو دنیا میں کوئی باطل سے باطل دعویٰ غلط ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ عالم کا ہر لکھا ہوا کاغذ اور بولا ہوا جملہ (اس معنے میں) اسکی تائید کریگا ۴۶

تعجب ہے کہ فقہا کے اقوالِ ذیل نقل کئے جاتے ہیں جن سے آپکی صریح مخالفت معلوم ہوتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ ہمارے دعوے کے دلائل ہیں۔

معارف کی مطبوعہ تحریر موجود ہے تصدیق کیلئے اسکو ملاحظہ کیجئے یہاں اس میں سے صرف ایک قول نمونہ کے لئے نقل کیا جاتا ہے جسمیں تمام فقہائے احناف وغیر احناف کے مذاہب درج ہیں اس کو دیکھکر آپ خود اندازہ کرلیں گے کہ کیا یہ مذاہب مولانا کے دعوے کی تائید کر سکتے ہیں۔

مولانا نے معارف میں بحوالہ فتح الباری یہ عبارت نقل کی ہے۔

واستدل بھذا الحدیث علی جواز اس حدیث سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ تصویروں کا

اتخاذ الصور اذا کانت لا ظل لها وهی مع ذلک مما یوطأ ویهان او یمتهن بالاستعمال کالمخاد والوسائد قال النووی وهو قول الثوری ومالک وابی حنیفة والشافعی ولا فرق فی ذلک بین ما له ظل وما لا ظل له فان کان معلقا او علی حائط او ملبوسا او عمامة ونحو ذلک مما لا یعد ممتهنا فهو حرام (ص ۳۲۶ جلد ۱۰)

رکھنا اگر اُن میں سایہ نہو (یعنی جسامت نہو) اور وہ اسی کی ساتھ روندی بھی جائیں یا استعمال سے اُنکی حقارت کیجائے تو جائز ہے جیسے فرش اور تکیہ میں۔ امام نووی نے کہا ہے کہ یہی امام ثوریؒ امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا قول ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ تصویروں میں سایہ ہو یا نہو اور اگر وہ دیواروں میں لٹکائی جائیں وہ لباس یا عمامہ میں یا اسی قسم کی اور چیزیں ہوں جو حقیر نہیں سمجھی جاتیں تو وہ حرام ہیں۔

اس میں کونسا لفظ ہے جو مولانا کے دعوے کی تائید کرے

شبہ تصویر کے پس پشت ہونے کی صورت میں نماز مکروہ نہونے پر اعتراض و جواب

معارف میں ہے "ہدایہ۔ ردالمحتار اور عالمگیری وغیرہ میں بھی اسی تحقیق کی بازگشت ہے۔ صرف ایک نئی بات ہے اور وہی قابل گرفت ہے مفسدات صلوٰۃ کے بیان میں لکھتے ہیں ولا باس بان یصلی علی بساط فیہ تصاویر لانہ یجلس علی التصاویر (یعنی اگر جانماز میں تصویریں بنی ہوں لیکن سجدہ اُن تصویروں پر نکیا جاوے تو نماز مکروہ نہیں ہوتی۔ اور اگر مصلّی کے سر کے اوپر چھت میں یا سامنے یا مقابل میں تصویر ہو تو نماز مکروہ ہوجاتی ہے حالانکہ جو احادیث پہلے نمبر میں گذر چکی ہیں اُن سے صاف عیاں ہوتا ہے کہ کراہت ہر حال میں لازم آنی چاہیئے ورنہ تعجب ہے کہ ایک طرف تو تصویر کے وجود سے فرشتگان رحمت دور ہٹ جاتے ہیں اور دوسری طرف اگر جانماز تک میں تصویر ہو تو باران رحمت کا انقطاع نہیں ہوتا" (معارف)۔ ۴۷

لیکن کاش کہ مولانا موصوف فقہائے متقدمین کو ملامت کرنے میں جلدی نکرتے اور اُنکی تصانیف کو ایک ردی کا انبار نہ سمجھکر ملاحظہ فرماتے تو یہی کتابیں اُن کو اس اعتراض کا جواب دیتیں اور اُن کی عبارت

۵۱ فتح الباری کے الفاظ یہی ہیں لیکن معارف میں اِن کے بجائے اذا کانت لہا ظل نقل کیا گیا ہے جس نے عبارت کے معنے بدل دیئے کہ نفی کو اثبات کر دیا۔ میں اس تحریف کو مولانا کی طرف ہرگز منسوب نکرتا بلکہ کاتب کے حوالہ کرتا۔ اور اگر مولانا نے اس کا ترجمہ بھی محرف عبارت کے موافق نکیا ہوتا۔ یا للعجب کیا ایسے ایسے اکابر بھی عبارتوں میں تحریف کیا کرتے ہیں۔ ۱۲ منہ

۵۲ یہ صحیح مولانا نے اِس کا ترجمہ اگر اُن میں سایہ ہو بصورت اثبات کیا ہے۔ ۱۲ منہ

ذیل آپکی نظروں سے اوجھل نرہتیں۔ نہر الفائق شرح کنز الدقائق باب مفسدات صلوٰۃ میں دیکھو۔

لو کانت خلفہ او تحت رجلیہ لا تکرہ الصلوٰۃ لکن یکرہ کراھۃ جعل الصورۃ فی البیت لخبر ان الملائکۃ لا تدخل بیتا فیہ کلب لا صورۃ (نہر قلمی ص)

اگر تصویر نمازی کے پیچھے یا قدموں کے نیچے ہو تو نماز مکروہ نہیں ہوتی لیکن تصویر کو گھر میں رکھنے کی کراہت و ممانعت ضرور رہیگی بوجہ حدیث کے کہ ملائکہ اُس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا مورت ہو۔

اور یہی مضمون اکثر کتب فقہ۔ فتح القدیر۔ بحرالرائق۔ بدائع طحطاوی شرح الدر وغیرہ میں بعبارات مختلفہ موجود ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے مکروہ نہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُن تصویروں کا استعمال بھی جائز ہو جائے۔ اور فرشتگان رحمت اُس سے دور نہیں رہتے۔ یا بار ان رحمت کا انقطاع نہو۔ کیونکہ کراہت صلوٰۃ کا مدار تصویر پرستی کی مشابہت پر ہے جب یہ مشابہت لازم آتی ہے اُس وقت نماز مکروہ ہو جاتی ہے ورنہ نماز میں خلل نہیں آتا۔ اگرچہ اِن تصویروں کا رکھنا فی نفسہ ناجائز ہو اور یہ شخص ان کی وجہ سے گناہگار ہو۔

48 تصاویر کے جواز و عدم جواز کے بارہ میں عظمت و ذلت کا کیا معیار ہے

شبہ (معارف صفحہ ۲۵۵ میں ہے) تمام فقہا متفق ہوکر یہ کہتے ہیں کہ اگر تصویریں محل عظمت میں نہوں مثلاً پاؤں کے نیچے ہوں یا اور کسی قسم کی ذلت میں ہوں تو جائز ہیں۔ اِس عظمت و ذلت کا کیا معیار ہے اس کی تفصیل مثالوں میں کی گئی ہے یعنی یہ کہ مثلاً فرش یا تکیہ میں ہوں لیکن اس سے کوئی اصولی بات سمجھ میں نہیں آتی مثلاً آجکل کی طرح کتابوں میں ہوں یا چائے کی پیالوں میں ہوں تو کیا فیصلہ ہے کہ یہ محل عظمت میں ہیں یا محل ذلت میں۔ کبھی کتابیں طالب علم کا تکیہ بھی بنتی ہیں اور کبھی حفاظت سے الماریوں میں بھی رکھی جاتی ہیں۔ چائے کی پیالیاں کبھی زمین پر بھی ڈالدی جاتی ہیں اور کبھی میز پہ بھی رکھی جاتی ہیں۔ اِس لئے عظمت و ذلت کی کوئی اصولی تفسیر کرنی چاہیئے۔ (انتہی بلفظہ)

فقہا کا فیصلہ اس بارہ میں بالکل کھلا ہوا فیصلہ ہے۔ اگر انصاف کیجئے تو اُس میں کوئی خفا نہیں عظمت و ذلت عرفی چیزیں ہیں جس کو عرف میں عظمت کہا جائے وہی عظمت ہے اور جسے ذلت کہا جائے وہ ذلت اور ہر مصور چیز میں عظمت و ذلت کے دونوں احتمال ہوتے ہیں جب اُس کو ذلت کے ساتھ استعمال کیا جائے تو وہ ذلیل و مہان کہلائیگی اور جب اُسی چیز کو عظمت و وقعت کے ساتھ رکھا جائے تو معظم و موقر ہو جائیگی۔ عظمت کوئی انعامی تمغہ نہیں کہ جس کو ملگیا وہ ہمیشہ معظم رہے۔ ذلت کا احتمال بھی اُس سے اٹھ جائے اسی طرح ذلت کوئی رسوائی کا ٹیکہ نہیں

کہ جس (کی) پیشانی پر لگ گیا اب اُس کو عظمت نصیب ہونی محال ہے۔

پھر میں نہیں سمجھ سکتا کہ مصور کتابوں اور چائے کی پیالوں میں ہی کیا اشکال آ پڑا کہ وہ کبھی عظمت کیساتھ رکھی جاتی ہیں اور کبھی ذلت کے ساتھ۔ محترما! کیا مصور کپڑے میں بھی یہی اشکال نہیں کہ وہ کبھی ذلت کے ساتھ فرش وغیرہ میں پائمال ہوتا ہے اور کبھی عظمت کیساتھ عمامہ اور دوسرے ملبوس کپڑے بنتا ہے تو جس معیار سے مصور کپڑے کا فیصلہ معلوم کیا ہے مصور کتابوں اور چائے کی پیالوں پر اتنی عنایت کیوں نہیں کیجاتی کہ اُسی معیار سے ان کا فیصلہ بھی نکال لیا جائے مثلاً کپڑے کے متعلق یہ فیصلہ سمجھا گیا ہے کہ جب اُس کو ذلت کیساتھ فرش و تکیہ وغیرہ میں استعمال کریں تو جائز ہے اور جب اس کے علاوہ لباس پردہ وغیرہ میں مستعمل ہو تو جائز نہیں ایسے ہی مصور کتابوں کے متعلق یہ فیصلہ سمجھئے کہ جب وہ طالب علم کا پائمال تکیہ بنیں اُس وقت انکی تصاویر جائز ہیں اور جب تعظیم کیساتھ الماریوں میں رکھی جائیں تو ناجائز اسی طرح مصور چائے کی پیالیاں جب ذلت کے ساتھ زمین پر ڈالدی جائیں یا مثلاً قارورہ وغیرہ میں استعمال کیجائیں۔ تو جائز ہونگی اور جب میز پر رکھی جائیں تو ناجائز اور اسی اسلوب پر ہر مصور چیز کا فیصلہ معلوم ہو سکتا ہے۔

اس کے علاوہ عظمت و ذلت ضدین ہیں جن کا ارتفاع جائز ہے یعنی ممکن ہے کہ ایک چیز نہ معظم ہو اور نہ ذلیل و ممتہن جیسے سیاہی اور سفیدی دو ضدین ہیں اُن کا ارتفاع مجتمعاً جائز ہے اور ممکن ہے کہ ایک چیز نہ سیاہ ہو نہ سفید اسلئے فقہاء رح نے یہ نہیں کہا کہ جو چیزیں محل عظمت میں نہوں اُنکی تصاویر جائز ہیں بلکہ یہ فرمایا ہے کہ جو چیزیں
۴۹ ذلیل و ممتہن ہوں اُن کی تصاویر میں مضائقہ نہیں۔ دیکھو عمدۃ القاری ص ۳۰۷ ج ۱۰۔

وقال الخطابی المراد من الصور التی فیہا الروح مما لم یقطع راسہ او لم یمتہن بالوطء۔
اور محدث خطابی رح نے کہا کہ حدیث حرمت میں تصاویر سے مراد وہ تصویریں ہیں جو ذی روح کی ہوں علاوہ جنکے سر نہ کاٹ دئے گئے ہوں یا پاؤں میں روند کر ذلیل نہ کی گئی ہوں۔

اور اس وقت جتنی تصاویر محل ذلت میں نہ ہونگی وہ سب (باستثنائے اقسام مذکورہ) ناجائز ہونگی خواہ وہ محل عظمت میں ہوں یا نہوں اور اس بنا پر فقط ذلت کی تفسیر معلوم ہونی چاہئے جو خطابی کے مذکورہ بالا قول میں بالوطء (پاؤں میں روندنے سے) بیان کی گئی۔ امام بخاری رح نے اپنی جامع صحیح میں بضمن ترجمہ باب ذلت کی یہی تفسیر کی ہے۔ فرماتے ہیں۔

باب ما وطئ من التصاویر۔
باب ان تصاویر کے بیان میں جو پاؤں میں روندی جائیں۔

بالجملہ اول تو عظمت و ذلت عرفی چیزیں ہیں جنکو ہر زبان دان سمجھ سکتا ہے اُن کی تفسیر کی کوئی حاجت نہیں اور اگر تفسیر ہی کی ضرورت ہے تو اس کی تفسیر انھیں حضرات سے سنئے جنہوں نے یہ عظمت و ذلت کی تفریق کی ہے کیونکہ مشہور ہے کہ تصنیف را مصنف نیکو کند بیان۔ آپ تو اس تفسیر کو ناقابل اعتبار کر چکے ہیں

ملاحظہ ہو فتح الباری ص۳۲۶ جز ۱۰ حضرت عکرمہؓ ذلت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

کانوا یقولون فی التصاویر فی البسط والوسائد التی توطأ ذل لھا۔ — صحابہ فرمایا کرتے تھے اُن تصاویر میں جو پامال فرشوں یا تکیوں میں ہوں اُن کی ذلت ہے۔

اور علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں حضرت حسنؓ سے ایک اثر نقل کیا ہے جس سے عظمت کی تفسیر واضح ہوتی ہے۔

یحکی عن الحسن والعطاء انھما دخلا بیتاً فیہ بساط علیہ تصاویر فوقف عطاءٌ وجلس الحسن وقال تعظیم الصورۃ فی ترک الجلوس علیھا — نقل کیا جاتا ہے کہ حضرت حسن رح اور عطا رح ایک مکان میں داخل ہوئے جس میں ایک تصویر دار فرش بچھا ہوا تھا۔ یہ دیکھکر حضرت عطا ر تو کھڑے رہ گئے اور حضرت حسن جا بیٹھے اور فرمایا کہ تصاویر کی تعظیم اس میں ہے کہ اُن پر نہ بیٹھیں۔

فتح الباری میں بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ حضرت ابن سیرین اور سالم ابن عبد اللہ ابن عمر الفاروق اور عکرمہ ابن خالد اور سعید ابن جبیر اور عروہ رضی اللہ عنہم سے بھی عظمت وذلت کی یہی تفسیر نقل کی ہے۔

اور حضرت ابوہریرہؓ کی مرفوع حدیث بحوالہ معجم اوسط للطبرانی گذر چکی ہے جسکے یہ الفاظ ہیں اس سے بھی یہی تفسیر مستفاد ہوتی ہے۔

رخص ما کان یوطأ وکرہ ما کان منصوبا (معجم اوسط للطبرانی وتخریج زیلعی) — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تصاویر میں انکی اجازت دی ہے جو پاؤں میں رُندی جائیں اور کھڑی ہوئی کو ناجائز کیا ہے۔

یہ تمام احادیث وآثار کا مجموعہ قطعی علم کرتا ہے کہ شارع علیہ السلام کی نظر میں عظمت وذلت کی وہ تفسیر ہرگز ملحوظ نہیں جو مولانا سید سلیمان صاحب نے ایجاد کی ہے۔ یعنی:۔

"اس بنا پر عظمت وذلت کی تفسیر یہ کیجائیگی کہ وہ صورتیں جن سے تصاویر کی تعظیم سمجھی جائے یا عبادت کی موہم ہوں یا کفار کے معابد اور عیسائیوں کے کنیسوں میں جس طور سے رکھی جاتی ہوں وہ عظمت ہوگی اور جن صورتوں میں ان تصاویر کی تحقیر بے پروائی، اور تصاویر بحیثیت تصاویر کے کوئی خیال وخطرہ انکی عظمت کا نہ تا ہو اور نہ وہ کفار ودیگر فرق ضالہ کے طرق عبادت وتعظیم اصنام کے مشابہ ہوں۔ وہ ذلت وامتہان ہوگا۔"

لیکن ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اسمیں اور اس تفسیر میں جو جمہور نے کی ہے سوائے لفظی ہیر پھیر کے کیا فرق ہے کیونکہ مصداق اور نتیجہ کے اعتبار سے دونوں کا حاصل ایک ہی ہے۔ اور اگر یہ تفسیر مولانا کے قلم سے سہواً نہیں نکلی تو شکر کرنا چاہیئے کہ آخر میں مولانا بھی اُسی راستہ پر آگئے جو تمام امت کا طریق ہے۔ اور یہ اسلئے کہ آپنے ذلت کی تفسیر میں تین چیزیں ارشاد کئے ہیں۔ تصاویر کی تحقیر وبے پروائی ہو۔ اور تصاویر بحیثیت تصاویر کے کوئی خیال وخطرہ اُن کی عظمت کا نہوتا ہو اور نہ وہ کفار ودیگر فرق ضالہ کے طرق عبادت وتعظیم اصنام کے مشابہ ہوں۔

لیکن مولانا نے جن تصاویر کو جائز کرنا چاہا ہے۔ اس تفسیر پر وہ ہرگز ذلت و امتہان کا مصداق نہیں بن سکتیں۔ کیا اُن غیر مشرکانہ تصاویر کو جو کمروں کی آرائش کے لئے معلق یا دیواروں پر چسپاں کیگئی ہیں یا کتابوں اور کپڑوں اور برتنوں وغیرہ میں بغرضِ آرائش وغیرہ نقش ہیں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ اُنکی تحقیر و بے پروائی ہو رہی ہے اور اگر کوئی کہے تو خود یہ تصاویر اُسکی تکذیب کرینگی اور کہیں گی کہ ہم صاحب مکان کے نزدیک ایسی عزت کی چیز بنیں ہیں کہ ہم سے مکان کی عزت اور کپڑوں اور برتنوں وغیرہ کی زینت ہے۔ اسی طرح اس قسم کی تصاویر مشابہت کفار سے بھی نہیں بچ سکتیں۔ کیونکہ مشابہت اسکا نام نہیں کہ واقعی اُن کی پوجا کیجائے بلکہ صرف اُنکو اسطرح رکھنا جسطرح کفار رکھتے ہیں مشابہت کیلئے کافی ہے جس سے یہ تصویریں خالی نہیں ہوتیں۔

البتہ فرش و تکیہ وغیرہ کی پائمال تصاویر پر یہ تینوں بلے صادق ہیں کہ اُنکی تحقیر و بے پروائی بھی ہو اور تعظیم و عبادت اصنام کے بھی مشابہ نہیں۔ اس لئے اس تفسیر پر مولانا کے نزدیک بھی پامال تصاویر کے علاوہ اور کوئی (مکمل اور بڑی) تصویر جائز نہ ہوگی۔ وہو مذہب الجمہور فلا خلاف۔ والحمد للہ علی ذلک۔

شبہ ذی روح وغیر ذی روح کی تفسیر

معارف نے اس بارہ میں اپنی تحقیق یہ بیان کی ہے کہ غیر ذی روح کی تصاویر کو تو تمام فقہار نے عموماً جائز کہا ہے۔ بحث ذی روح میں ہے "ذی روح" کی تفسیر یہ کیگئی ہے کہ وہ تصویر کسی حیوان کی ایسی مکمل تصویر ہو کہ اگر یہ فرض کیا جائے کہ اُس
۵۱ میں جان ڈالدی جائے تو زندہ ہو جائے۔ کاغذی تصاویر یا کپڑے کی تصاویر غرض غیر مجسم تصاویر پر یہ بات صادق نہیں آتی کہ وہ ذی روح ہے کیونکہ وہ صرف نقش اور رنگ ہے جس میں کسی قسم کا عمق نہیں۔ صرف خطوط سے شکل پیدا کی گئی ہے اور اس میں کسی طرح زندگی نہیں پیدا ہو سکتی۔

لیکن یہ تفسیر چند وجہ سے ناقابل اعتبار ہے۔

اوّل یہ کہ جب ہم معارف کی اس تحقیق کے ساتھ اُس کی گذشتہ عبارت ذیل کو جوڑتے ہیں تو ہمیں ان دونوں میں ایک تناقض نظر آتا ہے جو ہمیں حیرت میں ڈالدیتا ہے کہ ہم اُس کے سابق فیصلہ کو صحیح سمجھیں یا لاحق کو۔ (عبارت مذکورہ یہ ہے)

"اکثر محدثین و فقہار نے جواز و عدم جواز تصویر کے باب میں ذی روح اور غیر ذی روح کی تفریق کی ہے لیکن میرے نزدیک تو یہ تفریق صحیح نہیں۔"

کیونکہ اس کا مقتضے یہ ہے کہ ذی روح و غیر ذی روح کی تفریق ہی صحیح نہیں۔ اور یہ تقریر زیر بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ تفریق صحیح ہے۔ یہانتک کہ اس تفریق کی بنا پر بعض مسائل کا استنباط کیا جا رہا ہے

اس لئے اس کے بیان کرنے کی ضرورت ہے کہ ان دونوں فیصلوں میں سے کونسا فیصلہ صحیح ہے۔
دوسرے یہ کہ اس میں معارف نے اپنی مخترع اور منگھڑت تفسیر کے متعلق کہا ہے کہ "ذی روح کی تفسیر کی گئی ہے" جو اس بات کا اعلان ہے کہ یہ تفسیر مولانا سید سلیمان صاحب کا ذاتی اجتہاد نہیں) بلکہ علمائے سلف سے منقول ہے۔ لیکن مجھے جماعت فقہا و محدثین میں ایک شخص بھی ایسا نظر نہیں آتا جس نے ذی روح کی یہ مہمل تفسیر کی ہو۔
تیسرے یہ کہ یہ تفسیر تمام امور سے قطع نظر کرتے ہوئے خود بھی ایک مہمل اور بے معنی تفسیر ہے۔ کیونکہ یہ بات کچھ زیادہ فراست و دانائی کی بھی محتاج نہیں کہ فقہا کی عبارتوں اور احادیث و آثار میں تصویر ذی روح سے یہ مراد ہے کہ یہ تصویر کسی جاندار چیز کی ہے۔ نہ یہ کہ یہ تصویر خود جاندار ہے۔ اسی طرح تصویر غیر ذی روح سے غیر جاندار چیز کی تصویر مراد ہے نہ کہ یہ تصویر خود غیر جاندار ہے ورنہ تصاویر تو تمام ہی غیر جاندار ہیں مجسمات ہوں یا کاغذ وغیرہ کی تصویریں اُن میں یہ تقسیم ذی روح و غیر ذی روح بالکل بے معنے ہے۔ اور تفسیر مذکور اسی پر مبنی ہے۔ اس کے علاوہ تصویر ذی روح کی اس تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ
"وہ تصویر کسی حیوان کی ایسی مکمل تصویر ہو کہ اگر فرض کر لیا جائے کہ اُس میں جان ڈالدی
۵۲ جائے تو وہ زندہ ہو جائے"
قطع نظر اس سے کہ یہ تفسیر شرعاً صحیح ہے یا غلط اگر محض اس کے مطلب پر غور کیا جائے تو ایک بے معنے کلام معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ فرض کرنا تو محال کا بھی جائز ہے۔ دن کے بارہ بجے ہم یہ فرض کر سکتے ہیں کہ اس وقت اندھیری رات ہے اور جن لوگوں کو فنون عقلیہ سے کچھ مناسبت ہے وہ جانتے ہیں کہ ایک محال دوسرے محال کو مستلزم ہو سکتا ہے مثلاً جب دوپہر کے وقت کو رات فرض کر لیا گیا تو اُس کی ساتھ لازمی طور سے یہ بھی فرض کرنا پڑیگا کہ اس وقت آفتاب طلوع نہیں۔
اسی طرح جب کسی چیز کے متعلق یہ فرض کیا جائیگا کہ اُسمیں جان ڈالدی گئی تو بلا تامّل یہ بھی فرض کرنا پڑیگا کہ وہ چیز زندہ ہو گئی۔ اس لئے اگر ہر وہ تصویر تصویر ذی روح ہے جو بر تقدیر جان ڈالنے کے زندہ ہو جائے۔ تو دنیا کی تمام تصویریں تصاویر ذی روح ہو جائیں گی۔ اور عالم میں کسی تصویر پر یہ بات صادق نہ آئیگی کہ وہ تصویر غیر ذی روح ہے۔ کیونکہ اس تفسیر پر ہر تصویر خواہ وہ کسی حیوان کی ہو یا شجر و حجر کی تصویر ذی روح کی مصداق ہے۔ کیونکہ ایک پتھر اور ایک درخت کو اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ اُسیں جان ڈالدی گئی تو وہ بھی اس فرض و تقدیر پر زندہ کہلائیگا۔ اگرچہ واقع میں نہیں۔

اور اس سے زیادہ حیرت انگیز وہ تفریع اور استنباط ہے جو مولانا نے اس تفسیر سے کیا ہے یعنی کہ "کپڑے کاغذ وغیرہ کی غیر مجسّم مورتوں پر یہ بات صادق نہیں آتی کہ وہ ذی روح ہیں کیونکہ وہ صرف نقش اور رنگ ہے جس میں کسی قسم کا عمق نہیں صرف خطوط سے شکل پیدا کی گئی ہے اور اسمیں کسی طرح زندگی نہیں پیدا ہوسکتی"۔ کیونکہ اگر زندگی کا پیدا ہونا باعتبار عادۃ جاریہ کے مراد ہے۔ تب تو جس طرح کپڑے کاغذ وغیرہ کی تصویر میں زندگی پیدا نہیں ہوسکتی اسی طرح مجسّمات اور پتھر کی تراشی ہوئی مورتوں کو بھی ہم زندہ ہوتے ہوئے نہیں دیکھتے۔ اور اگر زندگی پیدا ہونیسے اُس کا بذریعہ معجزہ وکرامت زندہ ہوجانا مراد ہے تو مجھے اس میں کاغذ کی تصویر اور پتھر کی مورت میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ جس طرح ایک پتھر کا بت معجزہ کے ذریعہ سے باذن اللہ زندہ ہوسکتا ہے۔ ایسے ہی کاغذ اور کپڑے وغیرہ کی تصویر سے بھی خدائے قدیر کی قدرت قاصر نہیں۔ اگر غیر مجسّم تصاویر میں عمق نہونے کی وجہ سے اس قسم کے اعضا نہیں جن پر حیٰوۃ کا مدار ہے تو مجسّمات بھی اکثر ٹھوس ہوتے ہیں نہ اُن میں دل ہوتا ہے نہ جگر نہ معدہ نہ امعاء اور نہ کوئی دوسرا عضو باطن ہاں خدا کی قدرت سے بطور معجزہ یہ سب اعضاء اُس میں بن سکتے ہیں سو اِس میں غیر مجسّم مورتیں بھی اُن کے مساوی اور ہم پلہ ہیں۔ بلکہ اس اعتبار پر تو مورت ہونا بھی ضروری نہیں۔ معجزہ وکرامت سے ایک بیجان درخت بھی جاندار
ہوسکتا ہے۔ اور سنگریزے اور لکڑی کا ستون بھی زندہ ہوسکتا ہے (بلکہ بن چکا ہے) اس کے بعد وہ ۵۲
استدلال بھی ملاحظہ ہو جو معارف نے ذی روح کی تفسیر مذکور پر حدیث ذیل سے پیش کیا ہے۔

نسائی میں حضرت ابوہریرۃ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں آئے بسبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ گھر میں مجسمہ اور تصاویر موجود تھیں اور ایک کتا بیٹھا تھا اُس کے بعد فرشتۂ غیب نے یہ تعلیم کی۔

وفی بیتک ستر فیہ تصاویر	حالانکہ آپکے گھر میں ایک پردہ ہے جس میں تصاویر ہیں
فاما ان تقطع رؤسہا او تجعل	تو یا تو اُن کے سر کاٹ دیجئے اور یا بچھا دیجئے دوسرے
بساطا یوطاء	الفاظ میں اتنا زیادہ ہے کہ مجسمہ کا سر کٹوا دیجئے تاکہ وہ درخت کی صورت ہوجائے

اس حدیث سے ہم کو دو باتیں ثابت کرنی ہیں۔ اول یہ ہے کہ اگر مجسمہ یا تصاویر کا دھڑ الگ کر لیا جائے جس کے بغیر زندگی ناممکن ہو تو وہ جائز ہیں۔ دوسری بات یہ کہ ذی روح کی جو تفسیر اوپر بیان کیگئی ہے وہ صحیح ہے ورنہ اگر ذی روح کے یہ معنے لئے جائیں کہ حیوان ہو تو اس صورت میں حضرت جبرئیل کا یہ فرمانا کہ مجسمہ کا سر کاٹ دیا جائے کہ درخت کی طرح ہوجائے کیا معنے رکھیگا کیونکہ سر علیحدہ کرنیکے بعد بھی

وہ ذی روح ہی کی تصویر کہی جائیگی۔

اس ساری تقریر کا حاصل اتنا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سرکٹی ہوئی تصویر کو درخت کی نہیں تصویر غیر ذی روح قرار دیا ہے حالانکہ وہ فی الواقع سر کٹنے کے بعد بھی ذی روح ہی کی تصویر ہے اس لئے ثابت ہوتا ہے کہ تصویر ذی روح و غیر ذی روح کے معاملہ میں ذی روح کے حقیقی معنی مراد نہیں۔ اور اسوقت کہا جاسکتا ہے کہ ذی روح کی وہی تفسیر صحیح ہے جو ہم نے کی ہے ؟

لیکن اس کے جواب میں یہ عرض ہے اور انشاء اللہ تعالٰے میری یہ عرض بیجا نہ ہوگی کہ اگر میں فرض کرلوں کہ اس جگہ ذی روح کے حقیقی معنی مراد نہیں تب بھی آپکی تفسیر پر تو کوئی دلیل قائم ہوئی زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوا کہ حقیقی معنی کے سوا کوئی اور معنے مراد ہیں۔ لیکن کیا ضروری ہے کہ وہ معنی وہی ہوں جو آپنے بیان کئے ہیں بلکہ یہ ایک دعوی ہے جو اب تک محتاج دلیل ہے۔

اور اس کے بعد جب ہم یہ تحقیق کرتے ہیں کہ کیا واقع میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سرکٹی ہوئی تصویر کو غیر ذی روح کہا ہے ؟

توہمیں اس کا جواب بھی صاف انکار کی صورت میں ملتا ہے۔ حضرت جبرئیل نے ذی روح کی سرکٹی ہوئی تصویر کو یہ نہیں کہا کہ وہ غیر ذی روح ہے جسپر تفسیر مذکور کی بنیاد قائم کیگئی ہے۔ بلکہ یہ فرمایا ہے کہ وہ ذی روح کی تصویر سر کٹنے کے بعد غیر ذی روح درخت کے مشابہ ہوجائیگی۔ کیونکہ حیوانات کا بڑا عضو ممتاز

۵۴ جو اُن کو تمام نباتات وجمادات سے تمیز دیتا ہے اُن کا چہرہ ہے۔ اور اُس کی تصدیق خود جبرئیل علیہ السلام کے ان الفاظ سے ہوتی ہے۔

فیصیر کھیئۃ الشجر | پس صورت درخت کے مشابہ ہوجائے گی

کیونکہ مشابہت کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ مشبہ بالکل مشبہ بہ بنجائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس جگہ بے تامل ذی روح سے اُس کے حقیقی معنی مراد ہیں اور تصویر ذی روح سے یہ مراد ہے کہ وہ کسی حیوان کی تصویر ہے اور اگر بالفرض مجازی معنی مراد ہوں تب بھی اِسپر کوئی دلیل نہیں کہ اُس کے وہ معنی صحیح ہیں جن کو معارف نے اختیار کیا ہے۔

ظواہر احادیث و آثار اس کی شہادت کیلئے کافی ہیں کہ اس جگہ ذی روح سے اُس کی حقیقی معنے مراد ہیں۔ اس کے علاوہ تصویر کشی پر بحث کرتے ہوئے ذی روح کے یہی معنی حضرت ابن عباس کی زبان سے نقل ہوچکے ہیں جس کو آپ نے ایک صورت بنانیوالے کے استفتا کے جواب میں فرمایا تھا۔ اور جس کے الفاظ یہ ہیں۔

ان کنت لا بد فاعلا فاصنع الشجر وما لا روح فیہ - (بخاری)

اگر تمہیں مورتیں بنانی ہی ہیں تو درخت کی یعنی ان چیزوں کی بنا لیا کرو۔ جن میں روح نہیں۔

جس سے صاف ظاہر ہے کہ تصویر ذی روح سے اُس کے حقیقی معنے مراد ہیں۔ یعنی یہ کہ وہ تصویر کسی حیوان کی ہو۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین - والحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم الصالحات

کاتب الحروف ناکارہ خلایق محمد شفیع دیوبندی عفا اللہ عنہ وعافاہ ۲۰ ذیقعدہ سنہ ۵۲ھ

کتب ذیل کا مطالعہ دنیا و آخرت کی کامیابی ہے

فتاوی محمدی معہ شرح دیوبندی

صحابہ رضی اللہ عنہم کے استفتاؤں کے جوابات خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرما کر ان کی تسلی وتشفی فرما دیا کرتے تھے اور وہ حضرات نہایت خوشی سے ان پر عمل کر کے فلاح دارین حاصل کرتے تھے اس قسم کے ایک سو بیس فتاوی کو نہایت معتبر ومستند کتب اسلامیہ سے انتخاب کر کے حضرت مولانا شیخ الہند کے امر وارشاد سے اُردو میں ترجمہ کر کے جمع کر دیا ہے اور ہر استفتاء کے جواب کے بعد ان متبرک کتب کا نام بھی لکھ دیا ہے جن سے وہ فتوی نقل کئے گئے ہیں۔

حصہ دوم میں وہ بیس استفتا ہیں جن کے جوابات صحابہ وتابعین سے منقول ہیں۔ ہر دو حصہ کے ہر ایک استفتاء وجواب کی نہایت مفصل شرح سلیس وعام فہم اردو میں کی ہے اس شرح میں عمدہ مضامین اور علمی فوائد اور ساڑھے نو سو مسائل ضروری وکارآمد معتبر ومستند کتب شریعت سے درج کئے گئے ہیں اچھے کاغذ پر دوبارہ نہایت اہتمام سے طبع ہوئی ہے

قیمت ہر دو حصہ ۱۰/

تعبیر صادق حدیث شریف سے خواب کے حالات و حکایات بیان کئے گئے ہیں دیندارون کیلئے قابل دید ۱/

تعبیر نامہ ہر دو حصہ

اردو خوان مسلمانون کیلئے حضرت محمد بن سیرین کے تعبیر نامہ کا خلاصہ مع فوائد وزوائد مفید وکارآمد قیمت ۲/

مسافر آخرت تجہیز وتکفین کے بیان مین چار ورق کا نہایت مفید رسالہ اس پر علمائے دیوبند اور جابجا کے علما کی تصدیق ودستخط ہین قابل دید رسالہ ہے ۱/

گلزار سنت اس رسالہ مین کھانے۔ پینے۔ اُٹھنے بیٹھنے۔ سونے جاگنے۔ چلنے پھرنے لباس نکاح وغیرہ کے متعلق تمام باتون مین طریقہ سنت کو بتلایا ہے خوبی دیکھنے پر موقوف ہے قیمت ۱/

رفیق سفر مع ضمیمہ آداب السفر واحکام السفر مع قواعد ریلوے

جسمین ہر سفر کے عموماً اور سفر ریل کے خصوصاً تمام شرعی احکام نہایت مفصل مستند کتب سے مع حوالہ لکھے گئے ہین نیز سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل وعادات متعلقہ سفر اور وہ دعائین جو حضور کی سفر کی ابتداء سے انتہا تک پڑھتے تھے معتبر کتب حدیث سے جمع کی گئی ہین۔ آخر مین مسافرون کی سہولت کیلئے ریلوے اور ڈاکخانہ کے قواعد بھی لکھدئے گئے ہین جنکے جاننے سے مسافرون کو بڑی سہولت ہوگی قیمت صرف ۱/ بغرض ثواب مفت تقسیم کرنے کے لئے ایک روپیہ کے بیس نسخے دئے جاتے ہیں۔

مولوی معنوی یعنی حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ
کی سوانح عمری آپکے حالات اردو مین نہایت صاف اور
سلیس طرز پیرا اور عمدہ ترتیب سے لکھے گئے ہین آپ کا نام
نسب۔ ولادت۔ آپکے والد کا حال آپکا ترک وطن ظاہری
و باطنی تعلیم شادی نکاح اولاد آپکے صاحبزادے علاؤالدین
و بہاؤالدین کا حال مولانا کا فضل و کمال آپکے مرشد حضرت
شمس الدین تبریزی اور سید برہان الدین ترمذی کا حال
مثنوی کس طرح لکھی گئی اور اسکی اکثر شروح کا حال کلمات
نصائح کشف و کرامات۔ عبادات زہد و وفات آپکے خلیفہ
حضرت حسام الدین اور مولانا صلاح الدین کا حال وغیرہ
تمام امور واضح طور پر بیان کئے گئے ہین۔ آخر مین شیخ منصور
حلاج۔ فریدالدین عطار۔ حکیم سنائی۔ شیخ صدرالدین قونیوی ٥٦
شیخ مویدالدین بابا کمال خجندی۔ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی
شیخ فریدالدین عراقی۔ شیخ اوحدالدین رحمۃ اللہ علیہم کا مستقل
تذکرہ مفصل و مجمل بیان کیا گیا ہے قیمت ۵ ر

طہور المسلمین یعنی تیمم کے بیان مین عام فہم رسالہ ہے
جسمین جراب اور زخمون کے مسح کا بھی ذکر ہے قیمت ۳ ر

رحمت رضوان حضرت امام ابو حنیفہ کے حالات اور
فضائل مع نصائح کم استعداد مسلمانون کے لئے مع جواب
اعتراضات ۱ ر

فرحۃ الصائمین رمضان المبارک کیمتعلق تمام ضروری
مسائل۔ مکروہ۔ فاسد۔ قضا۔ کفارہ۔ شب قدر۔ اعتکاف
سحر۔ افطار۔ تراویح۔ مکروہ۔ حرام و نفل روزے صدقۃ الفطر
نماز عید وغیرہ مفصل درج ہین قیمت ۱ ر

عہد نامہ جدید قیمت - ر

الجواب المتین باحادیث سید المرسلین
آپنے حضرت شاہ عبدالعزیز اور مولانا عبدالحی رحمہما اللہ تعالی کے
فتاوی تو ضرور ملاحظہ فرمائے ہونگے لیکن فتاوی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نظر سے نہ گذرا ہوگا۔ اس متبرک اور بیش قدر کتاب مین
قریب ایک سو پچاس سوالات کے جواب صحیح اور صاف حدیث
سے دئے گئے ایک سوال قائم کر کے اول اس کا جواب نہایت
معتبر و مستند کتب فقہ سے دیا ہے اسکے بعد ایک بلکہ بعض جگہ
دو تین چار ایسی صاف و صریح حدیث پیش کی جسکو ہر ایک اردو
خوان بلا تکلف سمجھ سکتا ہے۔ ترجمہ حدیث کے بعد دو تین
بلکہ بعض جگہ چھ سات مشہور و معتبر کتب حدیث کا حوالہ دیا گیا
ہے۔ حدیث کی کتابون کے ترجمہ مین ناواقفون کی غلط فہمی کا اندیشہ
رہتا تھا وہ اس مین نہین۔ بعض بزرگون سے اجازت لیکر اس
جدید و مفید دلچسپ طرز پر جناب مولانا موصوف نے یہ کتاب
مرتب فرمائی۔ معاملات عبادات متفرقات ہر قسم کے مسائل
اس مین موجود ہین ملاحظہ فرمانے سے معلوم ہوگا کہ مؤلف ممدوح
نے کتب حدیث و فقہ کی ورق گردانی مین کس قدر مشقت اٹھا کر یہ
حدیث و فقہ کا بے بہا ذخیرہ جمع کیا ہے۔ عام اردو خوان اہل اسلام
کے علاوہ اہل علم اور جدید روشنی کے تعلیم یافتہ بھی اسکے ملاحظہ
سے مسرور ہونگے۔ تمام سوالات کے جوابات مین صحیح حدیث
حدیث لکھی گئی ہین قیمت ۵ ر

القول المتین فی الاقامۃ والتاذین
اس رسالہ مین اذان کی ابتدا اس کی حقیقت اور فضائل اور
ہدایت کا آمد اور مفید مسائل مسجد نبوی کی تعمیر کا مفصل
حال۔ اذان جاری ہونے کی دلچسپ کیفیت اعتراض کا جواب
اذان کے ثواب کی تمثیل اور صحیح و عجیب روایات قیمت ۲ ر